سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا

معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مع تشریح قصیدۂ معراج

از: حضرت علامہ مولانا محمد حسام الدین فاضلؔ

مؤلفہ

حضرت مولانا محمد حمید الدین حسامی عاقلؔ

باہتمام

حضرت علامہ محمد حسام الدین فاضلؔ اکیڈمی

یخورشاہ، حیدرآباد (اے پی)

حضرت علامہ حسام الدین فاضلؔ اکیڈمی

حسامیہ منزل، یخورشاہ، حیدرآباد

حضرت علامہ محمد حسام الدین صاحب فاضلؔ کی زیر طبع کتب:

- دیوانِ فاضل (نعتیہ)
- سعادت دارین
- خلفائے راشدینؓ
- تذکرۂ خدیجۃ الکبریٰؓ
- تذکرۂ عائشہ صدیقہؓ
- تذکرۂ حسنؓ و حسینؓ
- جذباتِ فاضل (سات حصے)
- غزلیاتِ فاضل
- شب قدر

SAQARA

زیر سرپرستی

حضرت مولانا حمید الدین حسامی عاقلؔ مدظلہ العالی

زیر ترتیب

محمد حسام الدین ثانی عاملؔ

Designs & Compose at : Husami Computers & Mumtaz Computers ©: 24565326, 24577739

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا

پاک ہے وہ ذات جو رات کے تھوڑے حصے میں اپنے بندے کو اس کا مصاحب کر کے مسجد حرام کعبۃ اللہ سے مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس تک لے گئی

معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مع تشریح قصیدۂ معراج

از: حضرت علامہ مولانا محمد حسام الدین فاضل

مؤلفہ

حضرت مولانا محمد حمید الدین حسامی عاقل

باہتمام

حضرت علامہ محمد حسام الدین فاضل اکیڈمی

پنجشاہ، حیدرآباد دکن

آئینۂ ترتیب

ابتدائیہ ——— از حضرت مولانا محمد حمید الدین حسامی عاقل ———

اسریٰ اور معراج ——— ۱

معراج کیوں ہوئی؟ ——— ۱۵

معراج جسمانی پر عقلی اعتراضات اور اس کے جواب ——— ۲۵

معراج جسمانی پر عقلی اعتراضات ——— ۳۲

منکرین معراج جسمانی کے دلائل، معراج جسمانی پر اعتراضات اور ان کے جواب ۴۳

معراج شریف میں حضور ﷺ نے کس کو دیکھا ——— ۵۳

اسریٰ (کعبۃ اللہ سے بیت المقدس کا سفر) ——— ۵۹

آیات وآثار کے مشاہدات ——— ۶۶

مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) میں آپ ﷺ کا استقبال ——— ۷۸

آسمانوں کی سیر ——— ۸۲

قصیدۂ معراج ——— از حضور علامہ محمد حسام الدین فاضل ——— ۱۳۶

جملہ حقوق بحق اکیڈیمی محفوظ

نام کتاب : معراج النبی ﷺ
مع تشریح قصیدۂ معراج حضرت علامہ محمد حسام الدین فاضلؒ

مولف : مولانا الحاج محمد حمید الدین حسامی عاقلؔ

زیر ترتیب : محمد حسام الدین ثانی عاقلؔ (جعفر پاشاہ)

باہتمام : حضرت علامہ حسام الدین فاضلؒ اکیڈیمی

سال اشاعت : ستمبر ۲۰۰۴ء / رجب ۱۴۲۵ھ

تعداد اشاعت : ۱۰۰۰

کمپوزنگ : ممتاز کمپیوٹرس' ۸۸۶' شاہ گنج' حیدرآباد۔
فون: 24577739, 9848615340
حسامی کمپیوٹر سنٹر' پنجہ شاہ' نزد پٹرول پمپ' حیدرآباد۔ 2
فون: 24565226

طباعت : جے جے آفسٹ پرنٹرس' حیدرآباد

قیمت : 40 روپے

ملنے کے پتے : جامعہ اسلامیہ دارالعلوم حیدرآباد' شیورام پلی' حیدرآباد۔۵۲
حسامی کمپیوٹرس' پنجہ شاہ حیدرآباد۔۲
عدنی بک ڈسٹری بیوٹرس' پرانی حویلی' حیدرآباد۔۲
قبلہ بک ڈپو' جہاں نما' حیدرآباد

❁❁❁

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ وأصحابہ واھل بیتہ اجمعین۔

زیر نظر کتاب معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم جو والدی ومرشدی حضرت محمدؒ حسام الدین فاضل قادری وچشتی رحمۃ اللہ علیہ کے بلند پایہ قصیدۂ معراج کی شرح ہے میں نے اپنے طالب علمی کے زمانے میں گریجویشن کی تکمیل کے بعد اور ایم اے میں داخلہ ملنے میں تاخیر کے درمیان ۱۹۵۴ء میں تالیف کی ہے۔ اگرچہ یہ تشریح ماہنامہ "حسامی" میں آج سے تقریباً پچاس سال قبل شائع ہوچکی ہے لیکن اسکو کتابی شکل کیلئے مریدین ومعتقدین کے اصرار پر فرزند ارجمند جناب محمد حسام الدین ثانی سلمہ اللہ تعالیٰ ایم اے (عربی) نے مجھے توجہ دلائی اور اس کی طباعت کے مراحل میں انہوں نے بڑی کوشش کی اور بفضلہ تعالیٰ وہ تالیف لطیف شائع ہوگئی۔ اگرچہ اس میں بعض ضعیف روایات بھی آگئی ہیں لیکن فضائل میں ان روایات کا لیا جانا علماء نے جائز رکھا ہے۔ تاہم ان کے ماخذات کے حوالے دے دیئے گئے ہیں تاکہ محققین حضرات ان سے رجوع کرسکیں۔ مجھے اس تالیف پر دوبارہ گہری نظر ڈالنے کا موقع عدیم الفرصتی کی بناء پر نہیں ملا۔ اس میں جو خیر ہے وہ من اللہ ہے اور جو کوتاہی ہے وہ میری نااہلی کی وجہ سے ہے اللہ تعالیٰ اس کو قبولیت تامہ سے سرفراز کرے اور میرے والد ماجد صاحب قصیدہ کی قبر کو جنت کے پھولوں سے بھردے اور ان کو اعلیٰ ترین مقام اور اجر جزیل عطا فرمائے۔

قارئین کرام سے گذارش ہے کہ اپنی خاص دعاؤں میں اپنے ۴۸ سال خدمت کرنے والے مؤلف کو نہ بھولیں۔

الرقم　　　　فقط
محمل الفاضل محمد حمید الدین حسامی عاقلؔ
(مولوی ومنشی فاضل نظامیہ وایم اے عثمانیہ)
بانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ دارالعلوم حیدرآباد

اسریٰ اور معراج

اسریٰ کے معنی رات کو چلانے یا لے جانے کے ہیں چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزانہ سفر رات کو ہوا تھا ۔ اس لئے اس کو اسریٰ کہتے ہیں ۔ اور قرآن مجید نے اسی لفظ سے اس کو تعبیر کیا ۔

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا پاک ہے وہ خدا جو رات کے تھوڑے حصے میں اپنے بندے کو لے گیا

معراج ۔ عروج سے ہے جس کے معنی اوپر چڑھنے کے ہیں ۔ چونکہ احادیث میں آپ سے لفظ عُرِجَ بِیْ (مجھکو اوپر چڑھایا گیا) مروی ہے اس لئے اس کا نام معراج ہوا ۔

معراج اسم آلہ بھی ہے یعنی عروج کرنے کی چیز (سیڑھی یا زینہ) بعض روایات میں آپ کا آسمان پر سیڑھی کے ذریعہ تشریف لے جانا آیا ہے اس لئے اس مبارک واقعہ کے لئے معراج کا لفظ خاص ہوا ۔ اور ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ چونکہ آپ کا عروج و ارتقاء منزل بہ منزل ہوا تھا لہٰذا واقعۂ باطنی کے لئے یہ تشبیہ ظاہری بھی خوب ہے ۔

اسریٰ اور معراج اگرچہ ایک ہی سلسلے کی کڑیاں ہیں مگر اسریٰ مسجد بیت الحرام سے بیت المقدس کے سفر کو کہتے ہیں اور اس کا بیان سورۂ بنی اسرائیل کی ابتداء ہی میں کیا گیا ہے ۔ اور بیت المقدس سے عرش اعلیٰ تک تشریف لے جانے کا بیان سورۂ نجم میں ہے اس کو معراج کہتے ہیں ۔ اگرچہ دونوں سوروں میں اس کی مجمل کیفیتیں بیان کی گئی ہیں مگر احادیث سے ہر چیز پر روشنی پڑتی ہے ۔

سورۂ بنی اسرائیل کو سورۂ اسریٰ بھی کہتے ہیں ۔ اگر غور سے دیکھیں تو پوری سورت معراج کے شواہد' نکات' وصایا اور احکام سے لبریز ہے ۔

کیا دیگر انبیاء کو بھی معراج ہوئی؟

''انبیا علیہم السلام کے روحانی حالات اور واقعات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اولوالعزم پیغمبروں کو آغاز نبوت کے کسی خاص وقت اور مخصوص ساعت میں یہ بلند منصب

حاصل ہوتا ہے ۔ اس وقت شرائط رویت کے تمام مادی پردے ان کی آنکھوں کے سامنے سے ہٹا دیے جاتے ہیں ۔ آسمان و زمین کے مخفی مناظر بے حجابانہ ان کے سامنے آتے ہیں ۔ پھر وہ نور کا خلعت پہن کر فرشتوں کے روحانی جلوؤں کے ساتھ بارگاہِ الٰہی میں پیش ہوتے ہیں اور اپنے اپنے مقام و مرتبہ کے لحاظ سے کھڑے ہو کر فیض ربانی حاصل کرتے ہیں اور مقربانِ خاص تو وہ رتبہ حاصل کرتے ہیں کہ وہ خلوت گاہِ حریم قدس میں بار پا کر قابَ قوسین (دو کمانوں کے فاصلے) سے بھی نزدیک تر ہو جاتے ہیں اور پھر وہاں سے اپنے منصب کا فرمان خاص لے کر اس کاشانۂ آب و خاک میں واپس آجاتے ہیں ۔''

معراج ابراہیم علیہ السلام: حضرت ابراہیمؑ کو جب نبوت عطا ہوئی ہے تو ارشاد ہوتا ہے وَكَذٰلِكَ نُرِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ (اور اسی طرح ہم ابراہیم کو آسمان اور زمین کی بادشاہی دکھاتے ہیں ۔) انہوں نے خواب میں یہ سیر ملکوت یعنی آسمان و زمین کی بادشاہی کا مشاہدہ کیا ہے؟ یہی ان کی معراج ہے ۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی معراج: حضرت یعقوبؑ کے متعلق تورات میں مذکور ہے :

''یعقوب بیرسبع سے نکلا اور حاران کی طرف روانہ ہوا اور وہاں ایک مقام پر جا کر لیٹا کیوں کہ سورج ڈوب گیا تھا اور اسی مقام سے کچھ پتھر اپنے سر کے نیچے رکھ لئے اور وہیں سو رہے ۔ وہاں خواب دیکھا کہ زمین سے آسمان تک ایک زینہ لگا ہوا ہے جس پر سے خدا کے فرشتے چڑھ اور اُتر رہے ہیں ۔ اور خدا اس پر کھڑا ہے اور اس نے کہا میں ہوں خداوند ۔ تیرے باپ ابراہیم اور اسحٰق کا خدا' جس زمین پر تو سویا ہے وہ تجھ کو اور تیری نسل کو دونگا (تکوین ۲۸)(۱) ۔

معراج کی قسمیں

معراج کی دو قسمیں ہیں ایک عروجی دوسری نزولی ۔ کیونکہ قرب الٰہی جو حقیقت معراج ہے کسی خاص صورت پر منحصر نہیں ۔ پس سمجھنا چاہئے کہ قرب الٰہی کبھی بصورتِ عروج ہوتا ہے اور کبھی بصورتِ نزول اور کبھی دونوں طرح مجتمع ہوتا ہے ۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عروجی و نزولی دونوں ہوئی ہے ۔

۱۔ عروجی: بعض انبیاء کو صرف عروجی معراج ہوئی جیسے حضرت ادریسؑ جن کے متعلق اللہ پاک فرماتا ہے وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا (اور ہم نے اُنکو بلند مقام پر اٹھالیا) اس کی تفسیر میں علماء نے بیان فرمایا ہے کہ انکو زندہ دنیا سے آسمان کی طرف اٹھالیا گیا۔ پھر اس کے بعد ان کو نزولی معراج نہیں ہوئی۔

۲۔ نزولی: حضرت یونسؑ کو نزولی معراج ہوئی۔ یعنی آپ کو قرب حق اور صورت سے حاصل ہوا کہ وہ دریا میں غرق ہوئے اور مچھلی کے پیٹ میں چالیس دن تک رہے اور تمام سمندروں کی سیر کی مگر ہضم نہیں ہوئے۔ حق تعالیٰ نے حفاظت فرمائی۔ مولانا رومؒ اس کو معراج قرار دے کر فرماتے ہیں ؎

گفت پیغمبر کہ معراج مرا نیست از معراج یونسؑ اجتبا
آن من بالا وآن او بشیب زانکہ قرب حق بدوں است از حسیب

آگے فرماتے ہیں ؎

قرب تر پستی بہ بالا رفتن است قرب حق از حبس ہستی رستن است

یعنی حق تعالیٰ کے قرب کی حقیقت مکانی ارتفاع (ظاہری بلندی) نہیں بلکہ یہ ہے کہ بندہ اپنی ہستی کی قید سے چھوٹ جائے۔ یعنی دعویٰ ہستی کو چھوڑ دیا جائے اور اپنے کمالات سے نظر اٹھ جائے (۲)۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معراج: حضرت موسیٰؑ کو طور پر جلوۂ حق کا جو پرتو نظر آیا وہی ان کی معراج ہے۔ اسی طرح تورات و انجیل میں دیگر انبیائے بنی اسرائیل کے مشاہدات ربانی اور سیاحت روحانی کے واقعات بھرے ہوئے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معراج: حضرت عیسیٰؑ کو آسمان پر اٹھالیا گیا چوتھے آسمان پر آپ زندہ ہیں اور قیامت کے قریب آپ کا نزول ہوگا۔ گویا آپ کو بھی معراج عروجی و نزولی حاصل ہوگی۔ مگر آپ کی یہ معراج اگرچہ دونوں کا مجموعہ ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج سے اس کو کوئی نسبت نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ چوتھا آسمان کدھر اور عرش معلٰی اور دیدار خداوندی کہاں؟

چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سید المرسلین اور سید اولاد آدم ہیں اس لئے بارگاہِ الٰہی میں آپ کی وہاں تک رسائی ہوئی جہاں نہ آپ سے پہلے کسی بنی آدم کا قدم پہنچا تھا اور نہ خیال میں اس مقام کا تصور کیا جاسکتا تھا۔ اور وہ وہ مشاہدات فرمائے جو اب تک دوسرے مقربانِ بارگاہِ قدس کی حدِ نظر سے باہر تھے ؏

"بمقامے کہ رسیدی نہ رسد ہیچ نبی" (یعنی آپ ایسے مقام پر پہنچے جہاں کوئی نبی نہیں گیا)

مذکورہ بالا بیان سے ظاہر ہے کہ سیر ملکوت یا آسمانی سیر انبیاء و مقربان الٰہی کو مختلف مدتوں میں حاصل ہوئی ہے اور ہر ایک نے اپنے اپنے منصب و رتبہ کے مطابق اس عالم کے مشاہدہ کا فیض حاصل کیا ہے۔

مومن کی معراج: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکت سے جہاں اہل عالم کو اور خصوصاً مسلمانوں کو انگنت فیوض و برکات حاصل ہوئے ہیں اور آپ کی نسبت کی وجہ سے خلاق عالم کی خاص عنایتیں اور مہربانیاں ان کے شامل حال رہی ہیں منجملہ ان کے ایک یہ بھی ہے کہ معراج صرف پیغمبروں اور رسولوں کے لئے مخصوص تھی اور جس خزانے سے صرف برگزیدہ ہستیاں ہی فیاض یاب ہوا کرتی تھیں اس کو ہر مسلمان کے لئے عام فرمادیا گیا اور اہل ایمان کے لئے دن میں پانچ مرتبہ اس دربار کے کسی نہ کسی گوشہ تک رسائی ممکن کردی گئی۔ چنانچہ آنحضرتؐ فرماتے ہیں

اَلصَّلٰوةُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِيْنَ نماز مومن کی معراج ہے

یہ اس لئے کہ مومن جب نماز میں ہوتا ہے وہ دنیاوی تعلقات اور مادّی دنیا سے عروج کرکے نشاۃ اخروی یا روحانی میں پہنچ جاتا ہے۔ یعنی مراتب قرب و شہود نماز کی حالت میں بدرجۂ اتم واکمل ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے بالکل نزدیک ہوجاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ بندہ کا اپنی بندگی اور عاجزی کا اظہار ہی اس کی حقیقی معراج ہے اسلام نے جو عبادت کا طریقہ بتلایا ہے وہ جامع جمیع کمالات صوری و معنوی، ظاہری و باطنی اور عقل و فطرت انسانی کے مطابق ہے۔ عبدیت و بندگی کے چار ہی طریقے ہوسکتے ہیں (۱) ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا (۲) گھٹنے پر ہاتھ رکھ کر جھک جانا (۳) سجدے میں سر رکھدینا

(۴) دوزانو ادب سے بیٹھنا ۔ یہی چاروں نماز کے ارکان ہیں ۔

اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی : بندہ کی اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی اس کے لئے معراج کا حکم رکھتی ہے اور یہ معراج مسلمان ہر وقت حاصل کرسکتا ہے اور خصوصاً نماز میں ۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے فرمایا:

مَنْ اَرَادَ اَنْ یَحدِثَ رَبَّهٗ فلیقرء القران

"جو کوئی اپنے رب سے بات کرنا چاہے وہ قرآن پڑھے" ۔ اور دوسری جگہ فرمایا:

قرانٌ فی صلواۃ خیر من قران غیر صلواۃ

"تلاوت قران نماز کی حالت میں زیادہ بہتر ہے نماز کے باہر کی تلاوت سے" ۔

قربِ خداوندی : جس طرح اوپر بیان ہوچکا ہے کہ حقیقتِ معراج قرب خداوندی ہے خواہ معراج عروجی ہو یا نزولی ۔ گویا روح معراج اللہ تعالیٰ سے قربت ہے ۔ لہٰذا اللہ پاک نے اپنے حبیب کریمؐ کے صدقے میں ہم کو اس روح معراج سے بھی محروم نہ رکھا چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

اقرب مایکون العبد من الرب فی الصلواۃ

"بندہ کو اپنے رب کی سب سے زیادہ قربت نماز کی حالت میں حاصل ہوتی ہے" ۔

دوسری حدیث میں آیا ہے کہ نماز کی حالت میں بندہ اور خدا کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہوتا یعنی نمازی کی چشم بصیرت محبوب حقیقی کے جمال جہاں آرا کا بے حجاب مشاہدہ کرتی ہے اور حدیث احسان میں کَاَنَّکَ تَرَاهُ (گویا تو اس کو (اللہ کو) دیکھ رہا ہے) کا اسی طرف اشارہ ہے ۔

کامل ترین معراج کے یہی تین اجزاء ہیں (۱) معشوق حقیقی (اللہ تبارک وتعالیٰ) کا بے پردہ دیدار ہونا (۲) اس سے ہمکلامی اور بات کرنے کا شرف پانا (۳) توجہ خصوصی اور قرب حضوری سے سرفراز ہونا اور یہ تینوں باتیں مندرجہ بالا احادیث کی روشنی میں نمازی کو حاصل ہوتی ہیں اپنا اپنا ظرف ہے اور اپنی اپنی نظر ۔

میانِ عاشق و معشوق ہیچ حائل نیست تو خود حجاب خودی حافظؔ از میاں برخیز

(عاشق اور معشوق کے درمیان کوئی چیز حائل ہے اور نہ کوئی پردہ ہے اے حافظ تو خود اپنے لئے پردہ بنا ہوا ہے تو درمیان سے ہٹ جا یعنی خودی کو مٹادے خدا مل جائیگا) ۔

نماز کا تعلق معراج سے

نماز پوری کی پوری معراج کے واقعہ سے منسلک ہے ۔ یہ معراج ہی میں فرض کی گئی اس میں جو تشہد پڑھا جاتا ہے وہ بھی معراج ہی کی یادگار ہے حتیٰ کہ ارکان نماز اور خشوع وخضوع کا تعلق بھی اسی مبارک سیر سے ہے ۔

چنانچہ معراج میں آنحضرت ﷺ جب آسمان اول پر تشریف لے گئے تو آپ نے دیکھا کہ ایک فرشتوں کا گروہ صف باندھے کھڑا ہوا تسبیح الٰہی میں مشغول ہے ۔ آپؐ نے جبرئیلؑ سے اس کے متعلق دریافت فرمایا انہوں نے کہا یہ فرشتے جب سے پیدا ہوئے حالت قیام ہی میں ہیں ۔ آسمان دوم پر دوسرے گروہ کو آپؐ نے حالت رکوع میں تیسرے آسمان پر ایک گروہ کو حالت سجدہ میں ملاحظہ فرمایا ۔ جبرئیلؑ نے کہا کہ جب سے یہ پیدا ہوئے انہوں نے سر اٹھا کر اپنے اوپر کے آسمان کو نہیں دیکھا ۔ آنحضرتؐ نے پوچھا کیا ان کی یہی عبادت ہے جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ ہاں ۔ آپ بھی اللہ تعالیٰ سے اپنے اور اپنی امت کے واسطے یہ عبادت مانگئے ۔ آپ نے دعا کی تو قیام، رکوع اور سجدہ آنحضرت پر اور امت پر فرض ہوا ۔ دو سجدے فرض ہونے کی منجملہ اور وجوہات کے یہ بھی ایک وجہ ہے کہ جب آپ نے ان سجدے میں پڑے ہوئے فرشتوں کو سلام فرمایا تو وہ سر اٹھا کر سلام کا جواب دیکر پھر سجدے میں چلے گئے اس طرح دو سجدے فرض ہوئے ۔ اسی طرح آپ نے آسمان چہارم پر فرشتوں کو قعدہ میں دیکھا ۔ آپ کی دعا کے بعد یہ بھی فرض ہوا ۔ آسمان پنجم پر آپؐ نے ملاحظہ فرمایا کہ صف باندھے فرشتے کھڑے ہیں اور نظر قدموں پر ہے ۔ آپ کو یہ انداز پسند آیا اور دعا فرمائی تو حضور قلب اور خشوع وخضوع نماز میں ضرور ہوا (۴) ۔ واللہ اعلم بالصواب ۔

تعدّدِ معراج

معراج کتنے بار ہوئی : بعض بزرگوں نے روایتوں کی چھان بین کرکے یہ ثابت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چونتیس بار معراج ہوئی ۔ حافظ ابن حجرؒ نے کہا ہے کہ معراج میں تعدد (یعنی کئی بار ہونا) بعید نہیں ۔ مگر اس معراج کی شکل جس میں کہ آپ کا آسمانوں پر

تشریف لے جانا ہر نبی سے کلام کرنا خدا کے دیدار سے عرش اعلیٰ پر مسرور ہونا' نمازوں کا فرض ہونا وغیرہ واقعات پیش آئے ہیں وہ جسمانی طور پر ایک بار ہوئی ہے اور بحالت خواب ایک بار۔

شیخ عزالدین عبدالسلام نے کہا ہے کہ معراج خواب اور بیداری دونوں حالتوں میں واقع ہوئی۔ خواب میں معراج کے واقع ہونے کا نکتہ یہ ہے کہ پہلے سے نفس اس کے ساتھ صالح ہو اور نفس کے واسطے یہ تمہید ہو کہ جس وقت بیداری میں معراج واقع ہو تو نفس پر سہل ہو جائے۔

کثیر علماء اس طرف گئے ہیں کہ معراج دو بار ہوئی ہے جن میں ایک کو اسراء اور ایک کو معراج کہتے ہیں اور اس دو بار کی معراج کے ساتھ اس اختلاف کے در ن جو حدیثوں میں واقع ہے جمع کیا ہے۔ جن لوگوں نے اس قول کو اختیار کیا ہے انہیں ابوالنصر قشیریؒ اور ابن عربیؒ وغیرہ ہیں۔

علامہ ابن کثیرؒ اس بارے میں فرماتے ہیں کہ "مختلف احادیث کو دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ معراج یقیناً ہوئی اور صرف ایک مرتبہ" گو راویوں کی عبارتیں اس باب میں مختلف الفاظ سے ہیں۔ گو ان میں کمی زیادتی بھی ہے لیکن یہ کوئی بات نہیں سوائے انبیاء کے خطا سے کون پاک ہے؟ بعض لوگوں نے ہر ہر ایسی روایت کو ایک الگ واقعہ کہا اور اس کے قائل ہوئے ہیں کہ یہ واقعہ کئی بار ہوا لیکن یہ لوگ بہت دور نکل گئے اور بالکل انوکھی بات کہی اور نہ جانے کی جگہ چلے گئے۔ پھر بھی مطلب حاصل نہ ہوا۔ متاخرین میں سے بعض نے ایک اور ہی توجیہ پیش کی ہے اور اس پر انہیں بڑا ناز ہے وہ یہ کہ ایک مرتبہ تو آپ کو مکے سے آسمانوں پر چڑھایا گیا اور ایک مرتبہ مکہ سے صرف بیت المقدس تک سیر ہوئی اور ایک مرتبہ مکہ سے بیت المقدس اور بیت المقدس سے آسمانوں تک۔ لیکن یہ قول بہت بعید اور بالکل غریب ہے۔ سلف میں سے تو اس کا کوئی قائل نہ تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو آنحضرتؐ خود ہی اسے کھول کر بیان فرما دیتے۔ اور راوی آپ سے اس کے بار بار ہونے کی روایت کرتے (۵)۔

علامہ زرقانی نے تصریح کی ہے کہ معراج صرف ایک بار ہوئی اور یہی جمہور محدثین متکلمین اور فقہاء کی رائے ہے اور روایات صحیحہ کا تواتر بھی بظاہر اسی پر دلالت کرتا ہے اور اس

سے تجاوز نہ کرنا چاہئے (۱)۔

<u>چند اور معراجیں:</u> جو معراج کے کئی بار ہونے کے قائل ہیں وہ اپنے ثبوت میں چند روایتیں پیش کرتے ہیں جس سے آنحضرت کو معراج کا کئی بار ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ان میں سے چند یہاں بیان کی جاتی ہیں:

(۱) صحیحین کے علاوہ دیگر کتب احادیث میں ہے کہ ایک روز صبح کی نماز کے لئے آپؐ دیر سے برآمد ہوئے۔ نماز کے بعد لوگوں کو اشارہ کیا کہ اپنی اپنی جگہ ٹھیرے رہیں پھر فرمایا کہ آج شب کو جب میں نے اتنی رکعتیں پڑھیں جتنی میرے لئے مقدر تھیں تو نماز ہی کے اندر میں اونگھ گیا میں نے دیکھا کہ جمال الٰہی بے پردہ میرے سامنے ہے۔ خطاب ہوا یا محمدؐ! تم جانتے ہو کہ فرشتگان خاص کس امر میں گفتگو کر رہے ہیں۔ عرض کی نہیں اے میرے رب میں نہیں جانتا۔ اس نے اپنا ہاتھ دونوں مونڈھوں کے بیچ میں میری پیٹھ پر رکھا جس کی ٹھنڈک میرے سینہ تک پہنچ گئی اور آسمان و زمین کی تمام چیزیں نگاہوں کے سامنے جلوہ گر ہو گئیں۔ پھر سوال ہوا کہ اے محمدؐ تم جانتے ہو کہ فرشتگان خاص کس امر میں گفتگو کر رہے ہیں۔ عرض کی "ہاں" اے میرے رب ان اعمال کی نسبت گفتگو کر رہے ہیں جو گناہوں کو مٹا دیتے ہیں۔ پوچھا وہ کیا ہیں؟ عرض کی نماز باجماعت کی شرکت کے لئے قدم اٹھانا۔ نماز کے بعد مسجد میں ٹھیر جانا اور ناگواری کے باوجود اچھی طرح وضو کرنا۔ جو ایسا کریگا اس کی زندگی اور موت دونو بخیر ہوگی۔ وہ گناہوں سے ایسا پاک ہوجائیگا جیسا اُس دن تھا جب اس کی ماں نے اس کو جنا تھا۔

پھر سوال ہوا کہ یا محمدؐ درجات کیا ہیں؟ عرض کی۔ کھانا کھلانا، نرمی سے باتیں کرنا، جب دنیا سوتی ہو تو اٹھ کر نماز پڑھنا۔ پھر ارشاد ہوا کہ اے محمد مجھ سے مانگو۔ میں نے عرض کیا خداوندا میں نیک کاموں کے کرنے اور برے کاموں سے بچنے اور غریبوں سے محبت کرنے کی توفیق چاہتا ہوں۔ میری مغفرت کر مجھ پر رحم فرما جب کسی قوم کو تو آزمانا چاہے تو مجھے بے آزمائے اٹھا لینا۔ میں تیری محبت کا اور جو تجھ سے محبت رکھے اس کی محبت کا اور جو عمل مجھ کو تیری محبت کے قریب کردے اس کی محبت کا خواستگار ہوں۔ اس کے بعد آپ نے لوگوں سے کہا کہ جو کچھ تھا حق تھا (۷)۔

(۲) جب رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ درآنحالیکہ میں سورہا تھا (دوسری روایت میں ہے کہ میں اصحاب میں بیٹھا تھا) کہ جبرئیلؑ آئے اور میرے دونوں شانوں کے بیچ میں دبایا میں ایک درخت کی طرف اٹھ کر آیا۔ اس میں پرندوں کے آشیانوں کے مثل دو آشیانے تھے ایک میں جبرئیلؑ بیٹھے اور ایک میں میں بیٹھا۔ میں بلندی پر گیا اور اونچا ہوا یہاں تک کہ میں آسمان اور زمین کے کناروں کو گھیر لیا۔ میں اپنی نگاہ چاروں طرف پھیرتا تھا اور دیکھتا تھا۔ اگر میں چاہتا کہ آسمان کو چھولوں تو چھولیتا۔ میں جبرئیلؑ کو دیکھا کہ وہ چپٹے ہوئے اور دبے ہوئے بیٹھے تھے جو علم کہ جبرئیلؑ کو اللہ تعالی کے ساتھ تھا اُن کی اس حالت سے اُن کے فضل کو میں نے پہچانا۔ میرے واسطے آسمانوں کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھول دیا گیا۔ میں نے بہت بڑے نور کو دیکھا اور یکا یک میں نے حجاب کے اس طرف موتی اور یاقوت کے رفرف کو دیکھا۔ جو شے اللہ تعالی نے میری طرف وحی کرنی چاہی وہ وحی کی گئی (۸)۔

بیہقی کی دوسری روایت میں اسقدر زیادہ ہے کہ اللہ پاک نے میری طرف وحی بھیجی کہ محمداً سلطانہ ورسولہ (محمدؐ اس کے بادشاہ اور رسول) کا خطاب ہوتا یا محمداً عبدہ ورسولہ (محمدؐ اس کے بندے اور رسول) کا۔ سرکار نے جبرئیلؑ کی طرف دیکھا۔ انہوں نے کہا عاجزی اختیار کریں۔ آپ نے عرض کیا کہ میں عبد اور نبی ہونا چاہتا ہوں (۹)۔

(۳) ایک حدیث حافظ ابونعیمؒ نے روایت کی ہے جس میں اذاں کی تعلیم کا ذکر ہے اگرچہ دوسری احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اذاں کی تعلیم بہ اختلاف روایت حضرت عمرؓ اور حضرت بلالؓ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ وغیرہ کے خواب میں دی گئی اور یہ معراج کے بعد مدینہ شریف میں واقع ہوئی۔ ممکن ہے کہ شب معراج ہی کا واقعہ ہو۔ جس طرح ابن مردویہ نے زید بن علی سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج میں اذاں کی تعلیم دی گئی اور نماز آپ پر فرض کی گئی۔ یا یہ دوسرا واقعہ ہو۔ روایت یہ ہے:

آنحضرت ﷺ نے فرمایا جس وقت معراج میں مجھ کو آسمانوں کی طرف لے گئے ایک مکان تک میں پہنچا اور ٹھہر گیا۔ اللہ تعالی نے ایک فرشتے کو بھیجا وہ فرشتہ آسمان کے ایک

ایسے مقام پر کھڑا ہوا کہ اس سے قبل وہاں نہیں کھڑا ہوا تھا۔ اس سے ارشاد ہوا کہ آپ کو اذاں کی تعلیم کر۔ اس فرشتے نے اللہ اکبر اللہ اکبر کہا اللہ تعالی نے فرمایا میرے بندے نے سچ کہا انا اللہ اکبر (میں ہی بزرگ و برتر اللہ ہوں) اس فرشتے نے اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کہا اللہ تعالی نے فرمایا میرے بندے نے سچ کہا انا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا (میں اللہ ہوں نہیں ہے کوئی معبود مگر میں) فرشتے نے اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا الرَّسُوْلُ اللّٰه کہا۔ اللہ پاک نے فرمایا میرے بندے نے سچ کہا۔ اَنَا اَرسلتُهٗ وَاَنَا اخترتُه وَاَنَا انتجبتُهٗ (میں نے ہی اس کو بھیجا ہے اور میں نے ہی اس کو چنا اور منتخب کیا ہے اس فرشتے نے حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ کہا اللہ تعالی نے فرمایا میرے بندے نے سچ کہا دعا الی فریضتی وحقی فمن اتاها مُحتسباً کانت کفارۃ لکل ذنب (بلا میرے فریضۃ اور حق کی طرف جو آئیگا ثواب کی نیت سے تو وہ اس کے تمام گناہوں کا کفارہ ہو جائیگا) پھر اس نے حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کہا اللہ تعالی نے فرمایا کہ میرے بندے نے سچ کہا اَنَا اَقسمتُ فریضتها وعدتها وَمواقیتها (میں نے تقسیم کر دیا ہے اس فریضہ کو اس کی تعداد اور اس کے وقت کو) پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ آگے بڑھئے آپ آگے بڑھے اور اہل آسمان کی آپ نے امامت کی آپ کا شرف آپ کے واسطے تمام مخلوق پر پورا ہو گیا (۱۰)۔

معراج کب ہوئی؟

معراج کے وقت اور زمانہ کے تعین میں یہ دشواری پیش آتی ہے کہ یہ ہجرت سے پہلے کا واقعہ ہے جب کہ تاریخ اور سنہ کی تدوین نہیں ہوئی تھی اور عرب میں عموماً اسلام سے پہلے کسی خاص سنہ کا رواج نہ تھا تاہم وقت کے متعلق اتنا تو یقینی طور پر معلوم ہے کہ رات کا وقت تھا۔ خود قرآن مجید میں ہے اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا (رات کے تھوڑے حصے میں بندہ کو لے گیا) اور تمام روایات بھی اسی بات پر متفق اللفظ ہیں (البتہ ابن سعد نے واقدی کے حوالے سے ایک روایت میں معراج کا دن کو ظہر کے وقت ہونا بیان کیا ہے وہ یا تو کسی دوسری معراج کا واقعہ ہوگا یا اگر اسی معراج کا ہے تو بالکل لغو اور باطل ہے) لیکن صحیح دن اور تاریخ کا پتہ

لگانا نہایت مشکل ہے۔ محدثین کے ہاں کسی سے بھی بروایت صحیحہ اس کی تصریح موجود نہیں ہے۔ ارباب سیر نے بعض صحابہ' تابعین اور تبع تابعین سے کچھ روایتیں نقل کی ہیں لیکن ان کی تصریحات مختلف ہیں۔ تاہم اس پر سب متفق ہیں کہ یہ بعثت (نبوت ملنے) اور آغاز وحی کے بعد اور ہجرت سے پہلے کا واقعہ ہے جو مکہ معظمہ میں پیش آیا (۱۱)۔

[redacted]

نے لکھا ہے کہ "لوگوں کا اسی پر عمل ہے اور بعضوں کی رائے ہے کہ یہی قوی ترین روایت ہے کیونکہ اصول یہ ہے کہ جب کسی بات میں سلف کا اختلاف ہو اور کسی رائے کی ترجیح پر کوئی دلیل قائم نہ ہو تو بظن غالب وہ قول صحیح ہوگا جس پر عملدرآمد ہو اور جو لوگوں میں مقبول ہو (۱۲)۔

مندرجہ بالا اقوال کا یہ نتیجہ نکلا کہ معراج ستائیسویں رجب ۵۳ھ ولادت نبوی کو

[redacted]

خلوت رات میں ہی کو ہوا کرتی ہے ۔ اسی وقت دو محبوب اک جا ہوتے ہیں اس لئے آپ کو شب میں معراج ہوئی ۔

حکمت (۴) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضور اکرمؐ سے وہ محبت تھی کہ تھوڑی سی جدائی بھی شاق گزرتی تھی اگر معراج دن کی ہوتی تو صحابہ آپ کو تنہا نہ جانے دیتے خود بھی ہمرکاب رہنا چاہتے اگر سرکار انکار فرماتے تو ان کی دلشکنی ہوتی اگر ساتھ لے جاتے تو پھر آنحضرتؐ کی خصوصیت کیا باقی رہتی اس لئے رات کو جب سب سوگئے آپ عرش پر تشریف لے گئے اور ان کے بیدار ہونے سے پہلے واپس آگئے بس یوں سمجھ لیجئے کہ شفیق باپ کسی کام سے بازار کو جانا چاہتا ہے لیکن جانتا ہے اگر بچوں کے سامنے جائے گا تو وہ بھی ساتھ چلنا چاہیں گے نہ لے جاوے تو غمگین ہونگے اس لئے وہ انکو پہلے سلادیتا ہے پھر جلد جاکر کام سے فارغ ہوکر بازار سے کچھ تحفے لیتا ہوا بچوں کے بیدار ہونے سے قبل واپس آجاتا ہے بچے بیدار ہوکر پوچھتے ہیں کہ ابا کیا آپ بازار گئے تھے وہ کہتا ہے کہ ہاں گیا تھا مگر تم آزردہ نہ ہوں تم کو ساتھ نہ لے گیا تو کیا ہوا تمہارے واسطے دیکھو یہ تحفے لایا ہوں۔ بچے تحفوں کو دیکھ کر خوش ہوگئے ۔ گویا اسی طرح سرکار عرش پر تشریف لے گئے صحابہ آرام کررہے تھے ۔ صبح سرکار نے معراج کا واقعہ بیان فرمایا صحابہ کو ساتھ نہ لے جانے پر آزردہ ہونے سے قبل سرکار نے فرمایا آزردہ کیوں ہوتے ہو اگر میں تم کو نہ لے گیا تو کیا ہوا تمہارے واسطے نماز اور مغفرت کے کس قدر زبردست تحفے لایا ہوں۔

حضرت ابا جان علامہ فاضل قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس حکمت کو نہایت شیریں الفاظ

حوالے وحواشی:

(۱) سیرۃ النبی جلد ۳

(۲) پیغمبر نے فرمایا کہ میری معراج یونس کی معراج سے برتر نہیں ۔ مجھے عروجی معراج ہوئی اور ان کو نزولی اور اللہ تعالی کا قرب حساب سے بالاتر ہے۔

(۳) تنویر السراج فی لیلۃ المعراج

(۴) تفریح الاذکیا ۔ مرغوب القلوب فی معراج المحبوب

(۵) تفسیر ابن کثیر

(۶) سیرۃ النبی بحوالہ مواہب جلد اول

(۷) جامع ترمذی تفسیر سورہ ص ۔ مسند امام ابن حنبل بسند ابن معاذ

(۸) و (۹) خصائص کبریٰ ۔ وابن کثیر

(۱۰) خصائص کبریٰ

(۱۱) سیرۃ النبی جلد ۳

(۱۲) سیرۃ النبی ۔ بحوالہ زرقانی و رحمۃ للعلمین و خصائص

(۱۳) رحمۃ للعلمین

(۱۴) معراج شریف از مولوی ریاست علی صاحب قدوائی خیر آبادی

☆☆☆

معراج کیوں ہوئی؟

اگرچہ اس مرتبۂ معراج کے حاصل ہونے میں بہت سی حکمتیں پوشیدہ ہیں مگر بخوفِ طوالت یہاں پر صرف چند کا ذکر کردینا مناسب ہے۔

حکمتِ اوّل : کوئی نبی یا رسول دُنیا میں ایسا مبعوث نہیں ہوا جس کو مرتبۂ معراج نہ عطا ہوا ہو مگر ان انبیاء و رسل علیہم السلام کی معراج روحانی ہوتی تھی یا کسی کو بحالت خواب اور اگر جسمانی ہو بھی تو محدود مقام تک ہوتی۔ مگر چونکہ ہمارے آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء و رسل کے سردار ہیں اس لئے آپ میں سرداری کی کوئی خصوصیت ہونی لازم تھی پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخصوص و اکمل معراج حالت بیداری میں جسم کے ساتھ عطا فرمائی جو کسی نبی یا رسول کو حاصل نہیں ہوئی۔

حکمتِ دوّم : حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خلق کی ہدایت کرنے میں طرح طرح کی مصیبتیں اور کلفتیں اٹھائی تھیں اور اسی سلسلہ میں کافروں کے ہاتھوں اقسام کی تکلیفیں اور ایذائیں برداشت فرمائی تھیں۔ کافروں نے آپ کا اور آپ کے عزیزوں کا بائیکاٹ کیا تھا جس کی وجہ سے آپ کی اور آپ کے ساتھیوں کی شعب ابی طالب میں تین سال تک نہایت غربت و فلاکت میں زندگی بسر ہوئی اور اسی صدمہ سے اس کے بعد آپ کی وفادار اور مددگار رفیقۂ حیات حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا داغِ جدائی دے گئیں اور آپ کے ہمدرد چچا حضرت ابوطالب کا انتقال ہوگیا جس سے آپ کے مبارک دل کو بے حد صدمہ پہنچا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان تمام تکلیفوں اور رنج و غم کے دُور کرنے اور تسلی دینے اپنا قاصد بھیج کر بڑی شان کے ساتھ عرشِ اعظم پر آپ کو بلایا تاکہ آپ کے صدموں کا اثر زائل ہو اور آنحضرتؐ اپنی رفعت و شان کو ملاحظہ فرمائیں اور دُنیاوی کلفتوں کو عنایاتِ الٰہیہ کے مقابلے میں حقیر و ہیچ سمجھیں اور ملالِ دنیاوی کا غبار اپنے آئینۂ دل سے دُور فرمائیں۔

تیسری حکمت : اگرچہ جملہ مراتب اعلیٰ نبوت، رسالت، حوضِ کوثر، مقامِ محمود

شفاعت وغیرہ حضور صلعم کو درگاہِ باری تعالیٰ سے مرحمت اور عنایت ہوئے تھے مگر یہ تمام مراتب ذاتِ محمدی صلعم کے واسطے کافی نہ تھے اس لئے اللہ پاک نے آپ کو مرتبہ معراج شریف سے بھی سرفراز فرمایا۔

چوتھی حکمت : حضور صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ شفیع محشر ہیں اور قیامت کے دن کی دہشت ایسی سخت ہے کہ جس کی نسبت خود پروردگار عالم ارشاد فرماتا ہے کہ ان زلـــــزلة الســاعة شـی ءٌ عظیم (قیامت کا زلزلہ اور ہنگامہ بڑا زبردست ہے) اس لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے پہلے ہی سے آپ کو مقاماتِ ثواب و عذاب دکھلا دیئے کہ رعب اور دہشت جو اس روز کی تمام انبیاء کے دلوں میں ہے وہ آپ کے دل سے دور ہوجائے۔ اسی کا نتیجہ رہے گا کہ حشر میں تمام انبیاء نفسی نفسی (ہائے میں ہائے میں) کہیں گے اور آنحضرتؐ رب امتی امتی (اے میرے پالنے والے میری امت میری امت) فرمائیں گے۔

پانچویں حکمت : آنحضرت صلعم گناہ گاران اُمت کی مغفرت کے بارے میں ہمیشہ رنجیدہ رہتے کہ نہیں معلوم قیامت میں گناہ گاران اُمت کس عقاب و عذاب میں گرفتار رہیں گے۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسکین خاطر کے لئے آپ کو عرش پر بلا کر شفاعت اور مغفرت کی بشارت عطا فرمائی۔

چھٹی حکمت : علماء فرماتے ہیں کہ اگر آنحضرت صلعم کو دُنیا میں خداوند تعالیٰ کا دیدار نہ ہوتا تو شوق کی زیادتی اور دیدار کے اشتیاق میں آپ کا سینہ پھٹ جاتا۔ اس لئے اللہ پاک نے آپ کو مہمان بلا کر اپنے دیدار سے فیض یاب فرمایا۔

ساتویں حکمت : جنت کی خوش خبری دینے اور دوزخ سے ڈرانے یوں تو بہت سے رسول آئے مگر چونکہ حقیقت میں آپ ہی بشیر و نذیر ہیں اور کسی چیز کی رغبت وہی شخص اچھی طرح دلا سکتا ہے جس نے خود اپنی آنکھوں سے اس کو دیکھا ہو اور کسی چیز سے وہی شخص اچھی طرح لوگوں کو ڈرا سکتا ہے جس کو چشم خود اس نے ملاحظہ کیا ہو۔ اس لئے اللہ پاک نے آپ کو عرش پر بلا کر راہ میں مختلف حالات کا معائنہ کروایا دوزخ جنت کی سیر کروائی تاکہ آپ اپنی اُمت کو عمدہ طریقے سے جنت کی ترغیب اور دوزخ سے خوف دلاسکیں۔

آٹھویں حکمت: افضل و اکمل ترین وحی سے سرفراز فرمانے آپ کو فرش سے عرش پر یاد فرمایا گیا۔ کیونکہ وحی کی سب سے اعلیٰ قسم یہ ہے کہ بے پردہ بغیر کسی واسطہ کے خود خالق اکبر سے گفت و شنید ہو۔ چنانچہ اللہ پاک نے قاب قوسین سے زیادہ قریب ہوکر بے پردہ (اوحیٰ الی عبدہ ما اوحیٰ) اپنے بندہ کی طرف وحی فرمائی جو کچھ وحی کی۔

معراج جسمانی ہوئی یا رُوحانی

خواب تھا یا بیداری

معراج شریف جسمانی ہوئی یا رُوحانی حالت بیداری میں ہوئی یا حالت خواب میں یہ ایسے مسائل ہیں کہ جن میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اکثر صحابہ، تابعین، جمہور، فقہا، محدثین، متکلمین، صوفیائے عظام، حکمائے اسلام اور سلف و خلف میں ایک بڑی جماعت کا یہ قول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جسمانی ہوئی اور آپ اپنے جسم اور رُوح کے ساتھ آسمانوں اور عرش معلّٰی پر تشریف لے گئے اور واپس تشریف لائے اور یہ سب کچھ حالتِ بیداری میں واقع ہوا نہ کہ خواب میں۔ ہاں اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ممکن ہے حضور کو پہلے خواب میں بھی یہ چیزیں دکھائی گئی ہوں۔ جیسا کہ بہت سے واقعات پہلے آپ کو خواب میں دکھلائے گئے اور پھر اسی طرح عالم بیداری میں ظاہر ہوئے مثلاً واقعہ ہجرت اور مکۂ معظمہ جاکر عمرہ کرنا وغیرہ۔

حافظ ابونعیمؒ نے علی بن حسینؓ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا پہلی شے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی وہ رویائے صالحہ تھا۔ آپؐ خواب میں کوئی چیز دیکھتے تھے اور وہ بیداری میں بھی خواب کے مطابق واقع ہوتی تھی (۱)۔

یہاں یہ سوال ہوسکتا ہے کہ ایسا کیوں ہوتا تھا؟ کہ ایک وقت پہلے خواب میں وہی چیز ہو اور بعد میں بیداری میں بھی اس کا اعادہ ہو۔ حافظ ابونعیمؒ نے علقمہ ابن قیس سے روایت کی ہے کہ انبیا علیہم السلام کو اول جو شے دی جاتی تھی وہ خواب میں دی جاتی تھی خواب دیکھتے دیکھتے ان کے قلوب ٹھہر جاتے اور ان کو سکون ہوجاتا پھر اس کے بعد جو چیز

واقع ہونا ہے ہوتی (۲)۔ قرآن شریف اور احادیث شریف سے صاف طور پر معراج جسمانی کی تائید ہوتی ہے اور یہی عقیدہ مبنی برحق و صداقت ہے جیسا کہ آگے چل کر مفصل و مدلل معلوم ہوگا۔

اس مسئلہ میں جو اختلاف رائے ہے اس کے پیش نظر ہم کو تین مکتب خیال ملتے ہیں:

پہلا مکتب خیال: اس مکتب خیال کا یہ دعویٰ ہے کہ آنحضرت کو معراج رُوح اور جسم کے ساتھ حالتِ بیداری میں ہوئی اور جو کچھ واقعات گزرے ان کو آپ نے اپنے چشم سر سے دیکھا اپنے کانوں سے سُنا اور اپنے بیدار حواس سے محسوس فرمایا۔ جس طرح اوپر بیان ہوچکا ہے اسی خیال پر امت کا اجماع ہے۔

دوسرا مکتب خیال: یہ اس بات کا قائل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف روحانی معراج ہوئی اور وہ بھی خواب میں۔ یہ اپنی تائید میں حضرت حذیفہؓ، حضرت عائشہؓ اور حضرت معاویہؓ کی روایتوں کو پیش کرتے ہیں۔

تیسرا مکتب خیال: اس خیال کے حامل نہ معراج کو جسمانی سمجھتے ہیں اور نہ رُوحانی بلکہ وہ اس کو ایک اعلیٰ درجہ کا کشف خیال کرتے ہیں۔ چنانچہ بعض اہل تحقیق نے لکھا ہے کہ "درحقیقت سیر معراج نبوی ایک نہایت اعلیٰ درجہ کا کشف تھا۔ جس کو درحقیقت بیداری کہنا چاہئے۔ ایسے کشف کی حالت میں انسان ایک نوری جسم کے ساتھ حسب استعداد نفس ناطقہ آسمانوں کی سیر کرسکتا ہے۔ پس چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس ناطقہ کی اعلیٰ درجہ کی استعداد تھی اور انتہائی نقطہ تک پہنچی ہوئی تھی۔ اس لئے وہ اپنی سیر معراج میں معمورۂ عالم کے انتہائی نقطہ تک جو عرش عظیم سے تعبیر کیا جاتا ہے پہنچ گئے۔ درحقیقت یہ سیر کشفی تھی جو بیداری سے حد درجہ مشابہ ہے بلکہ ایک قسم کی بیداری ہے میں اس کا نام خواب ہرگز نہیں رکھتا۔ اور نہ کشف کا معمولی درجہ شمار کرتا ہوں بلکہ یہ کشف کا بزرگ ترین مقام ہے جو درحقیقت بیداری سے اس کشف کی حالت زیادہ اصفیٰ اور اعلیٰ ہوتی ہے۔ یہ سیر اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھی (۳)۔

معراج جسمانی کے نقلی دلائل

۱۔ آیت شریف اسریٰ: سُبْحَانَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی (ترجمہ) پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کا مصاحب ہو کر اس کو رات کے تھوڑے حصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) لے گیا۔ کو سبحان سے شروع فرمایا ہے۔ اس اسلوب بیان کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کے بعد کی بات کوئی بڑی اہم ہے۔ یہ اہم ہے جو تسبیح یعنی تنزیہہ کے معنوں میں ہے۔ معراج کا واقعہ چونکہ محیرالعقول اور صرف محسوسات کو حد ادراک سمجھنے والوں کو بعید معلوم ہوتا ہے اس لئے اللہ پاک نے پہلے ہی فرمادیا کہ سبحان وہ پاک ہے۔ جو چاہے کرسکتا ہے۔ قوانین طبعی سے مجبور نہیں اور اس معاملے میں رسول کو نہ جھٹلائیں کیونکہ وہ خود نہیں گئے بلکہ اللہ پاک لے گیا ہے۔

حق تعالیٰ نے جس اہتمام سے اسراء کے واقعہ کو بیان فرمایا ہے اس سے اس کا بے حد عجیب ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اگر یہ واقعہ خواب ہوتا یا رُوحانی سیر ہوتی تو ان باتوں کا واقع ہونا اتنا عجیب نہیں تھا کہ اس کو بیان فرماتے وقت بطور احسان و اظہار قدرت اپنی تسبیح بیان فرمائے۔

۲۔ آیت اسریٰ کے لفظ بِعَبْدِہٖ پر غور کیجئے۔ عبد کا اطلاق رُوح اور جسم دونوں کے مجموعہ پر ہوتا ہے۔ صرف رُوح یا صرف جسم پر بندہ ہونے کا اطلاق نہیں ہوتا۔ یہ واقعہ اگر خواب کا یا رُوحانی ہوتا تو بِرُوحِ عَبْدِہٖ (بندے کی رُوح کے ساتھ) فرماتا۔ قرآن میں ہر جگہ عبد جسم و رُوح کے مجموعہ ہی کے معنی میں آیا ہے۔ مثلاً اَرَاَیْتَ الَّذِیْ یَنْھٰی عَبْدًا اِذَا صَلّٰی۔ کیا دیکھا تو نے اس شخص (ابوجہل) کو جو بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو نماز سے منع کرتا ہے۔ ابوجہل سرکار کی ظاہری نماز سے منع کرتا تھا روحانی اگر نماز ہوتی تو اس کو ممانعت کی کیا حاجت تھی۔ دوسرے مقام پر ہے وَاَنَّہٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُاللّٰہِ۔ یعنی بے شک جب اللہ کا بندہ کھڑا ہوتا ہے۔ یہاں بھی عبد مجموعہ جسم و رُوح کا نام ہے۔

۳۔ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا (لے گیا اپنے بندے کو رات کے تھوڑے حصے میں) فرمانا اس بات کو صاف کردیتا ہے کہ اللہ پاک آپ کو جسم و رُوح کے ساتھ رات کے تھوڑے حصے میں

لے گیا۔ اسراء اگر خواب میں ہوتا تو رات و دن کی تخصیص بالکل بے فائدہ تھی وقت کی کمی بیشی کا ذکر بھی بالکل غیر ضروری تھا۔

۴۔ اس واقعہ کو لوگوں کی آزمائش کا سبب قرار دیا گیا۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْیَا الَّتِیْٓ اَرَیْنٰکَ اِلَّا فِتْنَۃً لِّلنَّاسِ (ہم نے جو کچھ تجھ کو دکھایا اس کو لوگوں کے لیے آزمائش بنایا۔ اگر یہ خواب ہی تھا تو اس میں لوگوں کی ایسی کونسی بڑی آزمائش تھی جسے مستقل طور پر بیان فرمایا گیا۔

۵۔ پھر جو لوگ اس سے پہلے ایمان لاچکے تھے ان میں سے بعض کیا وجہ ہے کہ واقعہ معراج کو سُن کر اسلام سے پھر جاتے چنانچہ احادیث سے ثابت ہے کہ بعض لوگ اس واقعہ کو سُن کر منکر اسلام ہوگئے۔ اس سے ظاہر ہے کہ آپ نے خواب کا قصہ نہ بیان فرمایا ورنہ خواب سن کر لوگ فتنہ میں نہ پڑتے۔

۶۔ حضرت ابن عباس اس آیت (وماجعلنا الخ) کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ وہ آنکھوں کا رویا تھا جو آنحضرت کو دکھایا گیا۔ (بخاری کتاب الاسراء)

۷۔ خود قرآن فرماتا ہے کہ مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی (نجم) نہ نگاہ بہکی نہ نگاہ بھٹکی۔ ظاہر ہے کہ بصر (نگاہ) انسان کی ذات کا ایک وصف ہے نہ کہ رُوح کا۔

۸۔ اگر آپ اس واقعہ کو بطور خواب بیان فرماتے تو کافر اس طرح جلدی اور شدت سے آپ کو نہ جھٹلاتے۔ ایک شخص اپنا خواب اور خواب میں دیکھی ہوئی عجیب باتیں بیان کررہا ہے۔ کرے۔ کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ اس طرح شدت سے اس کا انکار کرتے۔

یہ کہنا کوئی بڑا آدمی جب اچھا خواب بیان کرتا ہے تو لوگ اس کو بھی جھٹلاتے ہیں مگر کافر تک سرکار عالم کو صادق اور امین سمجھتے تھے وہ صرف ایک خواب پر آپ کا اتنا مضحکہ و انکار نہ کرتے۔

۹۔ حضرت ابوسعید خدریؓ نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں عشاء کے وقت خانہ کعبہ میں سورہا تھا ایک آنے والا (جبرئیلؑ) آیا اور اس نے آکر مجھے اُٹھایا اور میں اٹھا (۴)۔ اسی طرح حسن بصریؒ سے بھی روایت ہے (۵)۔ پھر معراج کا واقعہ ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا

ہے کہ یہ سب کچھ بیداری میں ہوا (۶)۔

۱۰۔ آنحضرتؐ نے جب بیت المقدس تک جانے کا ذکر فرمایا تو مخالفین نے کہا کہ "اے محمد تم کہتے ہو کہ صرف ایک شب میں تم خانہ کعبہ سے بیت المقدس گئے اور واپس آئے" (۷)۔ اس سوال میں جو حیرت کا اظہار ہے وہ اس بات کی غمازی کر رہا ہے کہ آپ نے ان سے جسم کے ساتھ بیت المقدس کو تشریف لے جانا بیان فرمایا تھا۔ اگر بطور خواب بیان فرماتے تو وہ 'ایک شب میں" نہ کہتے (۸)۔

۱۱۔ اگر یہ خواب کی حالت ہوتی یا رُوحانی طور پر ہوتی تو جس وقت کفار نے آپ کو جھٹلایا تھا یا بیت المقدس اور راستے کے قافلوں کے حالات پوچھے تھے۔ جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے (ان روایات میں بعض صحاح میں ہیں اور بعض بیہقی سے مروی ہیں) تو آپ اس وقت بہت سہولت سے جواب دے دیتے کہ میں بیداری میں اس کے ہونے کا کب مدعی ہوں جو تم ایسی باتیں کرتے ہو۔ اور بیت المقدس کی ہیئت و کیفیت بیان کرنے کے متعلق فکر میں نہ پڑتے جس طرح حدیثوں میں ہے کہ کافروں کے سوال کرنے پر آپ کو فکر ہوئی حق تعالیٰ نے منکشف کردیا اور آپ نے بتلادیا (مسلم شریف) اس سے ظاہر ہے کہ یہ بیداری کا واقعہ ہے (۹)۔

۱۲۔ حضرت اُمّ ہانی بنت ابی طالب سے روایت ہے کہ "رات کو میں بیدار ہوئی تو آپ کو نہ پایا ہر چند تلاش کی لیکن مایوسی ہوئی ڈر تھا کہ کہیں قریشیوں نے کوئی دھوکہ نہ کیا ہو" (۱۰)۔ یہ شب معراج کا حال ہے اگر روحانی یا خواب میں معراج ہوتی تو آپ کا جسم مبارک غائب نہ ہوتا (۱۱)۔

۱۳۔ معراج کی صبح کو ابوبکرؓ آئے اور کہنے لگے کہ یا رسولؐ اللہ آپ رات کو کہاں تھے؟ جہاں جہاں خیال پہنچا میں نے سب جگہ تلاش کیا لیکن آپ نہ ملے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا میں تو رات میں بیت المقدس ہو آیا الخ (۱۲)۔ اس سے بھی جسمانی معراج کا بیّن ثبوت ملتا ہے۔

۱۴۔ آنحضرتؐ نے فرمایا "راہ میں ایک قافلہ ملا جس کا اونٹ براق سے چمک گیا اور اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔" دوسری روایت میں ہے کہ "راستے میں ایک قافلے پر میرا گزر ہوا ایک پیالہ میں پانی تھا میں نے اُس کو پی لیا (۱۳)۔ براق سے اونٹ کا چمکنا' ٹانگ کا ٹوٹنا آپ کا

پانی پینا یہ تمام چیزیں خواب کی یا رُوحانی معراج میں کیسے ہوسکتی ہیں۔

۱۵۔ ایک نہایت عمدہ اور زبردست فائدہ اس بیان میں اس روایت سے ہوتا ہے جو حافظ ابو نعیم اصفہانی کتاب دلائل النبوۃ میں لائے ہیں کہ جب دحیہ بن خلیفہ رضی اللہ عنہ کو رسول صلعم نے قیصر روم کے پاس بطور قاصد کے اپنے نامہ مبارک کے ساتھ بھیجا تو قیصر نے دحیہؓ کلبیؓ سے حمص میں ملاقات کی۔ ہرقل نے عرب کے تاجروں کو جو ملک شام میں تھے جمع کیا اس جماعت میں اتفاقاً ابوسفیان بھی تھے۔ ہرقل نے ابوسفیان سے آنحضرتؐ کے بارے میں بہت سے سوالات کئے جو بخاری و مسلم میں بھی ہیں یہاں طوالت کے خوف سے ان کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ ابوسفیان کی اول سے آخر تک یہی کوشش رہی کہ کسی طرح حضورؐ کی برائی اور حقارت ہرقل کے سامنے کرے تاکہ بادشاہ کے دل کا میلان آنحضرتؐ کی طرف نہ ہو وہ خود کہتے ہیں میں صرف اس خیال سے غلط باتیں کرنے اور تہمتیں دھرنے سے باز رہا کہ کہیں میرا کوئی جھوٹ اس پر کھل نہ جائے اور وہ مجھے جھٹلادے اور ندامت ہو۔ اسی وقت ایک خیال آیا اور میں نے کہا بادشاہ سلامت سنئے میں ایک واقعہ بیان کروں گا جس سے آپ پر یہ بات کھل جائے گی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) (نعوذ باللہ) بڑے جھوٹے ہیں۔ سنئے ایک دن وہ کہنے لگا کہ اس رات وہ مکے سے چلا اور آپ کی اس مسجد میں یعنی بیت المقدس کی مسجد میں آیا اور پھر صبح سے پہلے مکہ پہنچ گیا۔ میری یہ بات سنتے ہی بیت المقدس کا لارڈ پادری جو شاہ روم کی اس مجلس میں اس کے پاس بڑی عزت سے بیٹھا تھا فوراً ہی بول اٹھا کہ یہ بالکل سچ ہے مجھے اس رات کا علم ہے۔ قیصر نے تعجب خیز نظروں سے اس کی طرف دیکھا اور ادب سے پوچھا جناب کو کیسے معلوم ہوا؟ اس نے کہا سنئے؟ میری عادت تھی اور یہ کام میں نے اپنے متعلق کر رکھا تھا کہ جب تک مسجد کے دروازے اپنے ہاتھ سے بند نہ کرلوں سوتا نہ تھا۔ اس رات میں دروازے بند کرنے کو کھڑا ہوا سب دروازے اپنے ہاتھ سے بند کردیئے۔ لیکن ایک دروازہ مجھ سے بند نہ ہوسکا میں نے ہر چند زور لگایا آخر اپنے آدمیوں کو آواز دی۔ وہ آئے۔ ہم سب نے مل کر طاقت لگائی لیکن سب کے سب ناکام رہے۔ بس یہ معلوم ہورہا تھا کہ گویا ہم کسی پہاڑ کو اس جگہ سے ہٹانا چاہتے ہیں۔ میں نے بڑھئی بلوائے انھوں نے

دیکھا بھالا ترکیبیں کیں لیکن وہ بھی ہار گئے اور کہنے لگے صبح پر رکھئے چنانچہ وہ دروازہ اس شب یونہی رہا دونوں کواڑ بالکل کھلے رہے۔ علی الصباح میں اسی دروازے کے پاس گیا تو دیکھا کہ اس کے پاس کونے میں جو چٹان تھی اس میں ایک سوراخ ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس میں رات کو کسی نے جانور باندھا ہے اس کے اثر اور نشان موجود تھے۔ میں سمجھ گیا اور میں نے اسی وقت اپنی جماعت سے کہا کہ رات ہماری مسجد کسی نبی کے لئے کھلی رکھی گئی اور اس نے یہاں ضرور نماز ادا کی (ملخصا) (۱۳)۔ دروازہ کا کھلا رکھا جانا اور براق کا باندھا جانا اس پر دال ہیں کہ حضور انور کو معراج جسمانی ہوئی۔

۱۶۔ اگر خواب میں آنحضرت کا آسمانوں پر سدرۃ المنتہٰی تک تشریف لے جانا مانا جائے تو اس میں آنحضرت کی کوئی تخصیص باقی نہیں رہتی ہم تو خواب میں عرش اعلیٰ کی بھی سیر کرسکتے ہیں۔ چنانچہ خصائص کبریٰ میں علامہ جلال الدین سیوطی نے بحوالۂ ابن سعد صالح بن کیسا سے روایت کی ہے کہ ان سے محرز بن فضلہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے دنیا کے آسمان کو دیکھا کہ میرے واسطے کھول دیا گیا ہے یہاں تک کہ میں آسمان میں داخل ہوا اور ساتویں آسمان تک پہنچا پھر میں سدرۃ المنتہٰی تک گیا مجھ سے کہا گیا کہ یہ تیری جگہ ہے۔ میں نے اس خواب کو ابوبکر صدیقؓ کے سامنے بیان کیا۔ ابوبکر صدیقؓ آدمیوں میں بڑے معبّر (تعبیر خواب دینے والے) تھے۔ انھوں نے تعبیر دی کہ تم کو شہادت کی بشارت ہو۔ محرزؓ اس کے ایک دن بعد غزوہ ذی قردہ میں شہید ہوئے۔

ملاحظہ ہو ایک صحابی بھی خواب میں سدرہ کی خبر لاتے ہیں پھر آخر رسول میں اور امتی میں کیا امتیاز تھا کہ اللہ پاک نے آپ کے خواب کو اتنی اہمیت دی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت کو معراج جسم اور رُوح کے ساتھ عالم بیداری میں ہوئی۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اگر خواب مانا جائے تو سرکار کو بھی تعبیر کے لحاظ سے شہید ہونا چاہئے تھا۔

۱۷۔ اِسرا کے لغوی معنی رات کے وقت چلنے اور سفر کرنے کے ہیں اور یہ چلنا جسم کے ساتھ مخصوص ہے خواب میں چلنے' پھرنے' دوڑنے اُڑنے کو آج تک کسی نے اسرا نہیں کہا قرآن کریم میں بھی اسراء جہاں بھی آیا ہے اسی معنی میں آیا ہے۔ ولقد اوحینا الی موسیٰ اَن اَسرِ بعبادی

(طٰہٰ ۴ع) (اور بے شک ہم نے موسیٰ کو وحی کی کہ میرے بندوں کو لے کر رات کے وقت نکل جا)۔ اسی طرح شعراء (۴ع) دخان (۱ع) میں بھی حضرت لوطؑ کو ارشاد ہوتا ہے فـاسْـرِ بـاهـلـک بـقـطـعٍ مـن الـلـیـل (ہود ۷ع وحجر ۵ع) اپنے اہل کو لے کر کچھ رات رہے نکل جا۔ سب جانتے ہیں کہ لوطؑ اور موسیٰؑ کا اسراء یعنی رات کے وقت لے جانا جسمانی صورت میں تھا نہ کہ روحانی حالت میں۔ جب یہ ظاہر ہوگیا تو پھر کیا اَسریٰ بعبدہٖ کو سیر رُوحانی سے تعبیر کرنا یا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جسمانی نہیں بلکہ روحانی حالت میں لے گیا تھا لغت، اصطلاح اور سب سے بڑھ کر لغت قرآنیہ کے خلاف نہیں؟ اسرا کسی طرح بھی سیر رُوحانی کے معنی نہیں دیتا (۱۵)۔

نورِ حق شاہد لولاک لما آج کی رات عرشِ اعلیٰ پہ گیا حق سے ملا آج کی رات

(حضرت علامہ فاضلؔ)

حوالے وحواشی:

(۱)، (۲) خصائص کبریٰ

(۲) اسرار شریعت جلد سوم ص ۲۶۱

(۳) بحوالہ بیہقی در تفسیر ابن کثیر

(۴) سیرت ابن اسحٰق

(۵) ابن جریر طبری

(۶) از مؤلف

(۷) ابن کثیر ونسائی

(۸) از مؤلف

(۹) التنویر السراج فی لیلۃ المعراج

(۱۰) طبرانی' خصائص الکبریٰ

(۱۱) از مؤلف

(۱۲) ابن کثیر بحوالہ ترمذی

(۱۳) خصائص الکبریٰ وابن کثیر۔ ۲

(۱۴) تفسیر ابن کثیر

(۱۵) تحفہ معراج

☆☆☆

معراج جسمانی پر عقلی اعتراضات اور اس کے جواب

ہم نے اب تک یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جسمانی معراج ہوئی ہے اس کے ثبوت میں جو دلیلیں پیش کی گئیں اور ان پر جو اعتراضات کیے گئے تھے ان کے جوابات سب نقلی یعنی قرآن وحدیث کی روشنی میں دیے گئے ۔ لیکن اب معراج شریف پر جو عقلی اعتراضات کیے جاتے ہیں ان کا جواب عقلی دلائل سے دے کر ہم یہ ثابت کریں گے کہ آنحضرت صلعم کا جسم اقدس کے ساتھ تھوڑی دیر میں بیت المقدس اور آسمان پر جا کر آیات کبریٰ (بڑی نشانیاں) اور عجائبات کو دیکھ کر تشریف لالینا عقل کی عدالت میں کسی طرح ناممکن اور غلط نہیں ہوسکتا ۔

معراج جسمانی پر عقلی اعتراضات کرنے والے تین طبقوں میں تقسیم کیے جاسکتے ہیں:

(۱) وہ لوگ جو خدا اور رسول پر ایمان رکھتے ہیں معجزہ کے قائل اور اللہ تعالیٰ کو فعال لما یرید (جو چاہتا ہے کرتا ہے) اور علی کل شیء قدیر (ہر چیز پر قدرت رکھنے والا) کی صفات عظیمہ سے متصف مانتے ہیں ان کو تو قرآن وحدیث کے استدلال سے تشفی ہوجانی چاہیے اور ناقص عقل انسانی سے جو بہت محدود ہے لامحدود قدرت والے پروردگار کی نشانیوں کا احاطہ کرنے کی سعی نامشکور نہ کرنی چاہیے کیوں کہ انسان کی عقل صحیح فیصلے تک نہیں پہنچ سکتی ۔ عقل میں غلطی کا زبردست امکان ہے اگر یہ مانا جائے کہ عقل کا ہر فتویٰ قابل قبول اور صحیح ہے اس میں غلطی ناممکن ہے تو پھر کسی معاملے میں مختلف عقل مند اور حکماء مختلف الرائے نہیں ہوتے کیونکہ ہر ایک کی عقل صحیح بات سجھاتی مگر یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ مختلف مسائل میں عقلاء کے ہزاروں خیالات اور نظریات ہیں جو ایک دوسرے سے بالکل مختلف اور علیحدہ ہیں ۔ ہم خود سمجھ سکتے ہیں وہ لوگ فہم وفراست سے غیب کے اسرار کیا معلوم کرسکیں گے جن کو موجودہ اور آنکھ پھر جن چیزوں کو دیکھتے اور کام میں لاتے ہیں ان کے بھی حقائق کا پتہ نہیں ایک فلسفی

اگر کچھ دلیل قائم کرتا ہے تو دوسرا اس کو رد کردیتا ہے ۔ ایک اپنے استدلال عقلی کو ہمالیہ کی طرح مستحکم سمجھتا ہے تو دوسرا اس کے پرخچے اڑا دیتا ہے ۔ علامہ ابن تیمیہؒ نے رد منطق میں لکھا ہے:

”فلاسفہ کوئی متحد الخیال جماعت نہیں جس کا علم الٰہیات اور طبیعات میں کوئی ایک مذہب ہو بلکہ وہ مختلف الخیال فرقے ہیں اور ان کے اندر اس قدر خیالات اور رائے کا اختلاف ہے کہ اس کا احاطہ بھی مشکل ہے ۔ باہمی اختلافات تو اس سے بھی زیادہ ہیں جس قدر کسی ایک آسمانی مذہب کے مختلف فرقوں کے اندر ہیں“ (۱)۔

اس اختلاف رائے وخیال کی بنا پر کسی فلسفی کا یہ دعویٰ کہ چونکہ مذہب کا فلاں مسئلہ فلسفہ (یا ہماری رائے اور عقل) کے خلاف ہے اس لئے ناقابل قبول ہے، مہمل ہے ۔ یہ مذہب ہی پر کیا موقوف ہے ہر نظام فلسفہ کا قائل دوسرے نظامات فلسفہ کے غلط ہونے پر اسی زور و قوت سے اس استدلال کو کام میں لاسکتا ہے۔

مختصر یہ کہ انسانوں کا علم محدود ہے ان کی معلومات ان کی مجہولات کے مقابلے میں کم حیثیت رکھتی ہیں ۔ اس فضائے کائنات کی بے شمار آبادیوں میں سے زمین نام ایک آبادی کے چوتھائی خشک حصے کے بعض اجزائے کائنات تک فقط ان کی رسائی ہوسکی ہے اس مبلغ علم پر اتنا عظیم الشان دعویٰ کسی طرح زیب نہیں دیتا ۔

سائنسداں ہوں یا فلسفی کوئی ہمہ دانی کا دعویٰ نہیں کرسکتا ۔ سائنسداں علانیہ اعتراف کرتے ہیں کہ وہ صرف ”کیسے“ کا جواب دے سکتے ہیں ۔ کیوں ؟؟ کا جواب ان کے موضوع بحث سے خارج ہے ۔ کہتے ہیں بجلی میں بہت قوت ہے ۔ مگر کیوں ؟ کا جواب دینے سے عاجز ہیں ۔

اگرچہ معراج شریف کے واقعات ظاہری نظر میں خلاف قانون فطرت معلوم ہوتے ہیں مگر تھوڑے سے غور کے بعد ہم اس گتھی کو سلجھا سکتے ہیں ۔ اس میں شک نہیں کہ اللہ پاک نے کائنات میں ہر چیز کے لیے علل، اسباب وعادات مقرر فرمائے ہیں اور دنیا کے زیادہ تر واقعات ان ہی عادات جاریہ کے مطابق ہوتے ہیں لیکن کبھی کبھی قدرت الٰہی اس عادت کو توڑ بھی دیتی ہے ۔ اگر اس کی عادت جاریہ بہ یک رنگی اختیار نہ کرتی تو مخلوقات

اپنے منافع کے حصول اور مضرتوں کے دفعیہ کے لیے پہلے سے کوئی تیاری نہ کر سکتے ۔ اللہ پاک نے اسباب وعلل کو خوش آئند بنایا ہے لیکن معجزہ سے خرق عادت بھی کر دیتا ہے ۔ جو مالک کسی قانون کو بنانے کی قدرت رکھتا ہے وہ اس کے توڑنے پر بھی قادر ہے۔ قانون فطرت ہے کہ جو کوئی بلندی سے گرے گا اس کی ٹانگ وغیرہ ٹوٹے گی یا موت واقع ہوگی لیکن یہ بات اکثر ہمارے مشاہدے میں آئی ہے کہ ایک ہی بلندی سے چند آدمی گرتے ہیں کوئی ہلاک ہو جاتا ہے کسی کو زخم آتے ہیں اور کوئی ایسا رہتا ہے کہ اسے کچھ ہوا ہی نہیں بلکہ گویا اس نے اپنے نرم بچھونے پر صرف کروٹ لی ہے ۔ تو معلوم ہوا کہ گرنا در اصل ٹانگ ٹوٹنے کا باعث نہیں ہے بلکہ ٹانگ وغیرہ کا ٹوٹنا کسی اور کی مرضی اور ارادے پر موقوف ہے ۔

اسباب وعلل اور خرق عادت پر مولانا رومؒ نے اپنا حکیمانہ اور عارفانہ استدلال یوں پیش فرمایا ہے ۔

اے گرفتار سبب ! بیروں مپر   لیک عزل آن مسبب ظن مبر

(اے وہ جو اسباب وعلل کی زنجیر میں گرفتار ہے حد سے زیادہ نہ اڑھ ۔ اور یہ خیال نہ کر کہ اسباب وعلل کے بناء سے وہ علۃ العلل اور مسبب الاسباب بیکار ہو گیا ۔

ہرچہ خواہد او مسبب آورد   قدرت مطلق سبہا بردرد

وہ حقیقی مسبب الاسباب جو چاہے کرے اور اس کی قدرت علی الاطلاق اسباب کو توڑ دے ۔

لیک اغلب برسبب راند نفاذ   تا بداند طالبے جستن مراد

لیکن بیشتر وہ اسباب ہی کے مطابق دنیا کو چلاتا ہے تاکہ کام کرنے والوں کو اپنے حصول مقصد کا راستہ معلوم ہو ۔

ایں سبب ہا برنظر ہا پردہاست   کہ نہ ہر دیدار صنعش را سزاست

یہ ظاہری اسباب نگاہوں پر پردے ہیں کیونکہ ہر آنکھ اس کی صنعت کو نہیں دیکھ سکتی ۔

دیدۂ باید سبب سوراخ کن   تا حجب را بر کند از بیخ و بن

اس کے لیے ایسی آنکھ کی ضرورت ہے جو اسباب کا پردہ چاک کر دے تاکہ حجابات اٹھ جائیں ۔

سنگ برآہن زنی بیروں جہد   ہم بامر حق قدم بیروں نہد

جب پتھر لوہے پر مارو تو اس سے آگ نکلتی ہے یہ خدا ہی کا حکم ہے اپنا قدم باہر نکالتی ہے ۔

سنگ و آہن خود سبب آمد ولیک   تو ببالا ترنگر اے مرد نیک

پتھر اور لوہا گویہ دونوں آگ کا سبب ہیں لیکن ذرا اس سے آگے بڑھ کر غور کرو ۔

کیں سبب را آں سبب آورد پیش   بے سبب کے شد سبب ہرگز بخویش

کہ ظاہری سبب کو اس حقیقی سبب (خدا تعالیٰ) نے آگے کر دیا یہ ظاہری سبب خود بخود بلا سبب کب پیدا ہوا ہے ۔

نیز ہم کو جتنا ماضی کا علم ہے وہ تاریخ سے ہے اور تاریخ میں انہی کی روایت مستند مانی جاتی ہے جنھوں نے بچشم خود مشاہدہ کیا ہو ان کی صداقت و راست بازی مسلمہ ہو اور درمیانی راوی راست گفتاری اور سچائی کی صفت سے متصف ہوں اگر یہ شرائط پورے ہو جائیں تو ہم ان واقعات کو بلا کم و کاست و چوں و چرا مان لیتے ہیں۔ فلسفہ اور سائنس بھی ایک قسم کی تاریخ ہے ۔ کیا یونانی ، اسلامی اور یوروپی قدیم حکماء کی رائیں روایت سے نہیں پہنچی ہیں جن پر ہماری موجودہ سائنس اور فلسفہ کا مدار ہے ۔ ہم کہتے ہیں کہ افلاطون نے یوں کہا اور ڈارون نے یوں .... یہ سب کچھ تاریخ سے معلوم ہوا اور درمیان کے راویوں کی صداقت و راست بازی پر چونکہ ہم کو بھروسہ ہے اس لیے ہم اس کو مانتے ہیں کہ انہوں نے ہی کہے ہیں ۔

بعینہ یہی اصول محدثین نے ہر روایتی شہادت کے قبول کرنے کے لیے مقرر کیے ہیں ۔ پیغمبر اسلام کی طرف جس قدر بھی صحیح و مستند معجزات منسوب ہیں ان میں سے ایک بھی ایسا نہیں جس کی صداقت کو اس اصول پر نہ پرکھ لیا گیا ہو ۔

دنیا میں جو بھی واقعہ ظہور پذیر ہوگا اس کے علم کے دو ہی طریقے ہیں یا تو انسان اس واقعہ کے وقت موجود ہوگا یا موجود نہ ہوگا پہلی صورت میں اس کا علم اس کے احساس و مشاہدہ پر موقوف ہے اور وہ روایت کے جھگڑوں سے بے نیاز ہے ۔ جیسے کہ ان صحابہ کا کسی معجزے کے متعلق علم ۔ دوسری صورت میں اس واقعہ کا علم صرف روایت سے ہو سکتا ہے اور اس کے سوا کوئی ذریعۂ علم اس کے لیے دنیا میں موجود نہیں ۔ ہمارا فرض صرف اس قدر ہے

کہ روایات کی تحقیق کرلیں دنیا میں ہر واقعہ کے ثبوت کا یہی طریقہ ہے اور وہی اس باب میں بھی کارآمد ہے۔ یہ کیسی زبردستی ہے کہ جس طرزِ استدلال پر دنیائے یقین کا علمی کاروبار چل رہا ہے اس کو اگر مذہب استعمال کرے تو مدعیانِ عقل کی جبین متانت پر بل پڑ جاتے ہیں۔

ڈاکٹر کارپنٹر مشہور حکیم کہتا ہے کہ:

''قائل مذہب سائنسداں کو یہ ماننے میں کوئی عقلی دشواری نہیں پیش آسکتی کہ خالق فطرت اگر چاہے تو کبھی کبھی قوانین فطرت کے خلاف کردے سکتا ہے۔ مجھ کو معجزات کے خلاف سائنس کے کسی فتوے کا علم نہیں ہے جو معتبر شہادت کی موجودگی میں ان کے قبول سے مانع ہو۔ لہٰذا میرے نزدیک اصل سوال صرف یہ ہے کہ اس قسم کی تاریخی معتبر شہادت موجود ہے یا نہیں جس سے معلوم ہو کہ خالق فطرت کبھی کبھی فطرت کے خلاف بھی کردیتا ہے۔''

(The Miriocles of unbelief of Fren Beloder)

اگر روایت کی کافی شہادت مل جائے تو ہکسلے جیسا فلسفی تک اس روایت کے تسلیم کرنے میں کوئی تامل نہیں کرے گا ایک روایت ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے پانچ روٹیوں اور دو مچھلیوں سے پانچ ہزار آدمیوں کا پیٹ بھردیا (یوحنا باب۶ آیات ۵ تا ۱۴)

اس کے متعلق ہکسلے کہتا ہے کہ ممکنات و ناممکنات کے بارے میں سب کے موجودہ خیالات کچھ ہی ہوں لیکن مذکورہ بالا چیزوں کی تشفی بخش شہادت کے بعد مجھ کو ماننا پڑے گا کہ پچھلے خیالات غلط تھے اور اور اس معجزے کو ممکنات فطرت کی ایک نئی اور خلاف توقع مثال سمجھوں گا (مقالات ہکسلے جلد ۵)

اوپر عقل و سائنس کی حقیقت و نوعیت کے متعلق جو بحثیں گزری ہیں ان سے جو ایک نتیجہ نہایت صاف طور پر نکلتا ہے اس کو ولیم اسٹانلی جیونس کی زبانی سن لیجیے:

''ہم کارخانہ فطرت میں مداخلت خداوندی کے امکان کو کسی طرح باطل نہیں ٹھہرا سکتے جس قوت نے کائنات مادّی کو خلق کیا ہے وہ میرے نزدیک اس میں حذف و اضافہ بھی کرسکتی ہے۔ اس قسم کے واقعات ایک معنی کرکے ہمارے لئے

ناقابل تصور کہے جاسکتے ہیں۔ پھر بھی یہ اس سے زیادہ ناقابل تصور نہیں ہیں جتنا کہ خود عالم کا وجود (Principles of Sceince)۔

اہل ایمان کے مزید اطمینان کے لیے اور ان شکوک وشبہات کے دفعیہ کے لیے جو مخالفین کے اعتراضات سے دلوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ معراج جسمانی کا عقل کی روشنی میں بھی ثبوت دیا جائے گا۔ جو کچھ اوپر بیان کیا گیا اس میں عقل کی نارسائی، سائنس کی مجبوری اور فلسفہ کی بے بسی کا نقشہ کھینچ کر یہ بتایا گیا ہے کہ یہ بالکلیہ بھروسہ کے قابل نہیں۔

۲۔ معراج جسمانی پر اعتراض کرنے والا دوسرا طبقہ وہ ہے جو کسی نہ کسی مذہب کا پیرو ہے، اور جو اسلام سے صرف تعصب کی بنا پر ایک قسم کی دشمنی رکھتے ہوئے اس کے مسلمات پر بغیر سوچے سمجھے اعتراض کردیتا ہے۔ مثلاً عیسائی، یہودی وغیرہ۔ حالانکہ اگر خود ان کے مذہبی روایات کو دیکھا جائے تو نہ صرف وہ خلاف عقل اور مضحکہ خیز ہوتے ہیں بلکہ ان کے راوی بھی ناقابل اعتبار اور مجہول ہوتے ہیں۔ دنیا میں اہل اسلام کو یہ فخر حاصل ہے کہ انھوں نے اپنے پیغمبر کی ہر ہر بات کو نہایت احتیاط سے اکٹھا کیا ہے۔ راویوں کو جانچنے اور ان کو ناقابل اعتبار یا غیر معتبر قرار دینے کے لیے ان کے پاس ایک مستقل فن رجال ہے جس میں ہر راوی کے حالات اس کے عادات و اطوار بیان کیے گئے ہیں۔ اس لیے اس طبقہ کے اعتراض کی کوئی قیمت نہیں کیوں کہ ان کے پاس بھی معراج کی طرح کا واقعہ ہونا ناممکن نہیں۔ مثلاً عیسائی دنیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج شریف پر اعتراض کر ہی نہیں سکتی کیوں کہ ان کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان پر چلے گئے اور دوسرے یا چوتھے آسمان پر اب تک زندہ موجود ہیں۔ اور خود ہمارا بھی اعتقاد یہی ہے کہ عیسیٰؑ کو سولی نہیں دی گئی بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو آسمان پر اٹھالیا اور وہ آسمان پر زندہ ہیں۔ ہمارا یہ عقیدہ قرآن کے بموجب ہے۔ پس جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر جانا ممکن ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتوں آسمانوں کو طے کرنا اور عرش و کرسی دوزخ جنت کی سیر فرمانا اور دیدار خداوندی سے مشرف ہونا بھی ناممکن نہیں۔ اس میں شک وشبہ اعتراض کی قطعی گنجائش نہیں۔

اسی طرح دیگر مذاہب کا بھی حال ہے۔ طوالت کے خیال سے ایک مثال پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

۳۔ رہا تیسرا طبقہ یہ دہریوں اور بلا مذہب کا ہے جو نہ خدا کے وجود کا ہی قائل ہے اور نہ رسالت و معجزات کا۔ ان کو پہلے خدا کا قائل کرنا پڑے گا تا کہ پھر ان کو معراج و معجزات کی صداقت اور وقوع پر قائل کیا جاسکے ورنہ جس طرح اللہ پاک فرماتا ہے:

وما تغنی الآیات والنذر عن قوم لایومنون .

جو لوگ ایمان نہیں رکھتے ان کے لیے آیات (نشانیاں) اور نذر (ڈراوے) بے کار ہیں۔ ان کو قائل کرنے کی کوشش بھی بے کار ہے۔

حوالے وحواشی:

(۱) سیرت النبی جلد (۳)

☆☆☆

معراج جسمانی پر عقلی اعتراضات

۱۔ کسی ثقیل جسم کا آسمان کی طرف جانا عقل کے خلاف ہے زمین کی قوت کشش اس کو نیچے کھینچ لیتی ہے۔

۲۔ آسمان کے اوپر جسم کا جانا ان کے پھٹنے اور ملنے کو چاہتا ہے اور آسمانوں کو پھٹنا محال ہے۔

۳۔ زمین سے تھوڑے وقت میں ساتویں آسمان پر جانا اور آجانا عقل کے خلاف ہے۔

۴۔ سائنسدانوں نے تحقیق کی ہے کہ آسمان کوئی چیز نہیں۔ یہ جو نیلی گنبد نظر آتی ہے وہ ایک حد نظر اور ہواؤں کی تہوں کا رنگ ہے۔ جب آسمان کا ہونا بحث طلب ہے تو پھر معراج میں آسمانوں پر جانا کس طرح مانا جائے۔

۵۔ زمین و آسمان کے درمیان دو کرّے ایسے ہیں جن میں سے ایک ایسا ٹھنڈا ہے جس میں سے کسی کا گذرنا محال ہے اگر کوئی گذرے تو جم کر برف ہو جائے۔ دوسرا کرّہ نار ہے۔ جس میں بغیر جلے کے گذرنا ناممکن ہے۔ ان دونوں کرّوں سے آنحضرت کیونکر صحیح و سالم گذر گئے۔

۶۔ جدید تحقیقات کے مطابق فضاء میں جب کوئی چیز سرعت سے حرکت کرتی ہے تو ہوا کی رگڑ سے آگ ہو کر جل جاتی ہے۔ اگر آنحضرت اس قدر تیز تشریف لے گئے تو رگڑ سے آگ پیدا ہونا لازم تھا پھر آپ صحیح و سالم کس طرح رہے۔

۷۔ چند میل اوپر جانے کے بعد ہوا اس قدر لطیف ہو جاتی ہے کہ سانس لینا مشکل ہو جاتا ہے۔ اور اوپر جانے پر تو ہوا (آکسیجن) کا وجود نہیں پھر سرکار بغیر ہوا کے سانس کس طرح لے ہوں گے۔

یہ وہ اعتراضات ہیں جن کو فلسفہ اور سائنس کی سطحی معلومات سے متاثرہ اپنی اور پرائی ذہنیتیں بڑی دھوم سے پیش کرتی ہیں۔ مگر اہل نظر معلوم کر سکتے ہیں کہ ان اعتراضات کی

قیمت اور وزن گذشتہ زمانے میں کچھ رہا ہو تو رہا ہو مگر آج کل کے ترقی یافتہ دور میں ان کا کوئی مقام نہیں۔ کیونکہ گذشتہ ڈیڑھ صدی میں سائنس نے جو ترقی کی ہے اپنے ہزاروں ناممکنات چیزوں کو نہ صرف ممکن بلکہ روز مرہ کا مشاہدہ بنادیا ہے۔ پہلے جن کا مذہبی توہمات کہہ کر مضحکہ اڑایا جاتا تھا آج انھیں کو سائنس کے مسلمات کا درجہ مل گیا۔ کل تک آنحضرتؐ کے شق صدر (سینہ اقدس کے چیرے جانے) پر اعتراضات کئے جاتے تھے کہ سینہ اور دل چیرنے پر انسان بچ نہیں سکتا۔ آنحضرت کس طرح زندہ رہے' تکلیف بہت ہوتی ہے۔ سرکار کو تکلیف کیوں نہ ہوئی۔ پھر چیرا ہوا حصہ فوراً کس طرح جڑ گیا غرض جتنے ذہن میں اعتراض ہوسکتے تھے کرڈالے قدیم علماء نے اگرچہ جوابات دیئے مگر اعتراضات کرنے والوں کی خاطر خواہ تشفی نہیں ہوئی لیکن اب کسی شخص کا اعتراض کرنا تو کجا کوئی اس واقعہ کو اس نظر سے بھی نہیں دیکھ سکتا۔ کیونکہ فن جراحت نے آجکل وہ ترقی کرلی ہے کہ دل' دماغ کے آپریشن کئے جاتے ہیں۔ مریض مرتا نہیں اور نہ تکلیف محسوس کرتا ہے پھر اس قدر زود اثر انجکشن کہ ادھر ٹانکے دیئے گئے ادھر زخم اچھا ہوگیا۔ مختصر یہ کہ سائنس کی ترقی سے مذہب کے مسلمات حرف غلط کی طرح مٹ نہیں جاتے بلکہ ظاہر بیں نظر میں اس کے متعلق جو شبہات ہیں وہ دور ہوتے ہیں اور ان مسلمات پر سائنس کی بھی مہر تصدیق ثبت ہوجاتی ہے اب ہم ان اعتراضات کے عقلی اور نقلی دونوں طرح جوابات دیں گے۔

اعتراض نمبر (۱) میں کہا گیا کہ کثیف (وزن) جسم کا آسمان کی طرف جانا ناممکن ہے۔

اس اعتراض کا جواب ہر معمولی فہم و فراست والا انسان دے سکتا ہے کیونکہ وہ خود اپنی آنکھوں سے سینکڑوں دھات کے بنے ہوئے ہوائی جہازوں کو ہوا پر تیزی سے اڑتے ہوئے دیکھتا ہے۔ اب کہئے ہوائی جہاز کی کثافت کدھر چلی گئی اور زمین کی قوت کشش کہاں غائب ہوگئی۔ جب ایک مجبور انسان میں یہ طاقت ہے کہ وہ کشش پر غالب آکر ایک دھات کے بنے ہوئے ہوائی جہاز کو ہوا میں اڑا سکتا ہے تو کیا اس قادر مطلق میں اتنی طاقت نہیں ہوگی کہ براق پر آنحضرت کو سوار کرکے آسمانوں پر بلوائے اور پھر تھوڑی دیر میں آپ کو اپنے گھر کو واپس پہنچادے۔

ایک صاحب نے معراج شریف کے خلاف ایک مثال لکھی ہے۔ کہتے ہیں کہ دیکھو جب ڈھیلا اوپر پھینکا جاتا ہے تو چونکہ اس کی اصل زمین کثیف ہے لہذا وہ زمین ہی کی طرف واپس چلا آتا ہے۔

اس دلیل سے معراج کی نفی تو نہیں ہوتی بلکہ اس کا ثبوت ملتا ہے۔ اس لئے کہ جب مٹی کا ڈھیلا پھینکا جاتا ہے وہ اوپر کی طرف جاتا تو ہے۔ ایسا تو نہیں کہ پھینکا جائے آسمان کی طرف اور وہ ہاتھ سے ایک انچ بھی بلند نہ ہو بلکہ زمین پر گر جائے۔ بلکہ وہ اوپر جاتا ہے۔ اور فوراً اپنی اصلیت کی طرف واپس آتا ہے۔ ٹھہرتا نہیں۔ حضور صلعم کی نسبت یہ کب کہا جاتا ہے کہ آپ وہاں ٹھہر کر رہ گئے بلکہ آپ تو اس قدر جلد واپس ہوئے کہ ۔

عرش پر جاکر آئے جو سرور' گرم تھا بستر خاک وضو تر
زنجیر در ویسے ہی جنباں صلی اللہ علیہ وسلم

اب رہا ڈھیلے کا زیادہ یا کم بلند جانا یہ پھینکنے والے کی طاقت پر منحصر ہے۔ چھ سال کا بچہ اگر پھینکے گا تو بہ نسبت ایک جوان آدمی کے پھینکنے کے کم بلندی پر جائے گا اسی طرح اللہ پاک جو تمام طاقت وروں سے زیادہ طاقت ور اور زبردست قدرت رکھنے والا ہے۔ آنحضرت کو اس قدر بلندی پر پہنچایا کہ عرش اعظم تک پہنچ گئے اور پھر واپس فرمادیا (۱)۔

امام فخر الدین رازیؒ نے تفسیر کبیر میں فرمایا ہے کہ "جو شخص یہ کہتا ہے کہ کثیف (وزنی) جسم اس عالم سے عرش کے اوپر نہیں جاسکتا تو وہ اس کا بھی انکار کرتا ہوگا کہ لطیف (ہلکا) جسم اوپر عرش سے اس عالم میں آئے۔" یعنی جس طرح مٹی کے ڈھیلے کا اُوپر جانا خلاف عقل ہے اسی طرح شعلے کی لو یا دھویں کا اوپر سے نیچے آنا بھی خلاف عقل ہوسکتا ہے۔" الغرض جو ایک رات میں آنحضرت کی معراج کو خلاف عقل اور ناممکن سمجھتا ہے تو وہ جبرئیل کے نزول کا جو ایک لحظہ میں عرش سے فرش مکہ میں ہوتا تھا اس کو بھی ناممکن سمجھ کر انکار کرے گا۔ اگر بفرض محال اس کو مان لیا جائے تو کسی نبی کی نبوت ثابت نہ ہوگی (۲)۔

اسٹڈیز ان سائنٹیفکل ریسرچ باب سوم میں بہت سے ایسے واقعے لکھے گئے ہیں جن سے انسان کا ہوا میں بغیر کسی سہارے کا معلق رہنا ثابت ہوتا ہے۔

"لارڈ لنڈسے نے دیکھا مسٹر ہوم پر وجد طاری ہوا اور وہ اس حال میں بلند ہوئے اور جو کمرہ ان کے کمرے کے متصل تھا اس کی کھڑکی میں سے باہر نکل گئے اور پھر ہوا میں تیرتے ہوئے کھڑکی میں داخل ہوگئے۔"

"۳۰ر جولائی ۱۸۷۱ء کو جب کہ کمرہ روشن تھا مسٹر ہوم خود بھی ہوا میں بلند ہوئے اور کارڈین (ایک باجا) بھی اُن کے ہاتھ سے چھوٹ کر ہوا میں معلق بجتا رہا و نیز ۲۱ر اپریل ۱۸۷۲ء کو مسٹر ہوم ہوا میں معلق بیٹھے اور لیٹے رہے (۳)۔

جب معمولی انسان اپنے روحانی زور سے ہوا میں معلق ہوسکتا ہے اور فضا میں تیر سکتا ہے تو یہ بہت ممکن اور اس سے بدرجہا یقینی چیز ہے کہ آنحضرت صلعم کو اللہ تعالیٰ جسم سے ہوا میں اڑا سکتا ہے، آسمانوں پر بلا سکتا ہے اور چند لمحوں میں واپس فرما سکتا ہے۔

اعتراض نمبر (۲) آسمان پر جسم کا جانا ان کے پھٹنے اور ملنے کو چاہتا ہے اور آسمانوں کا پھٹنا اور ملنا محال ہے۔ اس لئے معراج میں آنحضرت کا آسمانوں پر جسم کے ساتھ جانا محال ہوا۔

ف۔ قدیم فلسفہ میں آسمانوں کو ٹھوس اور پیاز کی طرح تہہ بہ تہہ تصور کیا گیا ہے اور اس کے پھٹنے اور جڑنے کو محال ٹھیرایا گیا ہے۔

جواب۔ فلاسفہ کے پاس آسمان کے خرق والتیام (پھٹنے اور ملنے) کے محال اور ناممکن ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ صرف قیاس ہی قیاس ہے۔ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ آسمان کا پھٹنا اور جڑنا محال ہے تو یہ کہاں سے ثابت ہوتا ہے کہ اس میں دروازے اور راستے نہیں کہ جو معراج کا انکار کیا جائے۔ صحیحین میں جو احادیث ہیں ان سے آسمانوں میں دروازے ہونا ثابت ہے چنانچہ سرکار فرماتے ہیں "جب میں آسمان دنیا پر پہنچا تو دروازہ کھلوایا گیا۔" اسی طرح تمام آسمانوں کے متعلق ہے۔

اعتراض نمبر (۳) زمین سے ساتویں آسمان اور بیت اللہ سے بیت المقدس تک رات کے تھوڑے وقت میں جانا اور آنا محال ہے کیونکہ اس قدر سرعت اور تیزی خلاف فہم و واقعہ ہے۔

جواب: اس کا جواب دو طریقے سے دیا جائیگا۔ ایک نقل سے دوسرا عقل سے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہوا تھوڑی دیر میں ایک مقام سے دوسرے مقام پر لے جاتی

تھی چنانچہ قرآن شریف میں ہے:

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ۔ (ہم نے سلیمان کے لئے ہوا کو مسخر کردیا اول روز (صبح) اس کی سیر ایک ماہ کی تھی اور آخر روز (شام) ایک ماہ کی۔

سلیمان گویا ایک ماہ کا راستہ دن کے ابتدائی حصہ میں اور ایک ماہ کا دن کے آخری حصہ میں طے کرتے تھے۔

آصف برخیانے ملکہ سبا بلقیس کا تخت یمن سے شام کے ملک میں پلک جھپکاتے میں لادیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قال الَّذِیْ عِنْدَہٗ عِلْمٌ مِنَ الکتاب انا آتیک بہ۔ قبل أنْ یرتد الیک طرفک۔

اس شخص نے جس کے پاس علم کتاب تھا کہا کہ میں اس (تخت کو) پلک جھپکانے سے پہلے لاتا ہوں)

جب پلک مارنے کی اتنی دیر میں یمن سے شام تک بلقیس کا تخت آسکتا ہے اور دن کے ابتدائی حصے میں سلیمان کا تخت ایک ماہ کی مسافت طے کرسکتا ہے تو کیا یہ ناممکن ہوگا کہ تھوڑے وقت میں سرکار اپنے جسم مبارک کے ساتھ براق پر مکہ سے بیت المقدس پھر آسمانوں پر جاکر واپس آجائیں۔ ہرگز نہیں بلکہ اللہ پاک ہر چیز پر قادر ہے۔

یہ ثابت ہے کہ زمانہ گردش زمین کا نام ہے۔ دن اور رات کا آنا اور جانا اسی زمین کے پھرنے سے ہے۔ اگر زمین کی حرکت موقوف ہوجائے تو جو وقت موجود ہوگا وہی رہے گا اگر رات موجود ہوگی تو رات ہی رہے گی۔ دن موجود ہوگا تو دن ہی رہے گا۔ تو ممکن ہے کہ حق تعالیٰ نے اس رات حرکت زمین کو تھوڑی دیر کے لیے موقوف کردیا ہو اور اس میں کچھ تعجب نہیں۔ معزز مہمان کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے ایسا ہوتا ہی ہے۔ دنیا میں قاعدہ ہے کہ جب بادشاہ کی سواری نکلتی ہے یا کسی دوسرے ملک کا صاحب اقتدار شخص مہمان آتا ہے اور باہر نکلتا ہے تو سڑک پر دوسروں کا چلنا بند کردیا جاتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضور کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے اگر تمام سیاروں اور زمین کی حرکت کو اس رات کچھ دیر کے لئے بند کردیا ہو کہ جو چیز جہاں ہے وہیں رہے پس آفتاب جس جگہ تھا اسی جگہ رہا اور ستارے

جہاں تھے وہیں رہے۔ اس میں کیا بات بعید ہے۔ جب حضور معراج سے فارغ ہو گئے۔ پھر سیاروں اور زمین کو حرکت کی اجازت ہوگئی تو اب ظاہر ہے کہ حرکت زمین جس جگہ سے موقوف ہوئی تھی وہیں سے شروع ہوگی۔ آپ کی سیر میں چاہے کتنا ہی وقت صرف ہوا ہو۔ مگر دنیا والوں کے اعتبار سے سارا قصہ ایک ہی رات میں ہوا۔ کیونکہ حرکت زمین اس وقت موقوف تھی۔ ایک عاشقانہ جواب اس شکل کا مولانا نظامی نے دیا ہے ؎

تن او کہ صافی تر از جان ماست اگر امد و شد بیک دم رواست

اس کا جسم کہ جو ہماری جان سے زیادہ لطیف اور صاف ہے اگر (آسمانوں پر) ایک دم میں جائے اور آجائے تو جائز ہے۔

یہ بات سب کو معلوم ہے کہ خیال انسانی ذراسی دیر میں بہت دور پہنچ جاتا ہے۔ چنانچہ آپ اسی وقت عرش کا تصور کیجئے تو ایک منٹ سے بھی کم میں عرش پر خیال پہنچ جائے گا۔ خیال کی حرکت بہت سریع (تیز) ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ خیال روح کی ایک قوت ہے اور روح نہایت لطیف چیز ہے۔ وہ مادیات کی طرح کثیف نہیں اس لئے اس کی سیر میں کوئی حاجب و مانع (روکنے والا) نہیں ہوتا۔ تو مولانا نظامی فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بدن مبارک تو ہمارے خیال اور جان سے بھی پاکیزہ تر ہے۔ جب خیال ذراسی دیر میں کہیں سے کہیں پہنچ جاتا ہے تو آپ کا جسم اطہر زمین سے آسمان تک اور وہاں سے عرش تک ذراسی دیر میں ہو آئے تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے (۴)۔

جب جبرئیلؑ جو جسم والے ہیں آسمان سے زمین پر ایک لمحہ میں آسکتے ہیں تو پھر سرکار اگر تھوڑی دیر میں جا کر آجائیں تو کس طرح ناممکن ہے۔

اب ہم عقلی جواب فلسفہ اور سائنس کی روشنی میں دیں گے۔

جغرافیہ کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ زمین حرکت کررہی ہے اور چوبیس گھنٹے میں اپنا ایک چکر پورا کرتی ہے۔ تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ زمین کا کل قطر یعنی اس کا رقبہ (گھیرا) پچیس ہزار (۲۵۰۰۰) میل ہے۔ یعنی (۲۵۰۰۰) میل کا حصہ سورج کے سامنے سے چوبیس گھنٹے میں گذرتا ہے گویا ایک گھنٹہ میں تقریباً ایک ہزار اکتالیس میل زمین طے کرتی ہے۔

جغرافیہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ زمین بیک وقت دو حرکتیں کررہی ہے ایک اپنے محور پر گھوم کر جس سے رات دن پیدا ہوتے ہیں اور ایک اپنے مدار پر سورج کے اطراف اور یہ چکر ایک سال میں پورا ہوتا ہے۔ ماہرین جغرافیہ کے خیال کے مطابق مدار زمین اٹھاون کروڑ پچاس لاکھ میل (۵۸۵۰۰۰۰۰۰) میل ہے۔ اس طرح ایک گھنٹہ میں زمین محوری حرکت = ۱۰۴۱ + حرکت مداری = ۶۷۰۰۰ = ۶۸۰۴۱ میل کا فاصلہ طے کرتی ہے اور کمال یہ ہے کہ نہ اس تیز حرکت سے ہم لڑکھڑاتے ہیں نہ چکر کھا کر گرتے ہیں بلکہ محسوس تک نہیں کرتے۔

اسی طرح فضائے عالم میں ہم کو جو ہزارہا بلکہ کروڑہا اجسام سماوی تارے وغیرہ نظر آتے ہیں۔ وہ اس قدر تیز رفتار اور سریع الحرکت ہیں کہ انسان کا وہم بھی اس تیزی کو نہیں پاسکتا۔

اتنی دور کیوں جائیں خود ہماری زمین پر ایسے جانور پائے جاتے ہیں جو باوجود کشش زمین کے حائل ہونے اور ہوا کی مزاحمت کے اس قدر تیز رفتار ہیں کہ بس گمان بھی نہیں ہوسکتا کہ ایک گوشت اور ہڈیوں کا نحیف جسم اس قدر تیز اڑسکتا ہے۔

''حیوانی دنیا میں اڑان کے ریکارڈ سُن کر آپ حیران ہوجائیں گے۔ ہرن مکھی (Deer fly) ایک گھنٹہ میں (۸۱۸) میل کی رفتار سے اڑتی ہے۔ یہ آواز کی رفتار کا نصف ہے اگر ہوائی جہاز اس رفتار سے اڑے تو صرف (۱۷) گھنٹے میں دنیا کے اطراف چکر لگالیے گولڈن پلور (Golden plover) ایک پرندہ ہے جو نووا اسکوشیا (Nova Seotia) کے ساحل پر موسم گرما گذارتا ہے۔ اور سرما میں جنوبی امریکہ میں رہنا پسند کرتا ہے۔ اس لیئے یہ انوکھا پرندہ اپنی گرمائی مقامات کے درمیان (۲۴۰۰) میل سفر بغیر ٹھیرے (۴۸) گھنٹوں میں طے کرتا ہے یعنی گھنٹے میں پچاس میل۔ اس کرتب کے بعد پرندہ کا صرف دو اونس وزن گھٹ جاتا ہے (۵)۔

جہاں اس سے سرعت رفتار کا معقول اندازہ ہوسکتا ہے۔ وہیں ''براق'' کی تیز رفتاری کا بھی ثبوت مل جاتا ہے کہ جب دنیا کے معمولی پرندے اس قدر تیز رفتار ہوسکتے ہیں تو پھر اللہ پاک کا مامور کیا ہوا براق کس قدر نہ برق رفتار ہوگا۔

<u>فوری سیر کائنات</u>: آمریکہ سے ۶؍اگست کا ایک تار۔ ایک طیارہ ساز کمپنی کے پروپرائٹر سٹر

لیر نے توقع ظاہر کی ہے کہ مستقبل قریب میں انسان فضائی لہروں میں تحلیل ہوکر برقی نشریہ کی صورت میں سفر کرسکے گا۔ انہوں نے کہا کہ آج سائنسداں جانتے ہیں کہ مادہ فضائی لہروں سے بنا ہے اور یہ لہریں آواز اور عکس کی طرح مناروں پر یا فضائی لہروں کی صورت میں ایک جگہ سے دوسری جگہ بھیجی جاسکتی ہیں۔ اس لئے انسانی جسم بھی جو بہر حال مادہ ہے لہروں میں تبدیل کیا جاسکتا ہے اور پھر انسانی مادہ کی ان لہروں کو دنیا کے کسی مقام پر بھی برقی طور پر نشر کیا جاسکتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ فضا میں سفر کا منصوبہ کامیاب ہونے سے پہلے ہی انسان پلک جھپکانے میں طویل سفر کرسکے گا۔"

لیکن یہ کیا؟ اس سائنس کا نام لے کر تو اب تک یہی کہا جارہا تھا کہ جسم انسانی کا سیاروں تک آسمانوں تک پرواز کرنا ناممکن ہی نہیں محال ہے اور اسی سائنس کی زبان سے اب یہ سننے میں آرہا ہے کہ انسان فضاء کا طویل ترین سفر پلک جھپکاتے کرسکے گا معراج جسمانی کے امکان پر اس سے زیادہ پرزور دلیل قدیم علماء بے چاروں کے خیال میں کیا آئی ہوگی (۱)۔

سچ فرمایا اللہ پاک نے:

سنریھم آیتنا فی الآفاقِ وَفِی اَنفُسِھِمْ حتی یتبیّن لَھُم اَنّه الحق. (ہم عنقریب ان کو اپنی نشانیاں عالم میں اور خود ان میں دکھلائیں گے یہاں تک کہ ان پر واضح ہوجائے کہ وہ حق ہے۔)

راکٹ کا دور: دنیا اب تو ہوائی جہاز کے دور سے گذر کر راکٹ کے دور میں داخل ہوگئی ہے۔ اب تو کئی مصنوعی سیارے منٹوں میں زمین کا چکر لگارہے ہیں مسافر بھی اس میں سفر کررہے ہیں۔ چاند اور مریخ تک بھی راکٹ داغے گئے ہیں۔ چاند پر راکٹ کا انسان کے ساتھ پہنچنا ثابت ہوچکا ہے۔ غرض اللہ تعالیٰ نے معترضین کے اعتراض کا مکمل جواب دے دیا ہے۔ جس کا دل چاہے قائل ہوجائے اور جس کا دل چاہے انکار کردے۔

اعتراض نمبر (۴) موجودہ زمانے میں سائنس نے یہ ثابت کیا کہ آسمان کا وجود ہی نہیں۔ یہ نیلا چھت حد نظر اور ہواؤں کے مجموعہ کا رنگ ہے۔ جب آسمان ہی ناپید ہے تو پھر اس پر جانا وغیرہ سب باتیں کس طرح مانی جائیں۔

وجود آسمان پر معترض۔ کیونکہ آسمان کا وجود قرآن سے اور دیگر کتب سماوی اور مذہبی کتب سے ثابت ہے۔ اور آسمان کی کیفیت کیا ہے؟ اس کا جاننے والا اللہ پاک ہے۔

البتہ حکیم فیثا غورث اور اس کے بعد تقلیداً اس کے شاگردوں نے آسمان کے وجود سے انکار کیا ہے اور آج کل اسی شراب کہن کو ہمارے سائنسداں نئے پیانوں میں ہم کو پلانا چاہتے ہیں۔ مگر جس چیز کو تمام عقلاء، حکماء، علماء اور کتب سماوی وارضی تسلیم کرتی ہیں وہ چیز بغیر دلیل کے کیونکر رد ہوسکتی ہے۔ محض یہ کہہ دینا کہ اگر آسمان ہے تو نظر کیوں نہیں آتا، کچھ وقیع امر نہیں ہے۔ کیونکہ بہت سی ایسی چیزیں ہیں جن کو انسان کی آنکھ اور معمولی دوربین نہیں دیکھ سکتی۔ ابتداء میں کل تاروں کی تعداد چند ہزار سمجھی گئی۔ مگر جب دوربین کی ایجاد ہوئی تو یہ تعداد بڑھ کر دو کروڑ ہوگئی لیکن جب اس سے قوی دوربین سے دیکھا گیا تو جس آسمان کو ہم تاروں سے خالی سمجھ رہے تھے اس حصہ میں اس قدر تارے نظر آئے کہ ان کا شمار اور حصار انسانی طاقت سے باہر تھا۔ اور پھر ہماری زمین سے جو سیارہ قریب ہے یعنی مریخ اس کے متعلق تو ابھی ہمارے ہیئت داں اور سائنسداں اتنے معلومات بھی حاصل نہ کرسکے جتنی کسی جاہل اور دیہاتی کو دنیا کے متعلق رہتی ہیں۔ حالانکہ طاقتور دوربینیں موجود ہیں اور ریسرچ کی تمام سہولتیں حاصل ہیں جب اس قدر نسبتاً قریب کے پڑوسی سے اتنی کم واقفیت ہے اور کم علمی ہے تو جو چیز اس سے نہیں معلوم کتنے کروڑ میل دور ہے اس کے متعلق محض کم علمی اور نارسائی کی پردہ پوشی کے لئے یہ کہہ دینا کہ اس کا وجود ہی نہیں قابل غور ہے۔ اب تو ہمارے سیارے (راکٹ) مشتری کی تصاویر بھی بھیج رہے ہیں لیکن ہنوز تفصیلات پر عبور حاصل نہیں ہوا ہے۔

ہمارے سائنسدانوں کا بس اس بچے کے مانند حال ہے جو ابھی اپنی ماں کے پیٹ ہی میں ہے جہاں وہ کھاتا' پیتا' چلتا اور پھرتا ہے۔ فرض کیجئے اس سے کہا جائے کہ میاں اس سے ہزار گنا بڑا حصہ بھی موجود ہے۔ بچے کی سمجھ ہی میں نہ آئے گا کہ اس سے بھی بڑی کوئی جگہ ہوسکتی ہے۔ لیکن جب وہ پیدا ہوا اور کمرے کو دیکھا تو یقین آیا۔ ابھی دالان' صحن، باہر کے بڑے میدان صحرائے راجپوتانہ اور آفریقہ تو اس بے چارے نے دیکھے ہی نہیں۔ جس طرح

عالم سے انکار عقلندوں کے پاس مضحکہ خیز ہے اسی طرح سائنسدانوں کا اپنی جہالت اور کم علمی سے آسمانوں کا انکار اس سے زیادہ مضحکہ خیز اور تعجب انگیز ہے ۔

کیونکر خدا کے عرش کے قائل ہوں یہ عزیز   جغرافیہ میں عرش کا نقشہ نہیں ملا

رہا یہ کہہ دینا کہ یہ جو نیلا چھت دکھائی دیتا ہے وہ آسمان نہیں بلکہ گیسوں کے مجموعہ کا رنگ ہے اس لئے آسمان کوئی چیز نہیں کم عقلی ہے ۔ ہم یہ کب کہتے ہیں کہ یہ جو نیلا حصہ نظر آرہا ہے وہی آسمان ہے ممکن کیا یقین ہے کہ اس حد نظر سے بہت دور آسمان موجود ہے ۔ جہاں تک رسائی کم از کم موجودہ زمانے کے آلات اور دوربینوں کی طاقت سے باہر ہے ۔

چونکہ آسمان مثل شیشے کے صاف و شفاف حد نظر سے بہت دور ہے اس لئے نظر نہیں آتا ۔ کسی چیز کا نظر نہ آنا اس کے معدوم ہونے کی دلیل نہیں ہوسکتا ۔ مختصر یہ کہ خدا و رسولؐ نے جو کچھ قرآن اور حدیث میں فرمایا ہے وہ بالکل صحیح ہے ۔ ہم کو سائنسدانوں سے مرعوب ہوکر اپنے مسلمات مذہب کے بارے میں تذبذب میں گرفتار نہ ہوجانا چاہئے ۔ کیونکہ سائنس کی ترقی کا ہر اگلا قدم اسلام کے اصولوں اور مسلمات کو مزید تقویت پہنچاتا ہے ۔ حرج لازم نہیں کرتا ۔ سائنس کے اصول اس کی تحقیقات کے لحاظ سے بدلتے رہتے ہیں اگر ہم بھی اسلامی چیزوں کو ان کے خیالات کے ساتھ بدلتے رہیں تو مذہب کھلونا ہوجائے گا ۔ اگر ہم اپنے اصول پر قائم اور مخبر صادق سرورِ کائنات محمد رسول اللہ صلعم کی فرمائی ہوئی باتوں پر یقین رکھیں تو انشاء اللہ ہم کو ادھر اُدھر جانا نہ پڑے گا بلکہ دوسروں کو ان باتوں کی تصدیق کرتے ہوئے ان ہی کے دامن میں آنا پڑے گا ۔

آخر کے تین اعتراضات کا جواب چنداں مشکل نہیں ۔ مستقبل قریب میں ان کا جواب آنکھوں سے دیکھ لیا جائے گا جب کہ ہمارے سائنسداں نظام شمسی کے سیاروں تک سفر کرنے میں کامیاب ہوجائیں گے ۔ اگر کرۂ زمہریر (سرد) سے گذرنا کرۂ نار (آگ) کا طے کرنا رگڑ سے محفوظ رہنا اور سانس کے لئے ہوا کا فراہم ہونا ناممکنات اور محالات سے ہوتا تو کسی سائنسداں کا چاند مریخ جانا تو کجا اس کا تصور تک کرنا پسند نہیں کرسکتا ۔

کرۂ آگ ہو یا کرۂ زمہریر پر (برف) اگر اس میں سے جسم نہایت تیزی سے گذر جائے

تو کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوتی ۔ اس کے علاوہ یہ قدیم فلسفہ کا خیال تھا کہ دو کرے ہیں ایک آگ کا ایک برف کا ۔ اب اس کی کوئی حقیقت نہیں ۔ پھر بھی اگر مان لیا جائے کہ آگ اور برف ہے تو ان سے بچنے کے لیے بھی اشیاء موجود ہیں ۔ اسبطوس (Asbostose) کا اگر لباس پہن لیں تو آگ کچھ اثر نہیں کرتی ۔

اسی طرح برف پوش ماونٹ ایوریسٹ پر چڑھنے والوں نے سردی سے بچنے کے لیے جو طریقے اختیار کئے وہ بھی موجود ہیں اور سانس لینے اور آکسیجن کے نہ ہونے کا سوال تو چنداں مشکل نہیں ۔ آکسیجن کے پیپے ساتھ رکھ لیے جاتے ہیں بس مسئلہ حل ہوگیا ۔ آنحضرت کے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے یہ تمام سہولتیں فراہم فرمادی ہونگی اور آپ صحیح و سالم اپنے جسم مبارک سے ان تمام رکاوٹوں کو بہ آسانی طے فرماکر تشریف لے گئے اور واپس آگئے ہوں گے ۔ اس میں کیا بات خلاف امکان ہے ۔

ہوا کی رگڑ سے اشیاء کے جلنے کا سوال کو فضا پیا سائنسدانوں نے حل کردیا ہے ۔ اور انھوں نے اس کے دفیعے کے لئے مختلف طریقے ایجاد کرلیے ہیں ۔ قادر مطلق نے انہی طریقوں کو آج سے تیرہ سو برس پہلے اپنے معزز مہمان کے لئے بھی استعمال فرمایا ہوگا اس میں کیا چیز محال ہے ۔

حوالے و حواشی :

(۱) معراج شریف از مولوی ریاست علی صاحب
(۲) علامہ عبدہ و مصری
(۳) دین و دانش
(۴) تنویر السراج لیلۃ المعراج
(۵) معلومات حاصل کرنے کا لطف مضمون پروفیسر محمد سعید الدین پرنسپل عثمانیہ یونیورسٹی سائنس کالج ۔ رسالہ سائنس ۱۹۵۰ء
(۶) صدق جدید لکھنو ۔ ۲۶ راگست ۵۵ء

☆☆☆

منکرینِ معراجِ جسمانی کے دلائل معراجِ جسمانی پر اعتراضات

اور اُن کے جواب

اعتراض ۱ ہماری دلیل (۳) میں کہا گیا تھا عبد کے لفظ کا اطلاق جسم و روح کے مجموعہ پر ہوتا ہے صرف روح یا جسم پر نہیں ہوتا۔ اس پر حسب ذیل اعتراض کیا گیا۔

کون کہہ سکتا ہے کہ مجرد روح پر عبد اور بندہ کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ جسم انسانی تو ہر لحظہ اور ہر آن بکھر رہا ہے اور فنا ہورہا ہے۔ بندۂ ازل اور ابد تو یہی جان جسم اور روح بے جسد ہے۔ قرآن کریم کی یہ آیت پاک تو تم کو یاد ہوگی (۱)۔

یٰاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ۝ (الفجر)

اے نفس مطمئنہ اپنے پروردگار کی طرف اس طرح رجوع ہو کر تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش۔ میرے خاص بندوں میں داخل ہوجا اور میری جنت میں آجا۔

جواب: سورۂ فجر کی اس سے پہلے کی آیات دیکھنے سے پتا چلتا ہے کہ یہ سب کچھ قیامت کے متعلق ہے اور یہی اکثر مفسرین کا قول ہے۔ یہ مسلم ہے کہ قیامت میں مجرد ارواح نہیں ہونگی بلکہ ان کے جسم بھی ہونگے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت میں لوگ برہنہ اور غیر ختنہ کئے ہونگے اور یہ دونوں باتیں جسم سے متعلق ہیں۔ اس لئے اس آیت میں عبادی (میرے بندے) کو صرف ارواح سے تعبیر کرنا صحیح نہیں (۲)۔

اگر تھوڑی دیر کے لئے یہ تسلیم کرلیا جائے کہ عبد جسم اور روح کے مجموعے کو بھی کہتے ہیں اور روح کو بھی اور یہ کہ اس نفس مطمئنہ والی آیت میں عبادی سے ارواح مراد ہیں تو اس سے بھی تو آیت اسراء سے سیر روحانی ثابت نہیں ہوتی کیونکہ اسراء سیر جسمانی کے ساتھ مخصوص

ہے اور قائلین سیر روحانی کے مطابق عبد جسم اور روح کے مجموعے کے لئے بھی ہے اور صرف روح کے لئے بھی۔ اصول علم معانی و بلاغت کے لحاظ سے ''خاص'' معنی میں ''عام'' کے تابع نہیں ہوتا بلکہ عام خاص کے تابع ہوجاتا ہے کہ اس میں تخصیص کی صلاحیت بھی ہے۔ یعنی اسریٰ معنی میں عبد کے تابع نہیں ہوگا بلکہ اسراء کے تابع ہوجائے گا۔ اب سوال یہ ہے کہ آیت اسراء عبد سے روح مراد لیں تو لفظ اسراء کا کیا حشر ہوگا؟ قرآن کریم کا ایک معجزہ اسکی فصاحت و بلاغت بھی ہے۔ لفظ اسراء جسم کے ساتھ مخصوص ہے روح کے ساتھ استعمال ہوجائے تو قرآن کریم کی معجزانہ فصاحت و بلاغت پر حرف آجائے گا کہ اسراء روح سے متعلق نہ ہوتے ہوئے بھی روح کے ساتھ ہوگیا۔

اعتراض ۲ آیت شریف وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْیَا الَّتِیْۤ اَرَیْنٰکَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ (ہم نے جو رویا (خواب تجھ کو) دکھایا ہے اس کو نہیں بنایا لیکن آزمائش) تو تمام تر خواب میں معراج ہونے کے قائلین اور طرفداروں کے حق میں ہے کہ خود خدائے تعالیٰ اس کو رویا سے تعبیر کرتا ہے۔

کسی چیز کو ایمان و اعتراف کی آزمائش کا معیار بنانے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ بظاہر اس پر ایمان لانا مشکل اور حیرت انگیز ہی ہو۔ مدینہ جاکر قبلہ بیت المقدس کے بجائے کعبہ ہوجاتا ہے یہ کوئی عجوبہ اور عقل کے خلاف چیز نہیں تاہم اس کو بھی اللہ تعالیٰ نے ایمان کی آزمائش کا معیار قرار دیا ہے۔ چنانچہ دوسرے پارہ میں ارشاد ہے:

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِیْ کُنْتَ عَلَیْهَاۤ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ یَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ یَّنْقَلِبُ عَلٰی عَقِبَیْهِ (بقرہ)

جس قبلہ پر تم تھے اس کو اس لئے قبلہ بنایا تاکہ ہم ان کو جو رسول پاک کی پیروی کرتے ہیں ان سے الگ کرلیں جو الٹے پاؤں پھرتے ہیں (۳)۔

جواب: اس اعتراض کے دو اجزاء ہیں ایک تو رؤیا کے متعلق دوسرا واقعۂ معراج کو آزمائش قرار دینے کے بارے میں۔ گویا ہماری دو دلیلوں پر یہ اعتراض حاوی ہے ہم پہلے رؤیا کے متعلق جواب دیں گے اس کے بعد دوسرے جزو کا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

یہ بھی کہا گیا کہ ''رؤیا'' لغت عربی میں آنکھ سے دیکھنے کے معنی میں استعمال نہیں ہوا ہے بلکہ صرف خواب میں دیکھنے کے معنی میں مستعمل ہے۔ یہ صحیح نہیں اس لئے کہ رویت کی طرح

رویا دونوں معنی میں مستعمل ہے۔ ''لسان العرب'' لغت کی بڑی معتبر کتاب ہے اس میں رؤیا کے متعلق لکھا ہے کہ:

وقد جاء رویا فی الیقظة — اور رویا جاگنے میں دیکھنے کے معنی میں بھی آتا ہے۔

راعیؔ اور متنبیؔ جو عربی کے مستند شعراء ہیں جس میں اول الذکر تو ایام جاہلیت کا شاعر ہے اور اس دور کے سارے شعراء لغت عرب کی ناقابل انکار سند ہیں لسان العرب نے سند میں ان دونوں کے شعر پیش کئے ہیں۔ چنانچہ راعی کہتا ہے ؎

فکبّر للرویا وھش فوادہٗ
وبشر نفساً کان نفس یلومھا

یہ رویا (منظر) دیکھ کر اس نے نعرۂ تکبیر لگایا اور اس کا دل خوشی سے پھول گیا اور اس نے اپنے نفس کو جسکو وہ پہلے ملامت کر رہا تھا خوشخبری دی۔

متنبی کا یہ مصرع ہر عربی داں کی زبان پر ہے ؏

ورؤیاکَ أحلٰی فی العیونِ مِنَ الغُمْضِ — اور تیرا رویا (دیدار) آنکھوں میں نیند سے زیادہ لذیذ ہے۔

علامہ خفاجیؒ درۃ الغواص (ص ۱۴۲) میں لکھتے ہیں:

وقال ابن البری الرویا وان کانت فی المنام فالعرب استعملتھا فی الیقظة کثیراً فھو مجازا مشھور کقول الراعی

ابن بری نے کہا ہے کہ رویا اگرچہ خواب میں دیکھنے کے معنی میں ہے مگر عربوں نے جاگتے میں دیکھنے کے معنی میں بھی بکثرت استعمال کیا ہے۔ یہ استعمال مجاز مشہور ہے جیسا کہ راعی نے کہا ہے۔

اس کے بعد علامہ خفاجیؒ راعی کے تین شعر نقل کر کے لکھتے ہیں (ترجمہ)

اور اسی بناء پر اکثر مفسرین نے اللہ تعالٰی کے ارشاد (وما جعلنا الآیہ) کی یہی تفسیر کی ہے۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات جو دیکھا تھا وہ جاگتے میں دیکھا تھا (۴)۔

امام لغت ابن وحید نے کہا ہے کہ رویت ورؤیا کا استعمال بمعنی واحد ہوتا ہے اہل لغت کا قول رَأیتُ رُؤیَةً ورُؤیَا وقربٰی ہے۔

زمخشری نے جو ائمہ لغت ومعانی وبیان میں سے ہیں اپنی تفسیر کشاف جلد دوم (ص ۱۹۱) پر آیت بالا کے تحت لفظ قیل کے ساتھ لکھا ہے کہ:

انما سماھا رؤیا علی قول المکذبین حیث قالوا لہ لعلھا رویاء رأیتھا وخیال خیل الیک.

لفظ رویا کا استعمال کے موافق ہے وہ معراج کا حال سن کر کہتے تھے کہ شاید خواب دیکھا ہوگا۔ شاید خیال ہوگا۔

اس کی مثال ان آیات میں ہے۔ فَرَاغَ إِلَى الِهَتِهِمْ. ابنِ شرکائی. ذُقْ إِنَّکَ انت العزیزُ الکریم (۵).

بعض کا قول ہے کہ شب کی رویت کو رویا کہتے ہیں گو بیداری میں ہو یا تشبیھا رویا کہدیا ہو اور وجہ تشبیہ کی عجائب کا دیکھنا ہے اور یا شب کے وقت واقع ہونا (۶)۔

حضرت ابن عباسؓ حبر امت اور (بہ دعائے رسول پاک) بہترین مفسر قران ہیں۔ لغت عربیہ خاصکر قرانیہ میں آپ کا درجہ مسلّم ہے لوگ اکثر آپ ہی سے سند تخصیص مانگتے ہیں اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان سے زیادہ لغت عربی وقرآنی کا سمجھنے والا کون ہوگا۔ ان سے عکرمہ نے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں:

ھِیَ رؤیَا عَیْنٍ أُرِیَھَا رسولُ اللّٰہِ صلعم لَمَّا أُسْرِیَ بِهِ إِلٰی بیتِ الْمَقْدِسِ

یہ آنکھ کا نظارہ تھا جو نبی صلعم کو شب اسریٰ دکھایا گیا جب آپ کو بیت المقدس کی طرف لے جایا گیا۔

(بخاری باب الاسراء)

رویا جاگتے میں دیکھنے کے متعلق اتنے زبردست شواہد' دلائل اور اسناد کی موجودگی میں بھی یہ کہنا کہاں تک حق بجانب ہوسکتا ہے کہ رویا کے معنی خواب میں دیکھنے کے ہیں؟

ف:۔ اس آیت (وما جعلنا الرؤیا الخ) کے متعلق بعض مفسرین یہ کہتے ہیں کہ یہ آیت اسراء سے متعلق نہیں ہے۔ چنانچہ زمخشری نے تفسیر کشاف جلد دوم میں لکھا ہے کہ ''اس رؤیا کا تعلق واقعہ بدر سے ہے۔ یہ کہ حضور نے ہرایک کافر کے گرنے کا مقام بھی بتلادیا تھا اور کفار حضور کے اس ارشاد کو استہزاء (مذاق) ہی بتاتے رہے'' (۷)۔ اگر یہ درست ہے تو پھر آیت سے معراج جسدی کو سیر روحانی ثابت کرنے میں دلیل لینا کسی طرح بھی درست نہیں۔ ورنہ اس میں جو رؤیا ہے وہ رؤیائے عین ہے۔

اعتراض کے دوسرے جزو کا جواب:۔ سمجھ میں نہ آیا کہ تحویل قبلہ کے واقعہ کو

کس لئے استقدر غیر اہم سمجھا جارہا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ہم کو اس میں کچھ عجوبہ یا یہ فعل خلاف عقل نہ معلوم ہو مگر ان یہود و نصاریٰ کو بیشک عجیب معلوم ہوا ہوگا اور خلاف عقل نظر آیا ہوگا۔ جو بیت المقدس تمام انبیائے بنی اسرائیل کا قبلہ تھا جس کی طرف انکے باپ دادا سب جھکتے آئے اور خود آنحضرت ایک عرصہ تک نماز پڑھتے رہے ایک دم اس سے اس مرتبہ کو چھین کر ایک ایسے کو قبلہ قرار دے دیا گیا جس میں اس وقت (۳۶۰) بت اپنی خدائی کے ترانے گا رہے تھے۔ چنانچہ ان کے تعجب کا اظہار ان کے ان الفاظ سے ہوتا ہے کہ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِیْ كَانُوْا عَلَيْهَا ۔ ان کو کس چیز نے پلٹا دیا اس قبلہ سے جس پر وہ (پہلے) تھے؟!! وہ حیران تھے کہ پہلے قبلہ کو چھوڑ کر آنحضرت نے جو دوسرا قبلہ اختیار کیا ہے اس کی کیا وجہ ہے۔ کیا ان پر پہلے قبلہ کی خرابی اور دوسرے کی بزرگی ظاہر ہوئی کہ اس کو چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہوئے یا وہ قبلہ ناقص تھا اور دوسرا کامل اگر ایسا تھا تو پہلے ہی سے کامل کو کیوں قبلہ نہ بنایا۔ اگر انہوں (آنحضرت صلعم) نے بیت المقدس کو یہودیوں سے تعصب کی بناء پر چھوڑ کر کعبہ کو اپنی قوم کی محبت کی بناء پر قبلہ بنایا ہے تو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ (آنحضرتؐ) دینی کے معاملات میں مخالفین سے تعصب اور اپنی قوم کی جانب داری کرتے ہیں صرف اللہ تعالیٰ کے طالب نہیں ہیں۔

یہ واقعہ تو میرے خیال میں منافقین اور یہود و نصاریٰ کے لئے اس سے کسی طرح کم حیرت انگیز اور خلاف عقل نہ معلوم ہوا ہوگا جتنا کہ اہل مکہ اور ان لوگوں کے لئے جو مسلمان تو ہوگئے تھے مگر ابھی تذبذب میں تھے معراج کا واقعہ حیرت انگیز اور خلاف عقل ظاہر ہوا۔

قائلین سیر روحانی مذکورہ بالا آیات کے علاوہ تین روایتیں بھی پیش کرتے ہیں جو علی الترتیب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہیں ذرا ان روایتوں کی حقیقت بھی ملاحظہ فرمائیے۔

محققین اسلام کی رائے ہے کہ جن تین بزرگوں کے اقوال معراج جسمانی کے ثبوت میں پیش کئے جاتے ہیں یہ ان بزرگوں پر افتراء ہے معتبر محدثین نے ان اقوال کو نقل نہیں کیا دوسرے یہ کہ صحابہ میں جن مسائل میں اختلاف تھا وہ کسی پر مخفی نہیں اگر مسئلہ معراج

میں بھی کسی قسم کا اختلاف ہوتا تو کیا وجہ ہے کہ حدیث کی کتابوں میں نہیں پایا جاتا جب کہ صحابہ کے مناظرہ کے دیگر اختلافات میں تفاصیل موجود ہیں۔ و نیز حضرات نے جو کچھ فرمایا ہے محض اپنے اجتہاد سے فرمایا ہے یہ کسی نے نہیں کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے جو صحابہ معراج جسمانی کے قائل ہیں وہ اس کی روایت خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتے ہیں:

پہلی روایت:

قال ابن اسحاق وحدثنی بعض آل ابی بکر عائشۃؓ کانت تقول مافقد جسد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ولکن اللّٰہ اسری بروحہ۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے ابوبکر کے خاندان میں سے کسی شخص نے بیان کیا کہ عائشہؓ فرماتی تھیں کہ رسول اللہ کا جسم نہیں کھویا گیا اللہ پاک آپ کی روح کو لے گیا۔

(سیرۃ ابن ہشام جلد ۱ ص ۲۶۵)

علماء نے اس روایت کو حسب ذیل وجوہ کی بناء پر مسترد اور ناقابل اعتبار قرار دیا ہے:

(۱) حضرت ابوبکر کے خاندان کے کسی شخص نے محمد بن اسحٰق سے یہ روایت بیان کی تھی اس شخص کا نام مذکور نہیں۔ اس قسم کی گمنام روایتیں اصول حدیث کے لحاظ سے قابل قبول نہیں۔ قاضی عیاض نے شفا میں، علامہ ابن دحیہ نے اور ابن عباس ابن شریح نے اس کو موضوع (گھڑی ہوئی) قرار دیا ہے۔

(۲) حضرت عائشہؓ کے اس قول میں کہیں تو مَا فُقِدَ (نہیں کھویا گیا) اور کہیں مَا فَقَدْتُ (میں نے رسول اللہ صلعم کا جسم نہیں کھویا) ہے۔ کلمۂ مَا فَقَدْتُ صاف طور پر پکار کر کہہ رہا ہے کہ مجھے لوگوں نے گھڑلیا ہے کیونکہ یہ واقعہ ہجرت سے ایک سال قبل کا ہے اس وقت حضرت عائشہؓ حضورؐ کے گھر میں کہاں تھیں۔ نیز اس وقت ان کی عمر بہت کم تھی شاید چار پانچ سال کی ہوں اور اگر معراج ۵ نبوت میں ہوئی ہو جیسا کہ زہریؒ نے کہا ہے تو وہ اسی سال پیدا ہوئی ہوگی۔ اس لئے یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ اجلہ صحابہ کی روایت اس واقعہ میں اس سے مقدم ہے (۸)۔

بادی النظر میں اس سے یہ معلوم ہوگا کہ حضرت عائشہؓ نے بے تحقیق ایک بات فرمادی ہم صدیقہ پر یہ گمان نہیں کرسکتے بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ایسا کہا ہی نہیں بلکہ راوی کی دروغ گوئی ہو۔ یا یہاں پر اگر روایت کو درست مانا جائے تو یہ احتمال ہوتا ہے کہ آپ نے کسی دوسرے واقعہ کی نسبت ایسا فرمایا ہے کیونکہ معراج میں تعدد ہے۔

اس کا ایک اور جواب نہایت لطیف ہوسکتا ہے۔ وہ یہ کہ فقدان کے دو معنی ہیں (۱) چیز کا اپنی جگہ سے گم ہوجانا یا ہٹ جانا (۲) تلاش کرنا۔ چنانچہ دوسرے معنی میں فقدان کا استعمال قرآن شریف میں بھی ہوا ہے:

وقالوا واقبلوا علیهم ماذا تفقدون. (یعنی یوسفؑ کے بھائیوں نے متوجہ ہوکر ندا کرنے والوں سے کہا) کہ تم لوگ کس چیز کو تلاش کرتے ہو۔

یہاں فقدان کے معنی طلب ہی کے زیادہ ظاہر ہیں۔ پس حضرت عائشہؓ کے اس ارشاد کا مطلب صاف ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اتنی دیر تک گھر سے غائب نہیں رہے کہ آپ کی تلاش کی جاتی۔ یہ مطلب نہیں کہ آپ ساری رات گھر سے جدا ہی نہیں ہوئے وہیں رہے تاکہ اس سے معراج منامی یا کشفی پر استدلال کیا جائے بلکہ مطلب یہ ہے کہ آپ گھر سے جدا تو ہوئے مگر زیادہ دیر نہیں لگی جس میں گھر والوں کو پریشانی ہوئی ہو اور تلاش کی نوبت آئی ہو (۹)۔ ممکن ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اس سے ان روایات کی تردید فرمائی ہو جس میں سرکار کو شب اسریٰ ام ہانیؓ اور ابوبکر صدیقؓ کا تلاش کرنا بیان کیا گیا ہو۔

حضرت عائشہؓ معراج جسمانی کی قائل تھیں: بغوی (۱۰) نے روایت کی ہے کہ ابن عباسؓ اور عائشہؓ نے بیان کیا ہے کہ سرکارؐ نے فرمایا جس رات مجھے آسمانوں کی سیر کرائی گئی اس کی صبح میں مکہ میں تھا۔ مجھے اس خیال سے کہ لوگ جھٹلائیں گے سخت رنج تھا۔ حضرت عباسؓ اور عائشہؓ کہتے ہیں آپ غمگین ایک گوشہ میں بیٹھ گئے۔ ابوجہل آپ کے پاس سے گذرا اور آپ کے پاس بیٹھ گیا اور تمسخر سے پوچھا کہ کہئے آپ نے کوئی نئی بات حاصل کی یا نہیں؟ آپ نے فرمایا: کی ہے۔ آج کی شب مجھے سیر کرائی گئی۔ اس نے کہا کہاں تک آپ نے فرمایا بیت المقدس تک۔ اس نے کہا پھر صبح آپ نے ہمارے درمیان کی۔

فرمایا ہاں۔ اس نے کہا جو آپ نے مجھ سے بیان فرمایا کیا اپنی قوم سے بھی بیان کرسکتے ہیں۔ فرمایا ہاں۔ اس نے بلند آواز سے پکارا اے بنی کعب بن لوی یہاں آؤ۔ یہ سنتے ہی تمام قومیں اس کے پاس آگئیں ابوجہل نے آنحضرتؐ سے کہا کہ ان سے بھی سیر کا حال بیان کیجئے۔ آپ نے جب معراج کا حال بیان کیا تو کافر تمسخر سے تالیاں بجانے لگے بعض نے تعجب سے اپنے ہاتھ اپنے سر پر رکھ لئے اور بعض لوگ جو آپ پر ایمان لائے تھے (اور پختہ مسلمان نہ ہوئے تھے) آپ سے پھر گئے۔ ایک شخص ابوبکرؓ کی طرف دوڑا اور ان سے جاکر کہا کہ کچھ تو نے اپنے دوست کی بھی سنی کہتا ہے کہ آج کی رات بیت المقدس کی سیر کرائی گئی۔ ابوبکرؓ کہا کیا واقعی آنحضرت صلعم نے یہ بات کہی ہے اس نے کہا ہاں ابوبکرؓ نے فرمایا کہ اگر حضورؐ نے یہ بات کہی ہے تو ضرور سچ ہے۔ ابوجہل نے کہا کہ کیا ایسی خارج العقل بات کی تصدیق کرتے ہو۔ صدیقؓ نے فرمایا ہاں آپ کی اس بات کی بھی (جب) تصدیق کرتا ہوں جو اس سے زیادہ بعید از عقل ہے یعنی آسمان کی خبریں۔

اس حدیث سے تین باتیں معلوم ہوئیں۔

(۱) معراج کے متعلق عائشہؓ اور جمہور کے متعلق کوئی اختلاف نہیں۔

(۲) ابوجہل اور قریش نے معراج پر یہ استبعاد ظاہر کیا کہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ رات کو بیت المقدس میں جائے اور صبح مکہ میں کرے۔

(۳) واقعہ معراج کو سنکر بعض مسلمان مرتد ہوگئے۔ یہ تمام چیزیں معراج جسمانی پر دال ہیں (۱۱)۔

دوسری روایت:

"ابن اسحٰق نے کہا کہ مجھ سے یعقوب بن عتبہ بن مغیرہ بن الاخنس نے بیان کیا کہ جب حضرت معاویہ بن ابوسفیانؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پوچھا جاتا تو وہ کہتے کہ خدا کی طرف سے ایک سچا خواب تھا۔" (سیرت ابن اسحٰق)

علماء نے اس روایت کو بھی مسترد کردیا ہے۔ اس لئے کہ:

(۱) یعقوب بن عتبہ بن مغیرہ بن الاخنس نے حضرت معاویہؓ کا زمانہ نہیں پایا تھا

انہوں نے یہ روایت کس سے سنی اس شخص کا حوالہ مذکور نہیں۔

(۲) معراج ہجرت سے سال سوا سال پہلے کا واقعہ ہے اور حضرت معاویہؓ ہجرت سے تقریباً نو برس بعد یعنی فتح مکہ کے دن ایمان لائے تھے۔ وہ رسول اللہؐ سے سن کر بیان کرتے تو اس کا اس روایت میں ذکر ہوتا (۱۲)۔

(۳) یہاں بھی وہی احتمال ہے کہ کسی دوسرے واقعہ کے متعلق کہا ہوگا۔

تیسری روایت:

محمد ابن جریر طبری نے حضرت حذیفہؓ کی روایت نقل کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ حضورؐ کی معراج کے تمام واقعات خواب تھے۔ آپ کا جسدِ مبارک اپنی جگہ سے جدا نہیں ہوا تھا صرف روح کو سیر کرائی گئی۔ اس روایت کو بھی ماننا ناممکن ہے کیونکہ:

(۱) حضرت حذیفہؓ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔

(۲) ترمذی میں جو حدیث معراج آئی ہے اس میں حضرت حذیفہؓ کا یہ قول موجود ہے کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ حضرتؐ نے معراج کی شب براق کو بیت المقدس کے حلقہ سے باندھا تھا ان کا قول تھا کیا براق آپ کا مطیع نہ تھا جو اس کو باندھنے کی ضرورت پڑتی۔ اس کو تو اللہ پاک نے آپ کا مسخر کردیا تھا۔ حضرت حذیفہؓ کے اس قول سے صاف عیاں ہے کہ ان کو جمہور سے صرف براق کے باندھنے نہ باندھنے میں اختلاف تھا شاید منکرین اسی اختلاف کو لے اُڑے۔ ترمذی کی روایت کے مقابلہ میں ابن جریر طبریؒ کی روایت کیا مقام رکھتی ہے۔

چوتھی روایت:

کتاب التوحید میں امام بخاری نے معراج کے تمام واقعات بیان کرکے حضرت انس کا یہ فقرہ لکھا ہے۔ فاستیقظ وھو فی المسجد الحرام (پس آپؐ بیدار ہوئے تو مسجد حرام میں تھے) اس فقرہ سے امام خطابی صاحب معالم السنن نے معراج کا خواب میں ہونا ثابت کیا ہے۔ کیونکہ اس روایت کے شروع میں ہے کہ آپ سو رہے تھے اور آخر میں ہے کہ آپ جاگ پڑے گویا جو کچھ آپ نے ملاحظہ فرمایا وہ خواب تھا۔

مخفی نہ رہے اس حدیث کے راوی ''شریک ہیں'' جن کی نسبت علمائے رجال کی

اچھی رائے نہیں ہے۔ نسائی اور ابن جارود کا یہ قول ہے کہ ''وہ قوی نہیں''۔ یحییٰ بن سعید القطان کہتے ہیں اس (شریک) سے حدیث بیان نہ کی جائے خود امام خطابی نے لکھا ہے کہ صحیح بخاری میں کوئی حدیث ایسی نہیں جو بظاہر اس قدر قابل اعتراض ہو۔ امام مسلم نے کہا ہے کہ شریک نے اس روایت میں واقعات کو آگے پیچھے کردیا ہے اور گھٹا بڑھا دیا ہے (۱۳)۔ اس لئے یہ زیادتی غیر مقبول ہے (۱۴)۔

حیرت ہے کہ امام خطابی ایسی حدیث سے جس کے راوی کو وہ خود قابل اعتبار نہیں سمجھتے ایک استدلال پیش کرتے ہیں جو جمہور کے عقیدے کے بالکل خلاف ہے (عاقل غفرلہٗ)

اگر اس زیادتی کو صحیح مان بھی لیا جائے تو بھی معراج کے جسمانی ہونے پر اس سے کوئی اثر نہیں پڑتا۔

(۱) ان الفاظ سے کہ ''جب میں جاگا تو مسجد حرام میں تھا'' آنحضرت کا یہ بتانا مقصود ہے کہ اسقدر طویل سفر رات کے اس تھوڑے عرصہ میں ہوگیا کہ میں واپس آکر سوگیا اور جب بیدار ہوا تو میں مسجد حرام ہی میں تھا جہاں سویا تھا وہیں تھا۔

(۲) محققین نے کہا ہے کہ استیقاظ سے یہاں مراد افاقہ' خوش حالی اور اپنے حال میں واپس آنا ہے۔ آنحضرتؐ میں عجائب زمین و آسمان کے مطالعہ اور ملاء اعلیٰ کے مشاہدے نے جو ایک ہیجان پیدا کیا تھا اس سے آپ کو افاقہ ہوا (۱۵)۔

حوالے وحواشی:

(۱) سیرۃ النبی۔ جلد ۳۔
(۲) حضرت علامہ فاضل رحمۃ اللہ علیہ۔
(۳) تحفۂ معراج شریف۔
(۴) سیرۃ النبی۔ جلد ۳۔
(۵) تحفۂ معراج شریف۔
(۶) رحمۃ للعلمین جلد ۳۔
(۷) تنویر السراج فی لیلۃ المعراج بحوالہ روح المعانی۔
(۸) رحمۃ للعلمین۔ جلد ۳۔
(۹) تحفۂ معراج شریف۔
(۱۰) تنویر السراج فی لیلۃ المعراج۔
(۱۱) سراج التنویر وسیرۃ ابن اسحٰق ونیز حاکم نے تصحیح کی اور ابن مردویہ وبیہقی نے دلائل میں اسکو بیان کیا۔
(۱۲) حقیقت معراج از مولوی نذیر الحق صاحب۔
(۱۳) تحفۂ معراج شریف۔
(۱۴) سیرۃ النبی جلد ۳۔
(۱۵) تنویر السراج بحوالہ روح المعانی۔

معراج شریف میں حضور ﷺ نے کس کو دیکھا

معراج شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس کو دیکھا؟ اللہ تعالیٰ کو یا جبرئیلؑ کو آنحضرتؐ کو دیدار خداوندی کا شرف حاصل ہوا یا نہیں؟ اس بارے میں ہم کو دو خیالات ملتے ہیں۔ بعض روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ دیدار الٰہی سے مشرف ہوئے اور بعض سے صرف جبرئیلؑ کو دیکھنا ثابت ہوتا ہے۔

آنحضرتؐ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا:

(۱) صحیح بخاری میں حضرت انسؓ سے شریک بن عبداللہ نے جو معراج کی روایت کی ہے اس کے آخر میں ہے:

حتّٰی جاءَ سدرة المنتهی ودنا الجبار ربّ العزّة فتدلّٰی حتّٰی کانَ منهُ قابَ قوسین او ادنیٰ (بخاری کتاب التوحید)

آنحضرتؐ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے تو عزت والا جبار (خدا تعالیٰ) یہاں تک قریب ہوا اور جھک آیا کہ اس کے اور آپ کے درمیان دو کمانوں یا اس سے بھی کم کا فاصلہ رہ گیا۔

(۲) حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اپنے پروردگار کو دیکھا۔ (ترمذی تفسیر سورۂ نجم)

(۳) عرفات میں حضرت کعب احبارؓ اور ابن عباس کی ملاقات ہوئی۔ حضرت ابن عباس نے کعب سے فرمایا کہ ہم بنی ہاشم تو کہتے ہیں کہ بیشک رسول اللہؐ نے اپنے پروردگار کو دو مرتبہ دیکھا۔ حضرت کعبؓ نے (ابن عباسؓ کو اپنے موافق پاکر) زور سے تکبیر کہی اس طرح کہ پہاڑ گونج اٹھے۔ اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دیدار کی اور کلام کی موسیٰ اور محمد علیہما السلام میں تقسیم کردی چنانچہ حضرت موسیٰ کو دو دفعہ شرف کلام حاصل ہوا اور آپؐ دو دفعہ خدا کے دیدار سے مشرف ہوئے۔ (ترمذی شریف)

ف: اس سے آنحضرت کا اللہ تعالیٰ سے کلام نہ کرنا ظاہر نہیں ہوتا کیونکہ مراد اس عادت کلام

کی ہے جو مرۂ بعد اُخریٰ ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا کلام خاص ایک ہی بار واقع ہوا (۱)۔

(۴) حضرت ابن عباسؓ نے عکرمہ سے فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار کو دیکھا۔ عکرمہ نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نہیں فرماتا لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ (آنکھ اس کو نہیں دیکھ سکتی) یا (اس کا ادراک نہیں کرسکتیں) ابن عباس نے کہا ویحک (تیرے لئے افسوس ہے) یہ اس وقت ہے جب کہ اللہ تعالیٰ اپنے اصلی نور میں نمایاں ہو۔ آنحضرتؐ نے خدا کو دو مرتبہ دیکھا (ترمذی شریف)

(۵) امام احمد و مسلم و ترمذی وغیرہم روایت کرتے ہیں ابو ذر غفاریؓ نے آنحضرتؐ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہؐ کیا آپ نے خدا کو دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا رَاَیْتُ نُوراً (میں نے ایک نور دیکھا۔ انہی سے ایک دوسری روایت ہے آنحضرتؐ نے فرمایا نُوْرٌ اَنّٰی اَرَاهُ یعنی وہ نور ہے میں اس کو کہاں دیکھ سکتا ہوں) مگر قاضی عیاض اپنے بعض شیوخ سے فتح نون و راءنقل کرتے ہیں یعنی اسکو نورانی دیکھا۔ یا دوسری روایت کا یہ مطلب ہوگا کہ نور جس درجہ میں مانع رویت ہوتا ہے وہ نظر نہیں آیا (۲)۔

(۶) ابن عباسؓ نے فرمایا کہ آنحضرتؐ نے اپنے رب کو دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے کلام موسیٰ کے واسطے خلت ابراہیم کے لئے اور رویت محمدؐ کے واسطے مخصوص فرمائی (۳)۔

(۷) ابواسحٰق نے ابوہریرۃؓ سے روایت کی ہے کہ ابوہریرۃؓ نے فرمایا کہ آنحضرتؐ نے خدا کو دیکھا۔ عبدالرزاق روایت کرتے ہیں کہ حسن بصریؒ اس بات پر قسم کھاتے تھے کہ آنحضرتؐ نے اپنے رب کو دیکھا اور نقاش نے روایت کی کہ امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ میں بھی ابن عباسؓ کی روایت کا قائل ہوں۔ آنحضرتؐ نے اپنی آنکھوں سے اپنے رب کو دیکھا دیکھا کی اسقدر تکرار فرمائی کہ آپ کا سانس منقطع ہوگیا (۴)۔

(۸) حضرت اسماء نے پوچھا یا رسول اللہ آپ نے سدرہ کے پاس کیا دیکھا آپؐ نے فرمایا اس کے پاس اپنے پروردگار کو دیکھا (۵)۔

(۹) حضرت ابوذر غفاریؓ کی حدیث کی نُورٌ اَنّٰی اَرَاهُ کے الفاظ میں علماء کو تردد ہوا ہے ایک توجیہ تو نمبر (۵) میں گذر چکی ہے۔ دوسری قرأت میں (اِنّی) بکسر ہمزہ بحرف

تحقیق ہے میں نے نور دیکھا میں نور دکھلایا گیا۔

اگر نُورٌ اَنّٰی اَرَاهُ (وہ نور تھا میں اس کو کیسے دیکھ سکتا) کو صحیح مانا جائے تو اس کے متعلق ابن جوزیؒ نے کہا کہ شاید ابوذر نے معراج سے پہلے آپ سے پوچھا تو یہ جواب ملا اگر بعد معراج کے پوچھتے تو یہ جواب نہ پاتے (۶)۔

جبرئیلؑ کو دیکھا: بعض صحابہ حضرت ابوہریرہؓ عبداللہ بن مسعودؓ اور عائشہ صدیقہؓ کا مذہب یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے خدا کو نہیں بلکہ جبرئیلؑ کو دیکھا اور انہوں نے آپ ہی کی طرف وحی کی تھی۔ تمام صحابہ میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کو اس مسئلہ پر سخت اعتراض تھا۔

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا کہ مادر من! کیا آنحضرتؐ نے اپنے خدا کو دیکھا" یہ سنکر تو میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ تین باتیں ایسی ہیں جن کے متعلق کوئی شخص روایت کرے تو سمجھنا چاہئے کہ وہ جھوٹ کہتا ہے۔ جس شخص نے روایت کی کہ آنحضرتؐ نے خدا کو دیکھا ہے اس نے جھوٹ کہا۔ خدا خود کہتا ہے:

لَاتُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ۔ نگاہیں خدا کو نہیں پاسکتیں اور وہ نگاہوں کو پالیتا ہے۔ وہ لطیف وخبیر ہے۔

پھر فرمایا:

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ (شوریٰ) کسی آدمی میں یہ قوت نہیں کہ خدا اس سے کلام کرے لیکن یہ کہ بذریعہ وحی کے یا پردے کی آڑ سے۔

یہ فرما کر بی بی صاحبہ نے کہا کہ آنحضرتؐ نے خدا کو نہیں دیکھا البتہ جبرئیلؑ کو ان کی اصلی صورت میں دوبار دیکھا۔

امام نووی شارح مسلم نے لکھا ہے کہ:

حضرت عائشہ صدیقہؓ کا یہ قول حجت نہیں ہوسکتا کیونکہ انہوں نے قرآن مجید کی آیت سے صرف عقلی استدلال کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی مرفوع روایت نہیں بیان کی ہے کہ آپؐ نے خود فرمایا ہو کہ میں نے خدا کو نہیں دیکھا (۷)۔

خلال نے کتاب السنۃ میں مروزی سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام احمدؒ سے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جو شخص زعم کرے کہ محمدؐ نے اپنے رب کو دیکھا تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بڑا افترا کیا سو کونسی دلیل سے حضرت عائشہؓ کے قول کا جواب دیا جائے۔ انہوں نے فرمایا کہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول سے رَاَیْتُ رَبِّیْ میں نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔ اس طرح امام احمد کی روایت سے یہ حدیث مرفوع بھی ثابت ہوگئی (۷)۔

علماء فرماتے ہیں کہ رُؤْيَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى بِالْبَصَرِ جَائِزَةٌ فِى الْعَقْلِ یعنی اللہ تعالیٰ کا دیدار کامل ظہور کے ساتھ عقلاً جائز ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے رویت کا سوال کیا تھا کہ رَبِّ اَرِنِىْ اَنْظُرْ اِلَيْكَ پروردگار اپنی ذات مجھے دکھا تا کہ میں تجھ کو دیکھوں۔ اگر رویت خداوند تعالیٰ کی ممکن نہ ہوتی تو ہرگز پیغمبر اس کی تمنا نہ کرتا۔ اور اللہ تعالیٰ نے رویت کو استقرار جبل سے متعلق کیا ہے اور پہاڑ کا اپنی جگہ پر برقرار رہنا ممکن امر ہے اور ممکن سے متعلق بھی ممکن ہوتا ہے یعنی اگر پہاڑ ٹھہرتا تو رویت ہوجاتی۔ اللہ پاک کی طرف سے موسیٰؑ سے جو فرمایا گیا لَنْ تَرَانِىْ (یعنی ہرگز تم مجھے نہیں دیکھ سکتے) نفی رویت پر دلیل نہیں ہوسکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے لَنْ اُرٰى یعنی مجھے کوئی نہیں دیکھ سکتا نہیں فرمایا بلکہ تم نہیں دیکھ سکتے فرمایا یعنی دیکھنے والے ضرور دیکھیں گے۔

ام المومنین بی بی صاحبہؓ نے جو لَاتُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ سے رویت کے نہ ہونے پر جو استدلال پیش فرمایا ہے کہ آنکھیں پورے طور پر اور اطراف سے خدا کا احاطہ نہیں کرسکتیں۔ جیسے جسم کو دیکھنے سے اس کی سب خصوصیات کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ اس طرح خدا کا ٹھیک ٹھیک احاطہ آنکھوں کی استعداد اور طاقت سے باہر ہے۔ وہ چونکہ نورانی ذات ہے۔ لہٰذا آنکھیں اس کو دیکھنے کے وقت تھرا جاتی ہیں۔ شرح عقائد نسفی میں تو اسی آیت سے لطیف انداز میں رویت کے امکان پر استدلال کیا گیا ہے و نیز اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نگاہیں (بذات خود) اللہ تعالیٰ کو نہیں پاسکتیں اور جو خود اللہ تعالیٰ نظر آنا چاہیں تو اس کی روایت ہوسکتی ہے اور یہاں پر فرمایا کہ نظریں (اس کی حقیقت کا) ادراک نہیں کرسکتیں (۸)۔ تفسیر شاہی میں ہے کہ ابصار سے کافروں کی آنکھیں مراد ہیں جو دونوں جہاں میں رویت سے محروم ہیں۔

دوسری آیت وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ .... مِايَشَاءُ سے جو بی بی صاحبہ نے استدلال پیش کیا ہے اس سے ارادت یعنی دکھلانا ثابت ہوتا ہے۔ قاضی عیاض اس آیت کی تفسیر کے تحت شفاء میں فرماتے ہیں کہ کلام تین قسم پر ہے (۱) حجاب سے جیسے موسیٰ سے ہوا (۲) یا فرشتے کے ذریعہ سے جس طرح تمام انبیاء اور اکثر آنحضرتؐ سے ہوا (۳) تیسری صورت کلام مشاہدہ کے ساتھ اور یہ وحی ہے جسکی طرف الاوحیاً سے اشارہ فرمایا گیا ہے (۹)۔

عقیدہ : رویت عقل کے ساتھ ثابت ہے اور نقل سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے اور یہ رویت خداوندی مومنوں کو آخرت میں حاصل ہوگی چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے وجوہٌ یَّومَئِذٍ نَاضِرَةٌ اِلٰی رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (کئی چہرے اس دن تازے ہونگے اپنے رب کو دیکھتے) اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ستَرون ربّکم کما ترون القمرَ لیلةَ البدرِ (تم عنقریب اپنے رب کو دیکھو گے جس طرح چودھویں کے چاند کو دیکھا کرتے ہو (۱۰)۔ مگر دنیا میں خدا تعالیٰ کا آنکھوں سے دیدار نہیں ہوسکتا۔ علماء فرماتے ہیں کہ اگر کوئی یہ کہے کہ میں دنیا میں خدا کو آنکھوں سے دیکھتا ہوں یا دکھاتا ہوں تو وہ کافر اور جھوٹا ہے۔ موسیٰ کے جیسا نبی مرسل تک ہزاروں پردوں میں سے صرف نور خداوندی کی ایک معمولی جھلک دیکھ کر تاب نہ لاسکا اور بیہوش ہوکر گر پڑا اور طور کا پہاڑ جل کر خاک ہوگیا اور تو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی جب اللہ پاک نے اپنے دیدار پاک سے مشرف فرمانا چاہا بھی تو اس نے اپنے قاعدہ کو توڑا بلکہ براق بھیج کر عرش پر یاد فرمایا اور وہاں اپنے دیدار سے اپنے حبیب کو سرفراز کیا۔

(مگر آج جھوٹے اور گمراہ مرشدین یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمارے مرید ہوجاؤ ہم خدا کو دکھاتے ہیں۔ یہ انکا دعویٰ نہ صرف جھوٹا اور گمراہ کن ہے بلکہ کفر تک پہنچادینے والا ہے اللہ پاک ہم سب کو ہر قسم کی گمراہی سے محفوظ رکھے)۔

ابن ماجشون (مشہور محدث) سے مشہور ہے کہ جن حدیثوں میں خدا کے اترنے اور مرئی ہونے کا ذکر ہے ان کے معنی یہ ہیں کہ خدا مخلوقات کی نظر میں ایسا تغیر پیدا کردیگا کہ وہ خدا کو ایسی حالت میں دیکھیں گے کہ اتر رہا ہے اور جلوہ دکھارہا ہے اور اپنے بندوں سے گفتگو اور خطاب کررہا ہے حالانکہ خدا کی جو شان ہے اس میں نہ تغیر ہوگا نہ خدا منتقل ہوگا۔

اور یہ اس لئے ہوگا کہ لوگ جان لیں کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے (۱۱)۔

حضرت صدیقہؓ سے اور ایک روایت مسلم شریف میں موجود ہے۔ حضرت مسروقؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عائشہؓ کے پاس تکیہ لگائے ہوئے بیٹھا تھا انہوں نے کہا اے ابو عائشہ تین باتیں ایسی ہیں جن میں سے اگر کسی نے ایک کو بھی کہا تو اس نے خدا پر بہتان باندھا۔ میں نے پوچھا وہ کیا باتیں ہیں فرمایا جس شخص نے یہ کہا محمدؐ نے خدا کو دیکھا تھا اس نے خدا پر بڑی تہمت لگائی۔ میں ٹیک لگائے بیٹھا تھا یہ سنکر سیدھا ہوگیا اور کہا اے ام المومنین جلدی نہ کیجئے خدا خود نہیں فرماتا:

لقد رآه بالافق المبين ولقد رآه نزلة اخرى. اس نے اس کو افق مبین پر دیکھا اس نے اس کو دوسری مرتبہ اترتے ہوئے دیکھا۔

بی بی صاحبہ نے فرمایا سب سے پہلے میں نے اس کے متعلق آنحضرتؐ سے سوال کیا تھا آپؐ نے فرمایا یہ جبرئیل تھے میں نے ان دو مرتبہ کے سوا ان کو اصلی صورت میں کبھی نہیں دیکھا (۱۲)۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ قرآن شریف میں افق اعلیٰ (سورۂ نجم) اور افق مبین (سورۂ تکویر) دو مقامات بیان ہوئے ہیں۔ افق مبین جبرئیل کا مقام ہے اور افق اعلیٰ حضرت ذات باری تعالیٰ (۱۳) کا معراج میں افق اعلیٰ پر دیکھنا مذکور ہوا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ آپ نے وہاں خدا کو دیکھا اور حضرت صدیقہؓ کی جو حدیث اوپر مذکور ہوئی ہے اس میں افق مبین ہے اس وجہ سے آپ کا رویت جبرئیل کے متعلق فرمانا بعید نہیں۔ و نیز اس میں بھی آنحضرتؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں نے خدا کو نہیں دیکھا بلکہ فرمایا کہ افق مبین پر نظر آنے والے جبرئیلؑ تھے۔

حوالے و حواشی:

(۱)و(۲) تنویر السراج فی لیلۃ المعراج وغیرہ۔ (۳) خصائص الکبریٰ بحوالہ حاکم ونسائی طبرانی وغیرہ۔
(۴) شفاء شریف (۵) خصائص الکبریٰ بحوالہ ابن مردویہ (۶) تفسیر مواہب الرحمٰن (۷) سیرۃ النبی
(۸) تنویر السراج فی لیلۃ المعراج (۹) شرح عقائد نسفی' کتاب الاقتصاد امام غزالی وغیرہ
(۱۰) شفاء شریف (۱۱) شرح عقائد نسفی (۱۲) حجۃ اللہ البالغہ "عالم مثال"
(۱۳) مسلم شریف (ذکر سدرۃ المنتہیٰ) (۱۴) معراج الرسول۔

اَسریٰ

(کعبۃ اللہ سے بیت المقدس کا سفر)

جب اہل زمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض و برکات سے مالامال ہوگئے تو آنحضرت صلعم جو تمام عالموں کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ اپنی دید کے مشتاق اور فیض کے طلبگار اہل آسمان کے دامنوں کو گوہر مقصود سے بھرنے' دیدار سے مسرور کرنے اور اپنے فیوض و برکات سے مستفیض فرمانے معراج کی رات آسمانوں پر تشریف لے گئے۔ علماء فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کی بعثت عام تھی حتیٰ کہ ملائکہ بھی آپ کی امت میں تھے۔ لیکن اہل زمین اپنے طور پر افعال و اقوال و اعمال میں تھے اور ملائکہ اپنے طور پر آداب حضوری میں تھے پس اللہ تعالیٰ نے رسول کرکے اہل زمین کی تعلیم کو بھیجا کہ انھوں نے عبادت سیکھی پھر آسمان کو عروج دیا کہ ملائکہ نے آداب سیکھے۔ (تفسیر مواہب الرحمٰن)

نبوت کا بارھواں سال تھا آفتاب رسالت اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ افق مکہ سے سارے عالم پر رحمت و توحید کی ضیاباری فرمارہا تھا۔ کفر و شرک کی تاریکی اپنے انجام سے حراساں ہوکر سرتوڑ کوشش کررہی تھی کہ یہ ابھرتا ہوا سورج کسی طرح گہن میں آجائے مگر چمگادڑ لاکھ نہ چاہے آفتاب طلوع ہوکر ہی رہتا ہے اور لحظہ بہ لحظہ اوسکے انوار و تجلیات بڑھتے ہی جاتے ہیں۔ غرض کفار مکہ ہر وہ تکلیف جو وہ دے سکتے تھے آنحضرت کو پہنچاچکے اور مزید پہنچانے کی فکر میں تھے۔ آپ کی ہمدم و مونس بی بی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور آپ کے مددگار چچا ابوطالب یکے بعد دیگرے داغ مفارقت دے گئے۔ پے درپے صدموں سے حضور کا دل بہت ٹوٹ گیا پھر بھی آپ ثابت قدمی سے اپنے فرائض منصبی انجام دیتے رہے۔ مگر اپنے حبیب کریم کی دل شکنی اور کبیدہ خاطری کو اللہ پاک کیسے برداشت

فرماسکتا تھا۔ آخر ستائیسویں رجب کی شب کو جب آفتاب اپنی چمکدار شعاعوں کو سمیٹ کر مغرب میں جا چھپا تو آفتاب نبوت کے جلوہ افروز ہونے کا وقت آگیا۔ یہ وہ رات ہے جس کی نورانیت نوازظلمت پر آفتاب و ماہتاب کی روشنی قربان ہونے بے چین ہے۔ ایسی مبارک رات میں دونوں عالم کا تاجدار کے کا کمبل پوش سرکار۔

اپنے اشغال وعبادات سے فارغ جو ہوا بستر خواب پر آرام کیا آج کی رات

نماز عشاء اور نوافل سے فارغ ہوکر دل میں وصال الٰہی کی تمنا لئے ہوئے کمبل کے فرش پر محو استراحت ہوا مگر آپ کی مشتاق دیدنگاہیں تنام عینای ولا ینام قلبی (میری آنکھیں سوتی ہیں مگر میرا دل نہیں سوتا) کی شان جمالی لئے ہوئے جلوہ گر تھیں۔

ام ہانیؓ کا مکان تھا جو صفا مروہ پر خواب گاہ گوشہ عالم وہی تھا آج کی رات

آپؐ اس مبارک رات میں حضرت ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان میں آرام فرما تھے جو صفا مروہ میں واقع تھا (۱)۔ لیکن آپ کا سونا ایسا تھا کہ آنکھیں سوتی تھیں اور دل جاگ رہا تھا۔ اتنے میں۔

حامل وحی خدا حاضر دربار ہوا عجب انداز سے بیدار کیا آج کی رات

حامل وحی یعنی جبرئیلؑ اللہ پاک کے حکم سے دردولت پر حاضر ہوئے اور خادمانہ آداب ملحوظ رکھ کر آنحضرت کو بیدار کرنے کے لئے اپنی آنکھوں کو حضور اقدس کے تلووں سے ملنے لگے۔ آنحضرت بیدار ہوئے اور دریافت فرمایا کہ اس وقت کیسے آئے تو جبرئیل نے۔

پھر بڑے شوق بڑے ذوق سے ارمانوں سے مسکراتا ہوا یوں عرض کیا آج کی رات

وقت معراج ہے یہ چلئے میرے ساتھ حضور حق تعالیٰ نے بلایا ہے ذرا آج کی رات

بہت ادب سے عرض کیا کہ یَا رَحْمَۃً لِلْعٰلَمِیْن اِنَّ اللّٰہَ تَبَارَکَ یَقْرَءُکَ السَّلَام اے رحمت عالم اللہ پاک آپ کو سلام کہتا ہے اور یقولُ زُرْنِی فَاِنِّی مُشْتَاقٌ اِلَیْکَ فرماتا ہے کہ میرے پاس آؤ میں تمہاری ملاقات کا مشتاق ہوں۔ اس لئے معراج کا حکم دیا ہے (۱)۔

کون لایا کس کو لایا۔ کون بلوایا ہے۔ وہ داعی ایسا مدعو ایسا رہبر ایسا چاہئے

پھر جبرئیلؑ نے عرض کیا۔

در دولت پہ ہے تیار سواری کو براق
اٹھیے چلیے کہ ہے اعزاز سوا آج کی رات

دروازہ پر سواری کے لئے براق حاضر ہے تشریف لے چلنا آج کی رات اللہ تعالیٰ آپ کو وہ بزرگی دینا چاہتا ہے جو آج تک کسی نبی کو نہیں ملی اور نہ کسی کے کانوں نے سنی نہ کسی کی آنکھوں نے دیکھی نہ کبھی کسی کے دل میں اس کا خطرہ یا خیال گذرا (۲)۔

سن کے یہ مژدۂ جاں بخش وہ جانِ عالم
شوق سے چلنے کو تیار ہوا آج کی رات

زیب تن جبہ کیا سر پہ عمامہ رکھا
حسن دوبالا ہوا صل علیٰ آج کی رات

کملی والے آقا محبوب عالم یہ زندگی بخشنے والے مژدہ کو اور وجد انگیز پیام کو سن کر بہت مسرور ہوئے اور طہارت فرماکر دو رکعت شکرانے کی نماز پڑھی (۳)۔ پھر آپ نے وہی اپنا کمبل کا جبہ زیب تن فرمایا اور عمامہ باندھ لیا (۴) اور خالق اکبر سے ملنے تشریف لے جانے تیار ہوگئے۔ سرکار پہلے سے حسین تھے اب اس فرحت بخش مژدہ اور اپنے پروردگار سے ملنے کی مسرت سے آپ کا حُسن مبارک دوگنا ہوگیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو اس کے بعد بیت اللہ میں لایا گیا۔

شق صدر

پھر فرشتوں نے کیا سینہ انور کو چاک
صاف تر قلب مصطفیٰ کو کیا آج کی رات

دل انور کو کیا مخزن عرفان و حکم
سینہ شق ہوکے بھی زخمی نہ ہوا آج کی رات

پھر تین (۵) فرشتوں نے بروایت دیگر جبرئیلؑ میکائیلؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چاہ زمزم کے پاس لٹادیا اور خود جبرئیلؑ نے آپ کا سینہ مبارک اوپر سے اسفل بطن (پیٹ کے نیچے) تک چاک کیا۔ آپ کا قلب (دل) اور پیٹ کی تمام چیزیں مزین طشت میں جو زمزم سے بھرا ہوا تھا تین بار دھوئی گئیں جب خوب پاک صاف کرچکے تو آپ کے پاس سونے کا طشت لایا گیا جس میں سونے کا ایک بڑا پیالہ تھا جو حکمت و ایمان سے بھرا ہوا تھا اس سے آپ کے سینے کو اور گلے کی رگوں کو بھردیا گیا پھر سینے کو سی دیا گیا (۶)۔ مگر آنحضرت صلعم کو سینے کے چیرے جانے سے کسی قسم کی تکلیف نہ ہوئی اور نہ زخم قائم رہا بلکہ فوراً اچھا ہوگیا۔

حکمت: (۱) قلب شریف کا دھونا اس لحاظ سے نہ تھا کہ اس کو طہارت کی ضرورت تھی بلکہ

وہ پہلے ہی سے پاک وصاف تھا لیکن صرف آداب کا ادا کرنا مقصود تھا۔ جس طرح باوضو شخص بھی دوسری نماز کے لئے حصول ثواب اور مزید پاکی کے خیال سے تازہ وضو کرتا ہے۔

(۲) ملائکہ کا زمزم شریف سے آپ کا قلب دھونا جبکہ کوثر سے بھی پانی آسکتا تھا بعض علماء کے نزدیک اس کی دلیل ہے کہ آب زمزم اس سے افضل ہے (شیخ الاسلام البلقینی) (۷)۔

(۳) سونے کے طشت کا استعمال کیا گیا حالانکہ اس کا استعمال ناجائز ہے اس کے متعلق علماء نے توجیہ فرمائی ہے۔ اول یہ کہ تحریم مدینہ میں ہوئی اس وقت سونے کا استعمال حرام نہ تھا (فتح باری)۔ دوسرے یہ کہ معراج آخرت کے امور میں سے ہے اور آخرت میں سونے کا استعمال جائز ہے۔ تیسرے یہ کہ آپؐ نے استعمال نہیں کیا اور فرشتے اس حکم سے مستثنیٰ ہیں (ابن ابی حمزہ) (۸)۔ ایمان وحکمت کا طشت میں ہونا کے معنی یہ ہیں کہ کوئی ایسی چیز جواہر غیبیہ سے تھی جس سے ایمان وحکمت میں ترقی ہو جیسے دنیا میں بعض جواہر کا استعمال قلب اور دماغ میں قوت اور فرحت بڑھاتا ہے چونکہ وہ سبب تھا حکمت وایمان کا اس لئے اس کا یہی نام رکھ دیا گیا (امام نووی)۔

<u>شق صدر کتنے بار ہوا:</u> بیہقی نے کہا ہے کہ یہ احتمال ہے کہ شق صدر چند بار ہوا ہے۔ ایک بار آپ کی دایہ حلیمہؓ کے پاس، دوسرے بار مبعوث (نبی) ہونے کے وقت اور پھر شب معراج میں۔ شیخ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں بچپن میں بعثت کے وقت پھر شب معراج میں شق صدر ہونا مختلف روایتوں سے ثابت ہے۔ ان حدیثوں کے درمیان جمع اس طرح کیا جاسکتا ہے کہ شق صدر کا بار بار ہونا مانا جائے اور اس امر کا تین بار ہونا تسلیم کیا جائے۔ ابن حجر نے تین بار شق صدر ہونے کے لطیف معنی پیدا کئے ہیں۔ وہ یہ کہ تطہیر (بہ تکلف پاکی) کے پیدا کرنے کے لئے تین دفعہ دھونا مستحب ہے اور اس میں مبالغہ ہے۔ جیسے کہ شریعت محمدیؐ میں طہارت کے باب میں ہے کہ کسی چیز کو تین بار دھونے سے اس کی کامل طہارت ہوجاتی ہے۔ شق صدر کے واسطے تین اوقات خاص ہوئے۔ بچپن میں تاکہ آپ کی شیطان سے حفاظت کے ساتھ عہد طفولیت سے بہترین انداز سے نشوونما ہو۔ نبوت عطا ہونے کے وقت کہ جو چیز آپ کی طرف وحی کی جائے آپ قلب قوی کے ساتھ اس کو لیں۔ اور شب معراج

ہیں تا کہ مناجات اور دیدار خداوندی کے واسطے آپ تیار اور مستعد ہوں۔ بعض علماء صرف دو بار اور بعض صرف ایک بار شق صدر ہونے کے قائل ہیں (۹)۔

ایک روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ شق صدر چار بار ہوا (۱۰)۔

نکتہ: دیگر انبیاء پر خصوصاً حضرت موسیٰ پر آنحضرت کو یہ بھی فضیلت حاصل ہے کہ وہاں دعا کرنی پڑتی تھی جب کہیں شرح صدر کی دولت نصیب ہوتی تھی چنانچہ حضرت موسیٰ نے دعا کی کہ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ (اے پروردگار میرا سینہ کھول دے) لیکن آنحضرت کو یہ دولت نہ صرف بغیر دعا و التجاء کے میسر ہوئی بلکہ متعدد بار ہوئی۔ چنانچہ اللہ پاک احسان کے طور پر فرماتا ہے کہ الم نشرح لک صَدْرَکَ (کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا) گویا شرح صدر کرنے والا خود اللہ پاک ہے۔ غرض شق صدر کے بعد آنحضرت باہر سواری کے پاس تشریف فرما ہوئے۔

براق کی شوخی:

شوخیاں کرنے لگا وقت سواری کے براق (۱۱) بولے جبرئیل کہ شوخی نہ دکھا آج کی رات

براق زین کسا ہوا تیار کھڑا تھا۔ جب آپ نے اس پر سوار ہونا چاہا تو براق نے (فخر اور خوشی سے) شوخی اور چہل بل کی۔ جبرئیلؑ نے اس کی گوشمالی فرمائی (۱۲) اور کہا کہ

خوش نصیبی سے ملا ہے تجھے اعلیٰ رتبہ تیرا راکب ہے شہ ہر دوسرا آج کی رات

دم بخود ہو گیا شرما گیا یہ سنتے ہی خوش عنان مرکب سرکار بنا آج کی رات

یہ کیا کر رہا ہے۔ خدا کی قسم تجھ پر آنحضرت سے زیادہ برگزیدہ اور بزرگ شخص نہ اب سوار ہوا ہے نہ آئندہ ہوگا۔ یہ سن کر براق شرم سے پسینہ پسینہ ہو گیا (۱۳)۔

ف۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ جبرئیلؑ نے میرا ہاتھ پکڑا اور آسمان دنیا پر پہنچے (رواہ البخاری) اور ایک روایت ہے کہ آپ کو جبرئیلؑ نے براق پر اپنے پیچھے سوار کیا۔ (رواہ ابن حبان) ان روایتوں کو روایت بالا سے تعارض نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ اول جبرئیلؑ خود مصلحت سے سوار ہوئے ہوں کہ آپ کو طبعاً خوف نہ ہو پھر اتر کر رکاب تھام لی ہو اور دوسری حالتوں میں گاہ گاہ ضرورت کے وقت آپ کا ہاتھ تھامنے کے لئے پکڑ لیتے ہوں (تنویر السراج)

جب براق سنبھل گیا اور سیدھا کھڑا ہو گیا تو جبرئیلؑ نے آپ کی رکاب پکڑی اور میکائیلؑ نے لگام تھامی (۱۴) اور آنحضرت اس پر سوار ہو گئے۔ غرض اللہ تعالیٰ کے حبیب دل میں وصل کا ارمان آنکھوں میں شوق دید لئے۔ سر پر رحمت کا تاج دھرے رضائے الٰہی کا خلعہ زیب تن فرمائے اس تجمل و شان سے تشریف لے چلے کہ

جبرئیل ایک طرف ایک طرف میکائیل دو ستاروں میں مرا چاند چلا آج کی رات

جلو میں ایک طرف جبرئیلؑ رکاب تھامے ہوئے ساتھ چل رہے تھے تو دوسری طرف میکائیلؑ لگام پکڑے ہوئے ہمراہی کا شرف حاصل کر رہے تھے (۱۵)۔ اس مبارک رات میں سماں ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ گویا دو ستاروں کے درمیان چاند چلے چل رہا ہے۔

حوالے و حواشی:

(۱) اس بارے میں اختلاف ہے کہ آپ کو معراج کہاں سے ہوئی۔ اکثر محدثین ام ہانیؓ کے گھر سے معراج ہونے کے قائل ہیں چنانچہ خود ام ہانی فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلعم کو معراج میرے ہی مکان سے کرائی گئی (طبرانی، ابو یعلی، خصائص الکبریٰ) بخاری شریف میں ہے کہ میں حطیم (کعبۃ اللہ کا وہ حصہ جو کعبہ کی تعمیر کرتے وقت سامان تعمیر کی کمی کی وجہ سے کعبہ کی چار دیواری سے باہر رہ گیا) میں لیٹا تھا۔ اسی میں دوسری روایت یہ ہے کہ میں مکے میں تھا کہ میرے گھر کی چھت کھولی گئی اور جبرئیل آئے (رواہ البخاری) واقدی کی روایت میں آپ کا شعب ابی طالب میں رہنا بیان کیا گیا ہے۔ جمع ان روایات میں یہ ہے کہ ام ہانیؓ کے گھر کو (جو ممکن ہے) شعب ابی طالب کے پاس ہو اس کو آپ نے بوجہ سکونت کے اپنا گھر فرما دیا وہاں سے آپ کو حطیم میں لے گئے اور ابھی نیند کا اثر باقی تھا کہ وہاں پہنچ کر بھی آپ لیٹ گئے (تنویر السراج لیلۃ المعراج)

چھت کھولنے میں یہ حکمت تھی کہ آپ کو ابتدائے امر ہی سے معلوم ہو جائے کہ میرے ساتھ کوئی معاملہ عجیب و خارق عادت ہونے والا ہے (تنویر)

(۲) و (۳) سیرت ابن اسحٰق و ابن جریر طبری۔ خصائص الکبریٰ۔

(۴) خصائص الکبریٰ بحوالہ بیہقی۔ ابو حاتم۔

(۵) ایک روایت میں ہے کہ تین شخص آئے ایک نے کہا کہ ان میں وہ پیغمبر کون سے ہیں۔ دوسرا بولا جو سب سے اچھا ہے اس کو لے لو۔ آئندہ شب کو پھر وہی تینوں آئے اور کچھ نہیں بولے اور آپ کو اٹھا لے گئے (رواہ البخاری) طبرانی میں ہے کہ اول جبرئیل و میکائیل آئے اور یہ گفتگو کر کے چلے گئے پھر تین آئے۔

(۶) بخاری شریف کتاب التوحید وصلوۃ النبی صلعم و مسلم شریف' ابن جریر دمشقی
(۷) و (۸) تنویر السراج فی لیلۃ المعراج
(۹) تنویر السراج فی لیلۃ المعراج
(۱۰) خصائص الکبریٰ باب قلب شریف
(۱۱) تذکرۂ حضرت محمدؐ از حضرت مولانا محمد حسام الدین فاضل قبلہ ؒ
(۱۲) براق برق کی تصغیر ایک چار پایہ۔ سفید، گدھے سے اونچا اور خچر سے نیچا (مسلم و مسند احمد وغیرہ)
(۱۳) و (۱۴) مسند امام حنبلؒ و ترمذی
(۱۵) تنویر السراج فی لیلۃ المعراج بحوالہ شرف المصطفےٰ (بروایۃ ابن سعد) و ابن کثیر بحوالہ طبرانی و ابن مردویہ

☆☆☆

آیات وآثار کے مشاہدات

اس مبارک سفر میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی عجیب وغریب آیتوں (نشانیوں) کا مشاہدہ فرمایا اور وہ عبرتناک عذاب بھی دیکھے جو گنہگاران امت کو دیے جائیں گے۔ یہاں پر ان میں سے چند تحریر کئے جاتے ہیں۔

آپ نے اس رات دجال کو راستے میں اس کی اصلی صورت میں ملاحظہ فرمایا۔ دجال کی صورت قطن ابن عبدالعزیٰ (ایک کافر) سے ملتی جلتی تھی۔ وہ ایک خبیث، عظیم الجثہ (بڑے جسم والا) بھدا اور چندھا تھا اس کی ایک آنکھ بالکل مٹی ہوئی تھی اور ایک آنکھ ایسی قائم جیسے تارا اور بال ایسے تھے جیسے کسی درخت کی گھنی شاخیں (۱)۔

ف: دجال قیامت کے قریب نکلے گا زمین کو فساد سے بھردے گا اور اپنی خدائی کا دعویٰ کرے گا۔ اور اپنی خدائی کے ثبوت میں مردوں کو زندہ کرنے کا دعویٰ کرے گا۔ ایک عالم سے کہے گا کہ مجھ پر ایمان لا۔ مجھ کو خدا کہہ۔ وہ فرمائیں گے کہ تیری خدائی کا کیا ثبوت ہے وہ کہے گا کہ میں مردے کو زندہ کرتا ہوں۔ عالم صاحب کہیں گے کہ اچھا مجھے مار کر زندہ کر۔ وہ ان کو مار کر زندہ کرے گا اور ایمان کا مطالبہ بھی کرے گا۔ اس وقت عالم صاحب فرمائیں گے کہ اب تو مجھے یقین ہوگیا کہ تو جھوٹا اور خبیث دجال ہے کیونکہ رسول اکرم صلعم نے فرمایا ہے کہ دجال مردے کو زندہ کرے گا اور تو نے ویسا ہی کیا۔ اس لئے تجھ پر ایمان لانا کفر ہے۔

جب لوگ دجال سے نالاں ہوں گے تو عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے اور اسکو مار ڈالیں گے۔ چنانچہ عبداللہ ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ شب معراج میں ابراہیم موسیٰ علیہم السلام سے آسمان پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات ہوئی۔ وہاں قیامت کے قائم ہونے کے خاص وقت کے متعلق تذکرہ ہوا۔ حضر ابراہیمؑ و موسیٰؑ نے لاعلمی ظاہر کی۔ اور حضرت عیسیٰ کی طرف رجوع ہوئے۔ حضرت عیسیٰؑ نے کہا کہ صحیح وقت کا علم تو بجز خدا کے کسی کو نہیں ہے لیکن مجھ سے یہ تو فرمایا گیا ہے کہ دجال نکلنے والا ہے اس وقت میرے ساتھ دو

چھریاں ہونگی وہ مجھے دیکھتے ہی سیسے کی طرح پگھلنے لگے گا۔ آخر میری وجہ سے اللہ تعالیٰ اسے ہلاک فرمائے گا۔ پھر تو درخت اور پتھر بھی بول اٹھیں گے کہ اے مسلمان دیکھ یہاں میرے پیچھے کافر چھپا ہوا ہے آ اور اسے قتل کر پس اللہ تعالیٰ سب ان سب کو ہلاک کرے گا۔ لوگ ٹھنڈے دل اپنے شہروں کو لوٹ جائیں گے۔ اسی زمانے میں یاجوج ماجوج نکلیں گے ہر اونچائی سے کودتے پھاندتے آئیں گے جو چیز پائیں گے غارت کریں گے جو پانی دیکھیں گے پی جائیں گے آخر تنگ آکر لوگ مجھ سے شکایت کریں گے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو ایک ہی ساتھ ہلاک کرے گا۔ لیکن ان کی نعشوں کے تعفن و بدبو کی وجہ سے زمین پر چلنا پھرنا دشوار ہو جائے گا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ بارش برسائے گا جو ان کی لاشوں کو بہا کر سمندر میں ڈال دے گی۔ مجھے یہ معلوم ہے کہ اس کے بعد ہی قیامت آجائے گی جیسے پورے دن کی حمل والی ہو کہ نہ جانے بچہ صبح ہو جائے یا رات کو (تفسیر ابن کثیرؒ خصائص کبریٰ از جز وحسن بن عرفہ) معراج سے متعلق تھی اس لئے پوری روایت لکھ دی گئی۔

زال دنیا کا نظارہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی رات زال (بوڑھی جس کے بال سفید ہو گئے ہوں) دنیا کا بھی نظارہ فرمایا۔

آئی ملعونہ یہ زیور سے مزین ہو کر
چونچلے شوخیاں دکھلائی سوا آج کی رات
اس کے بازو تھے کھلے پہنے ہوئی تھی یہ بلوز
بے حیا میں نہ تھی کچھ شرم وحیا آج کی رات

آپ نے ایک عورت کو دیکھا کہ دنیا بھر کی زینت کئے ہر قسم کے زیورات سے آراستہ برہنہ ہاتھ یعنی بلوز پہنی ہوئی اور بانہیں کھولی کھڑی تھی اور آنحضرت کو اپنی جانب متوجہ کرنے چونچلے اور شوخیاں دکھا رہی تھی (آنحضرت جب متوجہ نہ ہوئے تو) آواز دی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ذرا ٹھہریئے میں آپ سے کچھ دریافت کرنا چاہتی ہوں۔ لیکن آنحضرت صلعم نے اس کی طرف توجہ فرمائی نہ ٹھہرے اور نہ جواب دیا۔

متوجہ نہ ہوئے شاہ تو بولے جبرئیلؑ
آپ اگر دیکھتے دنیا کو ذرا آج کی رات
امتی آپ کے دنیا ہی کے شیدا ہوتے
آخرت چھوڑتے یہ فیصلہ تھا آج کی رات

آنحضرتؐ جب اس کی طرف متوجہ نہ ہوئے تو جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ وہ عورت دنیا تھی آج

رات یہ فیصلہ تھا کہ اگر آپ اس کی طرف توجہ فرماتے یا دیکھتے یا اس کو جواب دیتے تو آپ کی تمام امت دنیا دار اور گمراہ ہو جاتی اور آخرت پر دنیا کو ترجیح دیتی (۲)۔

آہ اب عورتوں کو ہے وہی بلیوٹ پسند
زال دنیا کو پسندیدہ جو تھا آج کی رات

آنحضرت صلعم نے زال دنیا کو شب معراج میں جس لباس میں ملاحظہ فرمایا تھا کہ وہ بلوز پہنی ہوئی تھی اس کے ہاتھ مونڈھوں تک برہنہ تھے۔ ہزار افسوس کہ آج مسلمان بیبیوں کا وہی لباس ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ بے حیائی کا۔ دنیا کے تو صرف بازو کھلے تھے اور آج کل مسلمان عورتوں کا لباس کس قسم کا ہے؟ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ ہی کی زبانی سن لیجئے اور عبرت ونصیحت حاصل کیجئے۔

لباس عورتوں کا کس قدر ہے بیہودہ
بہیمیت کا نمونہ ہے فسق کا تحفا
نہیں ہے فرق' لباس و برہنگی ذرا
برہنگی سے بھی یہ جاذب نظر ہے ہوا

برہنہ ہاتھ ہیں بغلوں تک اور شانوں تک
کہ چھوٹتا رہے ہاتھوں سے حُسن کا ناوک

بدن پہ دیکھو تو باریک کپڑے کا جمپر
وجود جس کا عدم سے نہیں ہے کچھ بڑھ کر
گلا کھلا ہوا۔ آتا ہے صاف سینہ نظر
چمکتا کانٹا نمایاں جھلکتی محرم پر

برہنہ پیٹ ہے بالکل کھلی ہوئی ہے ناف
زیادہ نصف سے بھی پیٹھ ہے نمایاں صاف

بھلا اس قدر بے حیائی کا لباس زال دنیا کو بھی کہاں نصیب ہوا تھا۔ یہ تو اس خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی باندیوں کا لباس ہے جن کا رونگٹا تک کسی غیر محرم نے نہیں دیکھا تھا اور جنھوں نے حضرت علیؓ کو وصیت کر دی تھی کہ میرے جنازے کو ڈولے میں رکھ کر اس پر کپڑا اڑھانا اور رات کو اٹھانا۔ تاکہ اس کفن کے اور پردہ کے اندر کے جنازہ کو بھی کوئی دیکھنے نہ پائے (فقیر عاقل غفرلہ)۔

شیطان کا مکر:

ایک بوڑھا بھی ملا اور بلایا شہ کو
متوجہ نہ ہوئے شاہ بڑا آج کی رات

بولے جبرئیل یہ شیطان ہے بلاتا ہے حضور　　چاہتا ہے یہ کرے مکر سوا آج کی رات

ابھی تھوڑی دور بھی آگے نہ گئے تھے کہ آپ نے ایک دو ہیری کمر والے بوڑھے کو ملاحظہ فرمایا کہ وہ آپ سے پکار کر کہہ رہا ہے یا محمدؐ (صلعم) ادھر تشریف لائیے ۔ جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ آپ ادھر توجہ نہ فرمائیں ۔ یہ آدم علیہ السلام کا دشمن شیطان ہے ۔ چاہتا ہے کہ اپنی طرف مائل کر کے کچھ مکر کرے اور خدا سے غافل بنائے لیکن اللہ پاک آپ کا محافظ و نگہبان ہے (۳)۔

مشاطۂ فرعون کا واقعہ:

پھر ملا مرقدِ مشاطۂ بنت فرعون　　قصہ جبرئیلؑ نے اس کا بھی کہا آج کی رات

قبر سے شاہ کو خوشبو کی مہک آنے لگی　　حق پہ مرنے کا صلہ اس کو ملا آج کی رات

پھر سواری آگے چلی ۔ ایک مقام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو کی مہک آنے لگی آپ نے جبرئیل سے دریافت فرمایا کہ یہ خوشبو کیسی ہے ۔ جبرئیل نے عرض کیا کہ یہ فرعون کی بیٹی کی مشاطہ کی قبر ہے جو اس کو کنگھی کر رہی تھی اتفاقاً اس کے ہاتھ سے کنگھی گر گئی تو اس نے بسم اللہ کہہ کر اس کو اٹھالیا۔ فرعون کی بیٹی نے پوچھا کہ تو نے کس کا نام لیا ۔ کہا میرے پروردگار کا فرعون کی بیٹی نے کہا تیرا پروردگار تو فرعون ہے ۔ مشاطہ نہ کہا نہیں' اللہ وہ ہے جو مجھے اور تجھے اور خود فرعون کو روزی دیتا ہے ۔ اس لڑکی نے اپنے باپ فرعون سے یہ بات کہہ دی ۔ وہ سخت غضبناک ہوا اور بلاکر پوچھا کہ کیا تو میرے سوا کسی اور کو اپنا رب مانتی ہے ۔ اس ایمان کے نشہ میں چور بی بی نے کہا ہاں میرا اور تیرا سب کا رب اللہ تعالی ہے جو بلندیوں اور بزرگیوں والا ہے ۔ فرعون نے اس بی بی کے خاوند کو اور بچوں کو بلایا اور رغبت دلاکر دین سے پھیرنا چاہا۔ مگر ناکام ہوا ۔ حکم دیا کہ دیگ میں پانی کھولایا جائے ۔ فوراً تعمیل کی گئی ۔ پھر یکے بعد دیگرے اس کے شوہر کو اور اس کے معصوم بچوں کو کھولتے ہوئے پانی میں ڈال دیا ۔ وہ مصیبت زدہ مومنہ صبر و تحمل سے یہ ہولناک منظر دیکھتی کھڑی رہی مگر پائے استقامت میں لغزش نہیں آئی ۔ عرض کیا کہ بادشاہ ایک درخواست ہے اسے منظور کر وہ یہ کہ میری اور میرے شوہر اور بچوں کی ہڈیاں ایک ہی جگہ دفنائی جائیں ۔ فرعون نے کہا کہ اچھا تیرے کچھ حقوق ہم پر ہیں اس لئے ہم اس کو قبول کرتے ہیں۔

آخر میں سب سے چھوٹے بچے کی باری آئی جو ماں کی چھاتی سے چمٹا ہوا دودھ پی رہا تھا' فرعون کے سپاہیوں نے جب اس ننھے شیر خوار کو بھی گھسیٹا اور پانی میں ڈالنا چاہا تو بے چاری کے آنکھوں کے اندھیرا چھا گیا ۔ ضبط کا یارا نہ رہا صبر و استقلال کی باگ قریب تھی کہ ہاتھ سے چھوٹ جائے پائے استقامت میں لغزش آجائے اور ایمان میں تزلزل واقع ہوجائے کہ اللہ پاک نے مدد فرمائی بچہ کو زبان دی ع بہ بانگ زد طفل کانّی لم امت ۔ دفعۃً اس بچے نے گرم اور کھولتے پانی سے آواز دی کہ اے مہربان اماں خبردار فرعون کو سجدہ نہ کرنا اس کو خدا نہ کہنا وہ جھوٹا ہے ۔ حق پر جان دینا ہی سب سے بڑی کامیابی ہے ۔ مثنوی میں مولانا روم ایسے ہی ایک واقعہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ بچے نے کھولتے پانی میں سے آواز دی ۔

اندر آ مادر کہ من این جا خوشم　　گرچہ درصورت میان آتشم

چشم بند است آتش از بہر حجیب　　رحمت است ایں سر برا وردہ زجیب

یعنی اے اماں جان آپ بھی اس آگ میں آجایئے میں اگرچہ بصورت ظاہری آگ میں جل رہا ہوں لیکن درحقیقت ایسا نہیں میں یہاں بہت خوش ہوں۔ جس کو لوگ آگ سمجھتے ہیں وہ اصل میں آگ نہیں ہے بلکہ ایک حجاب کے واسطے نظر بند ہے اس آگ نے عوام کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا ہے اور رحمت کو اپنے اندر چھپالیا ہے ۔ ورنہ یہ آگ حقیقت میں رحمت خداوندی ہے ۔

اندر آ مادر ببیں برہان حق　　تا بہ بینی عشرت خاصان حق

اے مادر مہربان تامل نہ فرمایئے اور فوراً آگ میں چلے آیئے اللہ وحدہٗ لاشریک کی قدرت کا تماشہ دیکھئے کہ وہ اپنے خاص بندوں کو کیسا عیش و عشرت اور خوشی و مسرت عطا فرماتا ہے ۔

اندر آ اسرار ابراہیم بیں　　کو در آتش یافت ورد و یاسمین

اے ماں آپ یہاں آجایئے اور حضرت براہیم علیہ السلام کے بھید کو ملاحظہ فرمایئے کہ یہی آگ ان کے لئے گلاب اور چنبیلی کے پھول کیوں کر ہوگئی تھی ۔

اندر آ مادر بحق مادری　　بیں کہ ایں آذر ندارد آذری

اے ماں آپ کو میں سمجھاتا ہوں اور ماں پن کا واسطہ دیتا ہوں آپ اندر آکر دیکھ لیجئے کہ یہ آگ' آگ پن ہی نہیں رکھتی ۔

قدرت آں سگِ بدیدی اندر آ ۔۔۔ تا ببینی قدرت فضل خدا

اے اماں آپ نے اس فرعون کتے کی قدرت دکھ لی اور یہاں میرے پاس آکر خدا کے فضل وکرم کی بھی قدرت دیکھئے ۔

من ز رحمت می کشایم پائے تو ۔۔۔ کز طرب خود نیستم پروائے تو

اے اماں جان مجھ کو آپ کی اس حالت پر بہت ہی رحم آتا ہے اس لئے آپ کو بار بار بلاتا ہوں کہ قدم بڑھائیے ورنہ میں تو یہاں ایسے عیش وطرب میں ہوں کہ مجھ کو نہ آپ کی کچھ پروا ہے نہ کسی کی۔

آخر کار وہ خود بھی آگ میں ڈال دی گئی رضی اللہ عنہم یہ خوشبو اسی کے جنتی محل سے آرہی ہے (۴)۔ آپ کو یہاں بھی نماز پڑھنے کہا گیا ۔ اللہ اکبر ایک عورت کی عزت اور قسمت کہ خاتم النبیین سرورِ کونین کو اس کی قبر پر نماز کا حکم ہوتا ہے ۔ بیشک اللہ پاک کسی کا عمل ضائع نہیں فرماتا ۔ (اِنَّ اللّٰہ لایضیع اَجْرُ المحسنین)

مرقد موسیٰؑ پر گذر:

چلتے چلتے ہوا پھر مرقد موسیٰ پہ گذر ۔۔۔ بہ خوشی ملکے یہ موسیٰ نے کہا آج کی رات

مانگ لیں امت عاصی کے لئے حق سے نجات ۔۔۔ فخر دیں آپ ہیں مہمان خدا آج کی رات

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر پر سے ہوا آپ نے دیکھا کہ ایک صاحب نماز پڑھ رہے ہیں (جب وہ فارغ ہوئے) آنحضرتؐ نے ان کو سلام کیا ۔ انھوں نے سلام کا جواب دے کر جبرئیلؑ سے پوچھا کہ یہ کون صاحب ہیں ۔ جبرئیلؑ نے عرض کیا یہ خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلعم ہیں۔ انھوں نے نہایت مسرت سے آنحضرت سے ملاقات کی اور مرحبا کہا پھر کہا کہ آج آپ اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں خدا سے امت کا حال عرض کیجئے ان کی نجات آسانی اور سہولت کے لئے سوال فرمایئے ۔ آنحضرتؐ کے دریافت کرنے پر جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ یہ آپ کے بھائی موسیٰ کلیم اللہ ہیں (۵) ۔

پھر ایک جگہ مدائن کے نواح میں جبرئیلؑ نے آنحضرت سے نماز پڑھنے کہا اور عرض

کیا کہ یہ وہ طور سینا ہے جہاں سے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا ہے (۶) ۔

آنحضرت نماز سے فارغ ہوکر آگے روانہ ہوئے ۔

اثنائے راہ میں مختلف آثار کا نظارہ:

راہ میں اور بھی آثار کا نظارہ کیا ۔۔۔ ہر جگہ ایک نیا رمز کھلا آج کی رات

راستے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور بہت سی باتوں کو ملاحظہ فرمایا اور ہر مقام پر ایک نیا راز آپ کو معلوم ہوتا گیا ۔

اثنائے راہ میں آنحضرت صلعم کی داہنی جانب سے کسی نے آواز دی کہ محمدؐ جلدی نہ کرنا ۔ تو راستہ بھول گیا ہے ۔ میں تیری رہبری کروں گا اور کچھ پوچھوں گا ۔ آپ نے کچھ توجہ نہ فرمائی جب اور آگے بڑھے تو بائیں جانب سے بھی وہی آواز آئی آپ نے التفات نہ فرمائی ۔ جبرئیلؑ نے بعد میں عرض کیا کہ پہلا پکارنے والا یہودی تھا اور دوسرا نصرانی ۔ اگر آپ اول الذکر (یہودی) کا جواب دیتے تو آپ کی تمام امت یہودی ہوجاتی اور اگر دوسرے شخص (نصرانی) کا جواب دیتے تو نصرانی ہوجاتی (۷)۔

راستے کے ایک کنارے آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ایک بڑھیا بیٹھی ہے ۔ دریافت فرمایا کہ یہ کون ہے جبرئیلؑ نے کہا چلے چلئے پھر آپ آگے بڑھے دیکھا کہ خدا کی ایک مخلوق ہے (کوئی صاحب ہیں) اور بلند آواز سے کہہ رہی ہے ۔

السلام علیک یا اول والسلام علیک یا آخر السلام علیک یا حاشر (تجھ پر سلام ہے اے اول و آخر اور اے حاشر)

جبرئیلؑ نے کہا جواب دیجئے ۔ آپ نے ان کے سلام کا جواب دیا ۔ پھر دوبارہ اور سہ بارہ ایسا ہی واقع ہوا ۔ جبرئیلؑ نے کہا راستے کے کنارے جس بڑھیا کو آپ نے دیکھا تھا وہ گویا بطور مثال یہ دکھایا گیا ہے کہ دنیا کی اب عمر صرف اتنی ہی باقی ہے جتنی اس بوڑھی کی ۔ اور جن کے سلام کا آپ نے جواب دیا وہ اولوالعزم پیغمبر ابراہیم اور عیسیٰ وغیرہ علیہم السلام ہیں (۸)۔

پھر ایک اور جگہ آپ سے نماز پڑھوائی گئی ۔ اور عرض کیا گیا کہ یہ بیت اللحم ہے جہاں حضرت عیسیٰ پیدا ہوئے (۹)۔

راہ میں آنحضرت صلعم کو بطور مثال بہت سی چیزیں دکھلائی گئیں تا کہ آپ اس سے واقف ہوں اور امت کو واقف فرمائیں۔ تا کہ وہ رضائے الٰہی کی خواہشمند اور اس کے غضب سے ڈرتی رہے۔

غیبت کی سزاء: آپ کا گذر ایک قوم پر ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے جن سے وہ اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ اور چھیل رہے تھے۔ دریافت پر جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو لوگوں کی غیبت کر کے ان کا مردار گوشت کھایا کرتے تھے۔ اس لئے ان کو یہ سزاء دی گئی ہے (۱۰)۔

زنا کی سزاء: آگے آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ خوان لگے ہوئے ہیں جس میں بہترین اور نفیس گوشت بھنا ہوا ہے اور دوسری جانب دوسرے خوان لگے ہیں جن میں بدبودار اور سڑا ہوا گوشت ہے کچھ لوگ (عورت و مرد) ہیں جو عمدہ گوشت چھوڑ کر سڑا ہوا گوشت کھا رہے ہیں۔ دریافت فرمانے پر جبرئیلؑ نے کہا کہ یہ آپ کی امت کے وہ مرد ہیں جو اپنی حلال بیبیوں کو چھوڑ کر حرام عورتوں کے پاس رات گذارتے تھے اور وہ عورتیں ہیں جو خاوندوں کو چھوڑ کر اوروں کے ہاں رات گذارتی تھیں (۱۱)۔

سود خوروں کا انجام: ایک مقام پر آپ نے دیکھا کہ کچھ لوگ ہیں جن کے پیٹ بڑے بڑے گھروں کے مانند ہیں انمیں سانپ ہیں جو باہر سے نظر آرہے ہیں۔ جب وہ اٹھنا چاہتے ہیں تو گر پڑتے ہیں۔ فرعونی جانوروں سے روندے جاتے ہیں۔ اور خدا کے سامنے آہ و زاری کرتے ہیں۔ آنحضرت نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ عرض کیا آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو سود کھایا کرتے تھے۔

ف۔ جب کہ میں چودہ برس کا تھا اس واقعہ کو ایک قطعہ کی صورت میں نظم کیا تھا یہاں اس کو لکھ دینا مناسب سمجھتا ہوں عاقل غفرلہ۔

شب معراج میں اک قوم کو دیکھا شہ نے　　پیٹ ہیں ان کے بڑے جس سے بڑی دقت ہے
پیٹ میں سانپ ہیں باہر سے جو آتے ہیں نظر　　پوچھا جبرئیلؑ سے یہ کون ہیں کیا آفت ہے
بولے جبرئیلؑ کہ امت کے ربا خوار ہیں یہ　　سود کھانے کا نتیجہ ہے جو یہ حالت ہے

یتیموں کا مال کھانے والوں کا نتیجہ: کچھ اور لوگ ایسے نظر آئے جن کے ہونٹ اونٹ کی طرح تھے اور ان کے منہ پھاڑ پھاڑ کر فرشتے (آتشی) گوشت کے لقمے دے رہے تھے جو ان کے دوسرے راستے سے نکل جاتے تھے وہ تکلیف سے چیختے اور چلاتے تھے۔ جبرئیلؑ نے دریافت فرمانے پر عرض کیا یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ناحق کھا جایا کرتے تھے۔ جو یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں عنقریب دہکتی ہوئی آگ میں جائیں گے (۱۲)۔

اولاد کو ہلاک کرنے والوں کا عذاب: آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ کچھ عورتیں اپنی پستانوں کے بل لٹکی ہوئی ہیں اور ہائے وائے کر رہی ہیں۔ دریافت پر معلوم ہوا کہ یہ زناکار اور اپنی اولاد کو قتل کرنے والی عورتیں ہیں (۱۳)۔ (حمل کا گرانا بھی اولاد کو قتل کرنے کے حکم میں ہے)

خدا کے نام پر جان و مال دینے والوں کی مثال: آپ نے دیکھا کہ ایک قوم ہے جو ادھر کھیتی کاٹتی ہے ادھر پھر کھیتی بڑھ جاتی ہیں۔ آپ کے استفسار پر جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ یہ راہ خدا میں جان و مال دینے والے لوگ ہیں جن کی نیکیاں سات سات سو درجہ تک بڑھتی ہیں اور جو خرچ کریں اس کا بدلہ پاتے ہیں اللہ تعالیٰ بہترین رزاق ہے (۱۴)۔

خدا کی راہ میں دینا ہے گھر کا بھر لینا　　ادھر دیا کہ ادھر داخل خزانہ ہوا

بے نمازیوں کا عذاب: ایک ایسی قوم پر آپ کا گذر ہوا جن کے سر پتھروں سے کچلے جا رہے تھے پھر ساتھ ہی اچھے ہو جاتے اور پھر کچلے جاتے دم بھر کی مہلت نہ ملتی تھی آپ نے پوچھا کہ بھائی جبرئیل یہ کون لوگ ہیں عرض کیا کہ امت کے وہ لوگ ہیں کہ جب نماز کا وقت آتا تھا تو ان کے سر بھاری ہو جاتے تھے (۱۵)۔

زکوٰۃ نہ دینے والوں کا انجام: پھر کچھ لوگ نظر پڑے کہ ان کے آگے پیچھے دھجیاں لٹک رہی ہیں اور دوزخ کے پتھر اور جانوروں کی طرح کانٹے دار جہنمی درخت چک چر رہے ہیں اور دوزخ کے پتھر اور انگارے کھا رہے ہیں۔ دریافت پر جبرئیلؑ نے کہا کہ یہ امت کے وہ لوگ ہیں جو اپنے مال کی زکوٰۃ نہ دیا کرتے تھے۔ ان پر اللہ تعالیٰ نے ظلم نہیں کیا بلکہ

انہوں نے خود اپنی جانوں پر آپ ظلم کیا (۱۶)۔

<u>راستے پر بیٹھنے والوں کی مثال</u>: پھر آپ نے دیکھا کہ راستے میں کانٹے دار لکڑی ہے جو ہر نزدیک سے جانے والے کے کپڑے پھاڑ ڈالتی ہے اور اس کو زخمی کر دیتی ہے۔ پوچھنے پر جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ یہ آپ کی امت کے ان لوگوں کی مثال ہے جو راستے روک کر بیٹھ جاتے ہیں (اور ہر آنے جانے والے کا مذاق اڑاتے اور عیب جوئی کرتے ہیں پھر یہ آیت پڑھی۔ وَلَا تَقْعُدُوا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوعِدُونَ وَتَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ) راستوں پر ڈرانے اور راہ خدا سے روکتے ہوئے نہ بیٹھا کرو (۱۷)۔

<u>بڑے بول کی مثال</u>: آپ نے دیکھا کہ ایک چھوٹے سوراخ میں سے ایک بڑا بھاری بیل نکل رہا ہے اور پھر وہ لوٹنا چاہتا ہے لیکن واپس نہیں ہوسکتا۔ پوچھا جبرئیلؑ یہ کیا ہے؟ عرض کیا کہ یہ وہ شخص ہے جو کوئی بڑا بول بولتا تھا پھر اس پر نادم تو ہوتا تھا لیکن اس کو لوٹا نہیں سکتا تھا (۱۸)۔

<u>حقوق العباد نہ ادا کرنے والے کی مثال</u>: آپ نے ایک شخص کو ملاحظہ فرمایا کہ (اپنے سر پر) بہت بڑا ڈھیر جمع کئے ہوئے ہے جسے اٹھا نہیں سکتا پھر بھی وہ اس کو اور بڑھا رہا ہے۔ جبرئیلؑ نے پوچھنے پر بتایا کہ یہ آپ کی امت کا وہ شخص ہے جس پر لوگوں کے حقوق اس قدر ہیں کہ وہ ہرگز نہیں اٹھا سکتا۔ پھر بھی اور امانتیں لے رہا ہے اور اس کو اور بڑھا رہا ہے (۱۹)۔

<u>بے عمل فتنہ پرداز مرشدین اور واعظین کا انجام</u>: آپ نے ایک جماعت کو ملاحظہ فرمایا جن کی زبانیں اور ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کتری جارہی ہیں ادھر کٹتیں اور ادھر درست ہوجاتیں۔ یہی عذاب میں مبتلا تھے کہ آپ نے پوچھا کہ بھائی جبرئیلؑ یہ کون لوگ ہیں عرض کیا یہ فتنے پیدا کرنے والے رہنما اور وہ واعظین ہیں جو دوسروں کو تو نصیحت کرتے تھے مگر خود عمل نہیں کرتے تھے (۲۰)۔

ف۔ بظاہر یہ واقعات آسمانوں کی سیر سے قبل دیکھے گئے ہیں اور بعض واقعات بعد عروج دیکھنے کی تصریح ہے مگر واقعات کے مناسبت سے ان کو ایک جگہ جمع کر دیا گیا ہے۔

عالم برزخ بہ اعتبار مکان کے خواہ کہیں ہو مگر صاحب کشف کے اس مکان

میں ہونے کے ساتھ اس کا انکشاف مشروط نہیں۔ یہ بھی احتمال ہے کہ یہ احوال ان صورتوں کے نظر آئے ہوں جو آدم علیہ السلام کے بائیں طرف (یسار میں) تھیں جن کا ذکر آئندہ صفحات میں آئے گا۔ اور بعض مکشوفات کی نسبت تصریح نہیں ہے کہ قبل عروج مشاہدہ فرمایا یا بعد عروج۔ جیسے حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ جب آپ کو معراج ہوئی تو بعض ایسے انبیاء پر آپ کا گذر ہوا جن کے ساتھ بڑا مجمع تھا اور بعض ایسوں پر گذر ہوا جن کے ساتھ چھوٹا مجمع تھا اور بعض کے ساتھ کوئی نہ تھا۔ یہاں تک کہ آپ کا گذر ایک بہت بڑے مجمع پر ہوا آپ نے پوچھا یہ کون صاحب ہیں کہا گیا موسیٰ اور ان کی قوم ہے لیکن اپنا سر اوپر اٹھایئے اور دیکھئے جب آنحضرت نے اپنا سر اٹھایا تو ملاحظہ فرمایا کہ ایک اتنا عظیم الشان مجمع ہے کہ سب آفاق کو گھیر رکھا ہے۔ آپ سے کہا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے اور ان کے علاوہ آپ کی امت میں سے ستر ہزار (یہاں پر کثرت اور زیادتی بتانے کے لئے ہے جیسے ہم تین سو ساٹھ کہا کرتے ہیں) اور ہیں جو جنت میں بے حساب داخل ہوں گے۔ اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ وہ ہیں جو داغ نہیں لگاتے (یعنی جسم کو گدواتے نہیں) جھاڑ پھونک نہیں کرتے (بد) شگون (فال بد) نہیں لیتے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں (۲۱)۔

بعض اور بھی آثار جو آنحضرت نے ملاحظہ فرمائے یہاں لکھے جاتے ہیں تاکہ نصیحت حاصل ہو۔

<u>ریاکار کی مثال</u>: آنحضرت نے ایک شخص کو دیکھا کہ ڈول کنویں میں ڈالتا تھا اور جب نکالتا تھا خالی ہی آتا تھا جبرئیلؑ نے کہا یہ مثال ریا کے اعمال کی یعنی لوگوں کو دکھانے نیک اعمال کرنے کی ہے کہ محنت اور رنج کھینچتے ہیں اور آخر کو یہی لوگ خالی ہاتھ قیامت میں اٹھیں گے۔

<u>گانے والوں کا انجام</u>: ایک جماعت پر گذر ہوا ملاحظہ فرمایا کہ آگ کے طبق ان کے سینوں پر رکھے جارہے تھے اور فرشتے لوہے کے گرز مارتے تھے۔ جبرئیلؑ نے کہا کہ یہ مطرب اور گانے والے ہیں۔

<u>خاوندوں کی نافرمانی</u>: ایک عورتوں کی جماعت پر آپ کا گذر ہوا کہ ان کے منہ سیاہ آنکھیں کبری کپڑے آگ کے تھے فرشتے آگ کے گرزوں سے مارتے تھے اور وہ سوروں

اور کتوں کی طرح آوازیں نکالتیں تھیں جبرئیلؑ نے کہا یہ وہ عورتیں ہیں جنہوں نے اپنے خاوندوں کو آزردہ کیا۔

والدین کی نافرمانی: ایک آگ کی وادی میں ایک قوم کو آپ نے دیکھا کہ وہ چلا رہے ہیں جبرئیلؑ نے کہا یہ والدین کے نافرمان ہیں۔

حوالے وحواشی:

(۱) مسند احمد، تفسیر کبیر وطبرانی۔
(۲) تفسیر ابن کثیر از دلائل النبوۃ۔ وغیرہ۔
(۳) ابن کثیر بحوالہ مسند بزار۔
(۴) تفسیر ابن کثیر بحوالہ مسند احمد نسائی وبیہقی۔
(۵) خصائص کبریٰ بحوالہ طبرانی وبیہقی۔ تفسیر ابن کثیر بحوالہ مسلم وابوداؤد۔ وغیرہ۔
(۶) خصائص الکبریٰ۔ نسائی شریف۔
(۷) تفسیر ابن کثیر بحوالہ دلائل النبوۃ۔
(۸) خصائص الکبریٰ بحوالہ مسند بزار۔
(۹) نسائی شریف۔ تفسیر ابن کثیر وخصائص الکبریٰ۔
(۱۰) خصائص الکبریٰ بحوالہ مسند بزار۔
(۱۱) ابن کثیر بحوالہ دلائل النبوۃ۔ خصائص الکبریٰ۔
(۱۲) ابن کثیر وخصائص الکبریٰ بحوالہ دلائل النبوۃ ومسند احمد۔
(۱۳) و(۱۴) ابن کثیر بحوالہ دلائل النبوۃ وابن جریر وبیہقی۔
(۱۵) تفسیر ابن کثیر بحوالہ ابن جریر وبیہقی۔
(۱۶) و(۱۷) ابن کثیر وخصائص الکبریٰ بحوالہ ابن جریر ابویعلیٰ وبیہقی وغیرہ۔
(۱۸)، (۱۹) و(۲۰) ابن کثیر وخصائص الکبریٰ بحوالہ ابن جریر ابویعلیٰ وبیہقی وغیرہ۔
(۲۱) تنویر السراج فی لیلۃ المعراج بحوالہ ترمذی۔ وخصائص الکبریٰ۔
۔ مرغوب القلوب فی معراج المحبوب۔

☆☆☆

مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) میں آپ ﷺ کا استقبال

انبیاء جمع تھے مسجد میں پئے استقبال   کہ ہوا فخر رسل جلوہ نما آج کی رات

جب آپؐ بیت المقدس پہنچے تو ملائکہ نے آپؐ کا استقبال کیا اور مسجد کے اندر تمام انبیائے سابقین علیہم السلام یعنی آدمؑ سے عیسیٰؑ تک سب آپؐ کے استقبال کے لئے انتظار میں چشم براہ اور گوش برآواز تھے۔

دروازے کے پاس آپؐ براق سے اتر گئے۔ صخرہ (۱) کے اس حلقے میں جس سے انبیاء اپنی سواریاں باندھتے تھے (اور جو امتداد زمانے سے مٹی وغیرہ جم کر بند ہوگیا تھا) جبرئیلؑ نے اپنی انگلی سے سوراخ کردیا اور آنحضرتؐ نے براق کو اس میں باندھ دیا جبرئیلؑ نے بھی آپ کی مدد کی (۱)۔

ف۔ اس پر شبہ نہ کیا جائے کہ باندھنے کی ضرورت کیا تھی کہ وہ تو مسخر کرکے بھیجا گیا تھا۔ ممکن ہے کہ اس عالم میں آنے سے اس میں کچھ آثار یہاں کے پیدا ہوگئے ہوں۔ اگر بھاگنے کا اندیشہ نہ بھی ہو اس کی شوخی وغیرہ سے آپ کے پریشان ہونے کا احتمال ہو اور حکمتوں کا احاطہ کون کرسکتا ہے (۲)۔

مسجد کی داہنی اور بائیں جانب آپ نے دونور ملاحظہ فرمائے جبرئیلؑ سے دریافت پر معلوم ہوا کہ سیدھی جانب حضرت داؤدؑ کا محراب ہے اور بائیں جانب نور کی بارش ہورہی ہے وہ حضرت مریمؑ کا مزار شریف ہے (۳)۔

آپ بیت المقدس میں اس دروازے سے داخل ہوئے جو باب محمدؐ سے بجانب شرقی مشہور ہے۔ جب آپ اندر داخل ہوئے تو وہاں کچھ لوگ (انبیاء) جمع تھے جنھوں نے بڑھ کر آپ کا استقبال کیا (۴)۔

آپ نے جاتے ہی دو رکعت نماز تحیۃ المسجد ادا فرمائی (۵)۔ پھر جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ کیا آپ نے اپنے رب سے حورعین کے دکھلانے کے لئے درخواست کی تھی

فرمایا ہاں ۔ جبرئیلؑ نے کہا کہ ان عورتوں کے پاس جایئے اور ان کو سلام کیجئے ۔ آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کو سلام کیا تو انہوں نے اس کا جواب دیا ۔ میں نے پوچھا تم کس کے لئے ہو ۔ انہوں نے کہا "ہم نیک ہیں' حسین ہیں اور ایسے مردوں کی بیبیاں ہیں جو پاک ہیں صاف ہیں ۔ جو میلے نہ ہونگے اور ہمیشہ جنت میں رہیں گے جدا نہ ہونگے وہ ہمیشہ زندہ رہیں گے اور کبھی نہیں مریں گے ۔ آپ جب ان سے مل کر مسجد میں آئے تو ملاحظہ فرمایا کہ بہت سے لوگ جمع ہوگئے ہیں ۔ پھر ایک موذن نے اذاں دی (۶)۔

شرف امامت:

جب موذن نے کیا شوق سے اعلان نماز — ہوئے صف بستہ وہ خاصان خدا آج کی رات
کون ہوتا ہے اولوالعزم رسولوں کا امام — مرتبہ کس کو یہ ملتا ہے سوا آج کی رات
تھی یہی سوچ کہ جبریل امیں آگے بڑھے — اور دستِ شہ کو تھام لیا آج کی رات
منتخب کرکے امامت کو کھڑا کر ہی دیا — لو امام اپنا شہنشاہ ہوا آج کی رات

جب موذن نے اذاں دے کر اعلان کیا تو سب انبیائے کرام صف باندھ کر کھڑے ہوگئے ۔ سب منتظر تھے کہ دیکھیں آج ان اولوالعزم رسولوں کی امامت کا شرف کس کو عطا فرمایا جاتا ہے اتنے میں جبرئیلؑ آگے بڑھے اور آنحضرت کا ہاتھ پکڑ کر آگے کھڑا کر دیا آپ نے سب کو نماز پڑھائی ۔ (روایت ہے کہ آپ نے دو رکعت نماز پڑھائی پہلی رکعت میں آپ نے فاتحہ کے بعد الم ترکیف اخ پڑھا اور دوسری میں سورۂ قریش (تفریح الاذکیا اشرف التواریخ) جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو جبرئیلؑ نے آپؐ سے پوچھا آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے نماز کن لوگوں کو پڑھائی آپ نے کہا نہیں انہوں نے کہا جتنے نبی اب تک بھیجے گئے سب نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی (۷) ۔ اللہ اکبر آنحضرت کا بھی کیا مرتبہ ہے ا کیا ہی تمام انبیاء پر فضیلت ہے کہ سب کی امامت کا شرف اسی کملی والے کو دیا گیا جو صرف ہمارا بلکہ شاہوں کا بھی شاہ ہے ۔

وَقَدَّمَكَ جَمِيعُ الْأَنْبِيَاءِ بِهَا — وَالرُّسُلِ تَقْدِيمَ مَخْدُومٍ عَلَى خَدَمِ

اور آپ کو بیت المقدس میں تمام انبیاء و رسل نے اپنا امام بنایا جب آقا خادموں کا امام ہو

ہوتا ہے ۔

پھر ملاقات ہوئی آپ سے سب نبیوں کی — ہر نبی خوب ہی مسرور ہوا آج کی رات

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انبیاء سے ملاقات فرمائی ۔ سب آپ سے ملکر بہت مسرور ہوے ۔ وہ بھی عجیب سماں تھا کہ اطراف انبیاء بیٹھے ہیں اور صدر میں ذات اقدس رونق افروز ہے ۔

حلقے میں رسولوں کے وہ ماہِ مدنی ہے — کیا چاند کی تنویر ستاروں میں چھپی ہے

انبیاء کے خطبے: پھر ہر نبی نے اپنے رب کی ثنا کی اور اپنے اپنے فضائل بیان کئے ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا:

"تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے مجھے اپنا خلیل بنایا اور مجھے بڑا ملک دیا اور میری امت ایسی فرمانبردار بنائی کہ ان کی اقتدا کی جاتی ہے ۔ اسی نے مجھے آگ سے بچالیا اور اس کو میرے لئے ٹھنڈی اور سلامتی کا ذریعہ بنایا ۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

"خدا ہی کی مہربانی ہے کہ اس نے مجھ سے کلام کیا میرے دشمنوں (آلِ فرعون) کو ہلاک کیا اور بنی اسرائیل کو میرے ہاتھوں نجات دی میری امت سے ایسی جماعت رکھی جو حق کی ہادی اور حق کے ساتھ عدل کرنے والی تھی ۔"

حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا:

"الحمد للہ خدا نے مجھے عظیم الشان ملک دیا مجھے زبور کا علم عطا فرمایا میرے لئے لوہا نرم کردیا اور میرے لئے پہاڑوں کو مسخر کیا کہ وہ میرے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور پرندوں کو بھی (تسبیح کے لئے مقرر فرمایا) مجھے حکمت اور پرزور کلام عطا فرمایا ۔"

حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا:

"جمیع تعریفیں اللہ ہی کے لئے ثابت ہیں جس نے میرے لئے ہوا کو مسخر فرمایا اور شیاطین کو بھی مسخر کیا جو چیزیں میں چاہتا تھا وہ بناتے تھے جیسے عمارات اور مجسم تصاویر (جو اسوقت جائز تھیں ہماری شریعت میں قطعاً حرام ہیں) اور مجھ کو

پرندوں کی بولی کا علم دیا۔ ہر چیز میں فضیلت دی انسانوں، جنوں اور پرندوں کے لشکر میرے ماتحت فرمائے اور بہت سے مومن بندوں پر مجھے فضیلت عطا کی اور مجھے وہ سلطنت دی جو میرے بعد کسی کے لائق نہیں اور وہ بھی ایسی کہ جس میں صرف پاکیزگی ہی پاکیزگی تھی جس کا مجھ سے کوئی حساب نہ ہوگا۔"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا:

"اس خدا کا شکر جس نے مجھے اپنا کلمہ بنایا میری مثال حضرت آدم جیسی کی جسے مٹی سے پیدا کر کے کہہ دیا کہ ہوجا (کن) اور وہ ہوگئے تھے۔ اور اس نے مجھے کتاب وحکمت تورات وانجیل سکھائی میں مٹی کا پرند بناتا تھا پھر اس میں پھونک مارتا وہ بحکم خدا زندہ پرند بنکر اڑ جاتا تھا اور پیدائشی اندھوں اور جزامیوں کو بحکم خدا اچھا کردیتا تھا۔ مردے اللہ کی اجازت سے زندہ ہوجاتے تھے مجھے اس نے آسمانوں پر زندہ اٹھالیا۔ مجھے پاک صاف فرمایا اور میری والدہ کو شیطان سے بچالیا۔ ہم پر شیطان کا کوئی قابو نہیں چلتا تھا۔"

سید المرسلین کا خطبہ: جب سب انبیاء محامد کبریائی اور ثنائے خداوندی سے فارغ ہوے تو سید المرسلین خاتم النبیین نے بھی حمد الٰہی اور شکر وثنا کے بعد فرمایا:

"اللہ ہی کے لئے حمد وثنا ہے جس نے مجھے رحمۃ للعلمین بنایا اپنی تمام مخلوق کیلئے ڈرانے اور خوشخبری دینے والا بنا کر بھیجا۔ مجھ پر قرآن شریف نازل فرمایا۔ جس میں ہر چیز کا (صراحتاً یا اشارۃً) بیان ہے اور میری امت کو بہترین امت بنایا جوکہ اوروں کی بھلائی کے لئے بنائی گئی ہے۔ اور میری امت کو ایسا بنایا کہ اوّل بھی ہیں (مرتبہ میں) اور آخر بھی ہیں (زمانے میں) اور میرے سینے کو کھول دیا میرا بار مجھ سے ہلکا فرمایا میرے ذکر کو بلند فرمایا (یعنی جہاں اللہ کا نام وہاں آنحضرت کا بھی نام)"

حضرت حسانؓ فرماتے ہیں:

وَضَمَّ الْاِلٰـهُ اسْمَ النَّبِیِّ بِاِسْمِهٖ　　اِذَا قَالَ فِیْ خَمْسِ الْمُؤَذِّنُ اَشْهَدُ

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کا نام اپنے ساتھ رکھا۔ جب موذن پانچ وقت اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کہتا ہے (یعنی اس کے ساتھ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰه بھی کہنا پڑتا ہے)۔

وَشَقَّ لَهٗ مِنْ اِسْمِهٖ لِيُجِلَّهٗ　　فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَهٰذَا مُحَمَّدٌ

اور آنحضرتؐ کا نام اللہ تعالیٰ نے اپنے نام سے آپ کی بزرگی کے لئے مشتق فرمایا (نکالا) پس صاحب عرش (اللہ تعالیٰ) محمود ہے اور آنحضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔

پھر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ

"مجھے شروع کرنے والا (نور میں اوّل) اور سب کا ختم کرنے والا (ظہور میں آخر) بنایا۔ (امام جعفر رازی فرماتے ہیں کہ شروع کرنے والا یہ مراد ہے کہ آنحضرتؐ ہی سب سے پہلے شفاعت شروع فرمائیں گے اور ختم کرنے والا سے نبوت کا ختم کرنا ہے یا آخری شفاعت ہے جو آپ ہی فرمائیں گے) حضرت ابراہیم نے (سب سے خطاب کرکے) فرمایا پس ان کمالات کے سبب محمدؐ سب سے افضل ہیں (۸)۔

فطرت کا اختیار:

بڑھ کے جبرئیلؑ نے پھر جام ہی دکاسۂ شیر　　بادب شہ کے لئے پیش کیا آج کی رات
دودھ کا پیالہ لیا چھوڑ دیا جام شراب　　بولے جبرئیل کہ فطرت کو لیا آج کی رات

پھر آنحضرتؐ کو ایسی شدت کی پیاس لگی کہ ہرگز کبھی ایسی پیاس نہ ہوئی تھی۔ جبرئیلؑ نے دو (بروایت دیگر تین یا چار) برتن لائے۔ ایک میں شراب تھی ایک میں دودھ (ایک میں پانی تھا اور ایک میں شہد) اور بادب آنحضرتؐ کے سامنے پیش کیا۔ آپ نے دودھ کا برتن لے لیا اور پیا یہاں تک کہ اس پیالے کی کور کو آپ کی پیشانی لگ گئی (یعنی پورا پی لیا) اور شراب کو ہاتھ نہ لگایا۔ جبرئیلؑ نے آپ کی پیٹھ ٹھوکی اور کہا آپ نے راز فطرت پالیا یا فطرت کو اختیار کیا اگر آپ شراب پی لیتے تو آپ کی امت شرابی ہوجاتی اور بہک جاتی (اگر پانی پیتے تو آپ کی امت غرق ہوجاتی یا شہد پیتے تو امت لذت دنیا میں گرفتار ہوجاتی) جبرئیلؑ سے یہ سن کر آپ نے انتہائی مسرت میں دو دفعہ تکبیر فرمائی (۹)۔

ف۔ روایت میں جو اختلاف ہے وہ چنداں قابل توجہ نہیں ' ہوسکتا ہے کہ بعض راویوں نے دو کا ذکر کردیا ہو دو کو چھوڑ دیا ہو اور بعض نے تین کا اور بعض نے چار کا ذکر کردیا ہو۔ اور یہی واقعہ ممکن ہے کہ سدرہ کے پاس بھی پیش آیا ہو۔ کیونکہ مہمانوں کی ہر جگہ بار بار ضیافت کی جاتی ہے (ابن کثیر)۔

شراب اگرچہ اس وقت تک حرام نہیں ہوئی تھی اور یہ شراب طہور جنت کی تھی لیکن آنحضرت نے صرف مشابہت کے باعث اور اپنی فطری پاکی سے اس سے اجتناب فرمایا۔ یہ کمال ورع (شبہ کی چیز بھی چھوڑ دینا) ہے۔

بیت المقدس میں لے جانے میں حکمتیں: آنحضرت کو کعبۃ اللہ سے راست آسمانوں پر نہ لے جاکر بیت المقدس لیجاکر وہاں سے آسمانوں پر لے جانے میں جو حکمتیں ہیں وہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے منجملہ ان کے یہ بھی حکمتیں تھیں کہ:

حکمت (۱): بیت المقدس بنی اسرائیل کے تمام پیغمبروں کا دار الہجرت رہا ہے آنحضرت کو بیت المقدس تشریف لے جانا اس لئے ہوا تاکہ متفرق فضائل آپ کی ذاتِ اقدس میں جمع ہوجائیں اور دو ہجرتیں حاصل ہوں۔

حکمت (۲): آپ کو نبی القبلتین کا منصب عطا فرمایا گیا تھا اس لئے مسجد اقصیٰ میں تمام انبیاء کی صف میں آپ کو امامت پر مامور کیا گیا تاکہ آج اس مقدس دربار میں اس کا اعلان ہوجائے کہ دونوں قبلوں کی تولیت سرکار محمدی کو عطا ہوتی ہے اور وہ نبی القبلتین نامزد ہوتے ہیں۔

حکمت (۳): اس میں یہ بھی حکمت تھی کہ مخالفین پر آنحضرت کی صداقت اور معراج کا حق ہونا ثابت ہوجائے۔ کافر اچھی طرح جانتے تھے کہ آنحضرتؐ بیت المقدس تشریف نہیں لے گئے اس لئے وہ لوگ جو بیت المقدس کو بارہا جاکر آئے تھے جب معراج میں بیت المقدس تک بھی تشریف لے جانا بیان فرمایا تو انہوں نے وہاں کے جزئیات آپ سے معلوم کیجئے جب کسی چیز کا جزو ثابت ہوگیا تو کل خود بخود ثابت ہے۔

حکمت (۴): بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بیت المقدس زمین حشر ہے۔ جہاں حشر ہوگا اور معراج کی اکثر باتیں آخرت کے حال سے زیادہ مشابہت رکھتی ہیں اس لئے

معراج کا ایسے ہی مقام سے ہونا زیادہ مناسب تھا۔ و نیز تاکہ آپ کے قدموں سے زمین حشر امت مرحومہ کے لئے آرام دہ ہوجائے آپ بیت المقدس سے آسمانوں پر بلائے گئے (۱۰)۔

مسجد بیت المقدس کے وجود پر بعض عیسائی حضرات کا اعتراض اور اس کا جواب:

ف۔ بعض عیسائی کہتے ہیں کہ مسجد بیت المقدس تو آنحضرتؐ سے چھ سو برس پہلے نیست و نابود ہوچکی پھر وہاں حضرت کس طرح تشریف لے گئے۔

جواب اس کا یہ ہے کہ کسی تاریخ یا تفسیر و حدیث سے یہ بات ظاہر نہیں ہوتی کہ بیت المقدس نیست و نابود کیا گیا تھا عمارت موجود تھی مگر مٹی بھر گئی تھی اور بیت المقدس کی یہ بے حرمتی اور اول تو بخت نصر مجوسی نے بنی اسرائیل کے مقابلہ کے وقت کی تھی مگر کورش ہمدانی نے بعد اس خرابی کے تیس ہزار معماروں سے ایلیا شہر کو آباد کیا اور عمدہ طریقہ سے اس کی تعمیر و ترمیم کی اس کے بعد پھر طیطوس رومی نے اس مبارک مقام کی تخریب کی اور بنی اسرائیل کو قتل کیا اور لوٹا مگر مسجد کا نیست و نابود کرنا کہیں ثابت نہیں ہوتا اور نہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ چھ سو برس کے عرصہ میں پھر کسی نے باوجود اس کے کہ بادشاہان بنی اسرائیل کا قبلہ تھی درست نہیں کیا۔ مفتاح التواریخ جو (انگریز مورخ) ولیم بیل نے فارسی میں لکھی ہے اس میں مذکور ہے کہ مسجد اقصیٰ در شہر اورسلیم کی انجابیت المقدس استادہ بود چوں یکے قیاصرہ روم کہ اصنام پرست بود در سنہ ۷۰ ہفتاد عیسوی بیت المقدس را از بیخ و بن برکندہ مسمار ساخت بعد ازیں سنہ ۳ صد سال قیصر روم بسبب آنکہ آنمکان مولد عیسیٰ است مسجد اقصیٰ را تعمیر ساختہ بود۔ حضرت عمر بن الخطابؓ در ایام خلافت خود ۶۳۰ عیسوی آں شہر را تسخیر نمود یعنی مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) شہر یروشلم میں تھی لیکن اس کو روم کے بادشاہوں میں سے ایک نے جو بت پرست تھا سنہ ۷۰ عیسوی میں مسمار کردیا لیکن اس کے تین سو سال کے بعد قیصر روم (جو عیسائی تھا) چونکہ بیت المقدس عیسیٰ کی جائے پیدائش ہے اس کو از سر نو تعمیر کیا پھر حضرت عمرؓ نے ۶۳۷ء میں اس شہر کو فتح فرمایا۔

اس مورخ کی شہادت سے ثابت ہے کہ بیت المقدس کی جدید تعمیر معراج سے تین سو برس پہلے ہوچکی تھی (۱۲)۔

تاہم یہاں مسجد اقصیٰ سے مراد صرف مسجد کی زمین بھی ہو سکتی ہے۔ کہ حقیقت میں مسجد اصلاً زمین ہی ہوتی ہے اور عمارت تبعاً مسجد ہوتی ہے۔

حوالے وحواشی:

(۱) صخرہ ایک پتھر ہے بیت المقدس میں کہ ہوا پر معلق ہے (رواہ الترمذی وغیرہ)
(۲) مسلم ومسند احمد اور ابن ابی حاتم وغیرہ و بزاز کی حدیثوں کو جمع کر کے لکھ دیا گیا ہے۔
(۳) تنویر السراج
(۴) درمنثور
(۵) مسلم ومسند احمد
(۶) مسلم ومسند احمد
(۷) خصائص الکبریٰ وتنویر السراج فی لیلۃ المعراج۔
(۸) تفسیر ابن کثیر۔ خصائص الکبریٰ وتنویر السراج۔
(۹) تفسیر ابن کثیر۔ خصائص کبریٰ وغیرہ۔
(۱۰) تفسیر ابن کثیر وخصائص کبریٰ بحوالہ مسلم شریف ومسند حنبل۔
(۱۱) خصائص الکبریٰ ابن المنیر اسرار معراج۔
(۱۲) اشرف التواریخ جلد (۲)۔

☆☆☆

آسمانوں کی سیر

پھر لگائی کی معراج چڑھا اس پہ براق تا فلک شاہ کو پہنچا ہی دیا آج کی رات

حضورؐ فرماتے ہیں کہ پھر (بیت المقدس کے اعمال سے فارغ ہونے کے بعد) میرے سامنے ایک زینہ (سیڑھی) لایا گیا جس پر بنی آدم کی ارواح (بعد موت کے) چڑھتی ہیں۔ مخلوق کی آنکھ نے اس زینہ سے زیادہ خوبصورت چیز کوئی نہیں دیکھی تم نے (بعض) مرنے والوں کو آنکھیں پھاڑ کر آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے دیکھا ہوگا اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس پر نور سیڑھی کے حسن و جمال سے تعجب میں رہتا ہے (۱)۔ یہ زینہ جنت الفردوس سے لایا گیا اور اس کے دائیں بائیں اوپر نیچے ملائکہ اس کو گھیرے ہوئے تھے۔ کعب سے روایت ہے کہ اس میں ایک زینہ چاندی کا تھا اور ایک سونے کا۔ اسی کو معراج (اسم آلہ یعنی سیڑھی) کہتے ہیں۔ پھر براق آنحضرت کو لے کر اس پر چڑھنے لگا اور آپ کو فوراً آسمان تک پہنچا دیا۔ جبرئیلؑ بھی آپ کے ساتھ تھے (۲)۔

"معراج پر آنحضرت کا قدم رنجہ فرمانا ممکن ہے کہ اس لئے ہوا ہو تاکہ آپ کی برکت سے ارواح امت کو اس پر سے چڑھنا آسان ہو۔

جبرئیلؑ نے آسمان اول کا دروازہ کھٹکھٹایا تو۔

در پہ پوچھا گیا ہو کون تو بولے جبرئیلؑ میں ہوں ہمراہ ہیں شہ ارض و سما آج کی رات

دربان فرشتوں نے پوچھا کون ہے؟ جبرئیلؑ نے فرمایا جبرئیلؑ ہوں۔ پوچھا گیا آپ کے ساتھ کون ہے کہا میرے سات محمدؐ رسول اللہ ہیں پوچھا گیا کیا آپ کو بلوایا گیا ہے جبرئیلؑ نے جواب دیا ہاں۔

مرحبا کہتا ہوا شوق سے دربان فلک اٹھ کے بے ساختہ در کھول دیا آج کی رات

فرشتوں نے مرحبا کہتے ہوئے دروازہ کھول دیا۔ سب گھر بیٹھے آپ کے جمال باکمال کے دیدار سے مسرور ہوئے اور کہا کہ آپ بڑے اچھے آنے والے ہیں جو آئے ہیں۔ اہل سموت

(آسمانوں کے رہنے والوں کو) خبر نہیں ہوتی کہ زمین پر اللہ تعالیٰ کا کیا کرنے کا ارادہ ہے جب تک ان کو کسی ذریعہ سے اطلاع نہ دے (۳)۔

آنحضرتؐ نے فرمایا کہ آسمان اول کا نام الحفیظ ہے اس پر ایک فرشتہ مقرر ہے جس کا نام اسمٰعیل ہے جس کے تحت ستر ہزار فرشتے ہیں جن میں سے ہر فرشتے کے تحت اس کے لشکری فرشتوں کی تعداد ایک لاکھ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "تیرے رب کے لشکروں کو وہی جانتا ہے (۴)۔ اور فرمایا ہر آسمان پر میں نے محمدؐ رسول اللہ لکھا ہوا پایا (۵)۔

آدم علیہ السلام سے ملاقات:

اس فلک پر ہوئی آدمؑ سے ملاقات رسول　باپ بیٹے سے بصد شوق ملا آج کی رات
کہا خوش آمدی اے ابن و نبی صالح　تیرے دیدار سے میں شاد ہوا آج کی رات

اس آسمان پر آپ نے ایک صاحب کو دیکھا کہ بیٹھے ہوئے ہیں جن کی دائیں بائیں بڑی بڑی جماعتیں ہیں وہ داہنی طرف دیکھ کر مسکراتے ہیں اور ہنسنے لگتے ہیں اور جب بائیں جانب دیکھتے ہیں تو رو دیتے ہیں۔ آپ نے جبرئیلؑ سے پوچھا یہ کون صاحب ہیں؟ ان کے دائیں بائیں کون ہیں؟ رونے اور ہنسنے کا کیا سبب ہے؟ عرض کیا یہ آپ کے والد حضرت آدم علیہ السلام ہیں آپ انہیں سلام کیجئے۔ آپ نے سلام فرمایا۔ آدمؑ نے جواب دیا مرحبا بالابن الصالح والنبی الصالح۔ یعنی مبارک آنا آئے اے نیک فرزند و نبی۔ پھر جبرئیل نے کہا کہ وہ جماعتیں ان کی اولاد ہیں۔ دائیں جانب والے جنتی ہیں اور بائیں جانب والے دوزخی۔ انہیں دیکھ کر وہ خوش ہوتے ہیں اور انہیں دیکھ کر آزردہ (۶)۔

آپ نے آدمؑ کو ان کی اصلی ہیئت میں دیکھا یعنی جس صورت میں وہ پیدا ہوئے تھے اسی حالت میں۔ ان کے سامنے ان کی اولاد کی روحیں پیش کی جاتی ہیں۔ نیک لوگوں کی روحوں کو دیکھ کر فرماتے ہیں پاک روح ہے اور جسم بھی پاک ہے اسے علیین (بلندیوں) پر لے جاؤ۔ اور بدکاروں کی روحوں کو دیکھ کر فرماتے ہیں خبیث روح ہے اسے سجین میں (دوزخ کے گڑھے میں) لے جاؤ (۷)۔

حکمت: مختلف آسمانوں پر الگ الگ چند برگزیدہ انبیاء علیہم السلام کی ملاقات

بہت سی نصائح دینی پر مشتمل ہے۔

(۱) جس طرح شاہان وقت معزز مہمان کے اکرام کے لئے اپنی سرحد خاص سے لیکر دربار خاص تک درجہ بدرجہ امرائے عظام کو مقرر کیا کرتے ہیں اسی طرح ان انبیائے کرام کا بھی تعین آسمان اول سے آسمان ہفتم تک کیا گیا (۸)۔

جگہ جگہ شب اسریٰ بزرگ پیغمبر
کھڑے تھے منتظر اک ہاشمی جواں کے لئے　(حضرت قبلہ عاقلؔ)

(۲) پہلے انسان ہی اول نبی ہیں اس لئے ان کا تعلق آسمان اول سے ایک خصوصیت رکھتا ہے۔ جس طرح آدمؑ کو ترک جنت کا غم (رنج) اٹھانا پڑا مگر جب زمین پر آئے اور خلافت الارض کا تاج ان کے سر پر رکھا گیا اور ان کی اولاد و رفتہ سے زمین آباد ہوگئی تب ان کا رنج سرور سے بدل گیا۔

اسی طرح نبی اکرمؐ بھی ہجرت فرما کر اَحَبُّ الْبِلَادِ عِنْدَ اللّٰهِ (اللہ کے پاس سب سے زیادہ پسندیدہ شہر) کو ترک فرمانے والے تھے لیکن اقامت مدینہ طیبہ' اشاعت اسلام اور نشر علوم کا سبب تھی یہیں سے فتح و نصرت کے جھنڈے بلند ہوئے اور یہی مبارک شہر حضورؐ کا خوابگاہ ثابت ہوا (۹)۔

آسمان کے دروازے بند رکھے گئے یہاں تک کہ جبرئیلؑ نے کھلوانا چاہا۔ آپ کے آنے سے پہلے دروازے کھولنے کا تہیہ نہیں کیا گیا۔ یہ اس لئے تھا کہ اگر پہلے سے کھول دیے جاتے تو آپ کو یہ گمان ہوتا کہ دروازے ہمیشہ کھلے رہتے ہیں پس وہ بند رکھے گئے تاکہ آپ کو معلوم ہوجائے کہ ان کا کھلنا آپ کے واسطے تھا۔

اور اللہ تعالیٰ یہ بتانا چاہتا تھا کہ آپ اہل آسمان میں معروف ہیں۔ جبرئیلؑ سے اہل آسمان نے دروازے پر جب پوچھا کہ ساتھ کون ہیں۔ جبرئیلؑ نے کہا محمدؐ ہیں۔ اہل آسمان نے یہی پوچھا کہ کیا آپ کے پاس کسی کو بھیجا گیا تھا مگر انہوں نے یہ نہ پوچھا کہ محمدؐ کون شخص ہیں (۱۰)۔

سوال: کافروں کی روحیں آسمان پر نہیں جاتیں جس طرح اللہ پاک فرماتا ہے کہ اِنَّ الَّذِیْنَ

كَذَّبُوا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ . پھر آسمان دنیا پر آدمؑ کی بائیں طرف کافروں کی جو روحیں تھیں وہ کیسے پائی گئیں۔

جواب: ابوہریرہؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمؑ کے دائیں اور بائیں دروازے تھے ایک جنتیوں کا دوسرا دوزخیوں کا۔ آدمؑ بائیں دروازے کی طرف سے اپنی اولاد کا جہنم میں جانا دیکھ کر غمگین ہوتے تھے و نیز عالم آخرت میں سے ہے نہ کہ اس آسمان سے۔ پس سوال وارد نہیں ہوتا (۱۱)۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام و یحییٰ علیہ السلام سے ملاقات:

چرخ ثانی پہ ملے حضرت عیسیٰ یحییٰ ان کو بھی لطف ملاقات ملا آج کی رات

پھر آپ کو جبرئیل لیکر آگے چلے۔ دوسرے آسمان پر بھی وہی سوال و جواب کے بعد دروازہ کھلا جو پہلے آسمان پر ہوے تھے (اسی طرح ہر آسمان پر ہوا) آپ نے اس آسمان پر حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ سے جو آپس میں خالہ زاد بھائی تھے ملاقات فرمائی آپ نے سلام فرمایا ان دونوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا کہ مرحبا بالاخ الصالح والنبی الصالح یعنی مبارک بادی اور خوشی ہو نیک بھائی اور نبی کو (۱۲)۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حلیہ: آنحضرت نے فرمایا عیسیٰ کا قد میانہ سرخی مائل رنگ تھا تیز نظر اور گھنگریالے بال۔ بڑے پیٹ والے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا ان کے بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہیں۔ حضرت عیسیٰ عروہ بن مسعود ثقفی صحابی سے ملتے جلتے تھے (۱۳)۔

حکمت: حضرت عیسیٰ بہ اعتبار زمانہ دوسرے انبیاء کی نسبت آنحضرتؐ سے قریب تھے۔ ان کی شریعت کو آنحضرتؐ کی شریعت نے منسوخ کیا تھا اور آخری زمانہ میں وہ آنحضرتؐ ہی کی شریعت پر اترنے والے ہیں۔ اس لئے ان کو آسمان دوم سے خاص نسبت ہے۔

ف۔ حضرت یحییٰ کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کی خالہ ہیں۔ تو حضرت عیسیٰ یحییٰ کی خالہ کے نواسے ہیں چوں کہ نانی بمنزلہ ماں کے ہوتی ہے اس لئے عیسیٰ کی نانی کو بمنزلہ عیسیٰ کی والدہ کے قرار دیا گیا۔ اور اگر وہ واقع میں عیسیٰ کی والدہ ہوتیں تو یحییٰ و عیسیٰ خلیرے ہوتے اس لئے مجازاً ان کو خلیرا فرمادیا۔ مطلب یہ کہ حضرت عیسیٰ حضرت یحییٰ کی خالہ کی اولاد میں

ہیں اگرچہ بیٹے نہیں نواسے ہیں۔ اور ان دونوں نے بھائی اس لئے کہا کہ حضور اقدسؐ ان کی اولاد میں نہیں ہیں (۱۴)۔

حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات: پھر آنحضرت تیسرے آسمان کے پاس پہنچے۔

مرحبا کہہ کے ملے چرخ سویم پر یوسف شاہ کا ان کو بھی دیدار ہوا آج کی رات

اس آسمان کا دروازہ بھی انہی سوال و جواب کے بعد کھولا گیا۔ آپ نے یہاں حضرت یوسف کو دیکھا اور ان کو کل آدمیوں پر (سوائے آنحضرتؐ کے کیونکہ کہنے والا اپنے عام کلام میں داخل نہیں رہتا) ایسی ہی فضیلت حاصل ہے جیسی چودھویں رات کے چاند کو تمام ستاروں پر فضیلت ہے (مگر آنحضرت تو آفتاب ہیں اور اسی آفتاب کا پرتو ماہتاب میں دکھائی دیتا ہے۔ یوسف کو ستاروں پر فضیلت حاصل ہے آفتاب کے سامنے خود بدر کامل پھیکا ہے) علامہ ابن منیر فرماتے ہیں کہ یوسف کو ہمارے نبی کا نصف حسن ملا تھا۔ چنانچہ ترمذی میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو نہیں بھیجا مگر یہ کہ اس کی صورت بھی اچھی ہو۔ اور تمھارے نبی کی صورت تو سب سے خوبصورت ہے اور آواز بھی سب سے خوش تر۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ یوسف کو دیکھ کر مصر کی عورتیں اتنی از خود رفتہ و مبہوت ہوگئیں کہ انہوں نے ترنج کاٹنے کے بدلے اپنے ہاتھ کاٹ لئے۔ اگر وہ عورتیں میرے یوسف (آنحضرتؐ) کو دیکھتیں تو ہاتھ کاٹنے کے بجائے اپنے دل کاٹ لیتیں۔

مصر کی عورتیں دل کاٹتیں ہاتھوں کے عوض
میرے یوسف وہ اگر دیکھتیں چہرا تیرا (علامہ عاقلؔ)

حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات:

مرحبا کہتے ہوئے چوتھے پہ ادریس ملے رفعت شاہ کا نظارہ کیا آج کی رات

پھر چوتھے آسمان پر آپؐ کی ادریسؑ سے ملاقات ہوئی۔ جن کے متعلق قرآن شریف میں ارشاد ہے کہ وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا (ہم نے اسے اونچی جگہ اٹھالیا) وہ بھی آنحضرتؐ کے مرتبے سے خوش ہوئے اور آپ کی بلندی کا نظارہ کیا (کہ آنحضرتؐ نے ان سے بھی بہت آگے تشریف لے گئے) آپ نے انھیں سلام کیا انھوں نے جواب دیا اور کہا

مرحبا بالاخ الصّالح وَالنّبی الصّالح . خوش آمدید اے نیک نبی اور بھائی (۱۵)۔

ف۔ بعض سیرت کی کتابوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ادریسؑ نوحؑ کے بھی دادا تھے اس طرح آپ آنحضرتؐ کے بھی دادا ہیں۔ لیکن ادب اور تعظیم کے لحاظ سے آپ کو بھائی سے مخاطب فرمایا۔

عزرائیل علیہ السلام سے گفتگو: اس آسمان پر آپ کی عزرائیلؑ سے گفتگو ہوئی جبرئیلؑ نے آپ سے عزرائیلؑ کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔ یہ (عزرائیلؑ) الگ کرتا ہے دوست کو دوست سے باپ کو بیٹے سے اور ویران کرتا ہے گھروں کو اور اجاڑتا ہے شہروں کو۔ عزرائیل آپ کو دیکھ کر مسکرائے اور تعظیم کو کھڑے رہے اور کہا خوش آمدی۔ حق تعالیٰ نے آپ کے برابر کسی کو بزرگ نہیں بنایا آپ کی امت سب امتوں سے بہتر ہے میں ان پر والدین سے زیادہ رحم کرتا ہوں۔

آنحضرتؐ نے عزرائیلؑ کو ایک کرسی پر نہایت غمگین اور آزردہ بیٹھے دیکھا ان کے داہنے طرف کے فرشتے نہایت خوبصورت اور خوش پوش لباس پہنے ہوئے بیٹھے تھے۔ اور بائیں طرف کے فرشتے بدصورت اور خشم آگیں۔ غضبناک ہاتھ میں گرز لئے ہوئے کھڑے تھے۔ اور ایک دفتر عظیم ان کے سامنے رکھا تھا اور یک تختی ان کے ہاتھ میں تھی اس پر نظر جمائے بیٹھے تھے۔ اور کرسی کے سامنے ایک بہت بڑا درخت تھا جس میں بے شمار پتے تھے۔ اور ہر ایک پتے پر نام لکھا تھا اور سامنے ایک طشت رکھا ہوا تھا۔ عزرائیلؑ جلد جلد اپنا ہاتھ طشت کی طرف دراز کرتے اور کچھ اس میں سے لے لیتے کبھی داہنے ہاتھ سے نورانی فرشتوں کو دیتے اور کبھی بائیں سے عذابی فرشتوں کو دیتے۔ آنحضرتؐ نے عزرائیلؑ سے پوچھا تم مغموم کیوں ہو انہوں نے کہا یا رسول اللہؐ خدا نے مجھ کو قبض ارواح کا عہدہ دیا ہے لہٰذا میں اللہ پاک کی سیاست سے بہت خوف میں ہوں۔ حضورؐ کے پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ یہ طشت تمام دنیا کی مثال ہے اس سرے سے اُس سرے تک میرا تصرف ہے اور اس تختی میں سب کی موت لکھی ہوئی ہے اور یہ دفتر روزنامچہ ہے تمام بندوں کا اور یہ درخت نیک و بد زندگی کا نشان ہے اس کے پتوں پر ایک طرف نام لکھا ہے اور دوسری طرف سعادت و شقاوت نیک بختی اور بدبختی لکھی ہے۔ جب کوئی بندہ مرض موت میں مبتلا ہوتا ہے تو اس کے

نام کا پتہ زرد ہو جاتا ہے اور جب موت آپہنچتی ہے تو پتہ درخت سے جھڑ کر لوح (تختی) پر گر پڑتا ہے اور اس کے نام کو مٹا دیتا ہے یہاں سے میں ہاتھ بڑھا کر اس کی روح قبض کر لیتا ہوں اگرچہ وہ کسی مقام پر ہو۔ اگر نیک ہے تو اس کی روح نیکی کے فرشتوں کو دیتا ہوں ورنہ غضب کے فرشتوں کے حوالے کر دیتا ہوں۔ آپ نے دریافت کیا تمہارے تحت کتنے فرشتے ہیں؟ ملک الموت نے عرض کیا میں نہیں جانتا اللہ کو اس کا علم ہے (۱۶) واللہ اعلم بالصواب۔

حضرت محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ العزیز "فتوحات مکیہ" میں فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ایسا کوئی گھر نہیں جس میں موت کا فرشتہ دن میں پانچ وقت نہ آتا ہو جس کی موت آتی ہے اس کی روح قبض کرتا ہے جب گھر والے روتے ہیں اور واویلا کرتے ہیں تو ملک الموت کہتے ہیں کہ افسوس ہے تمہاری گریہ وزاری پر میں نے نہ تمہارا رزق کم کیا اور نہ کسی کو اس کے عوض مارا اور بغیر حکم الٰہی کے یہاں نہیں آیا یاد رکھو میں پھر آؤنگا پھر آؤنگا یہاں تک کہ کسی کو نہ چھوڑوں گا۔

حضرت ہارون علیہ السلام سے ملاقات:

دیکھا ہارونؑ نبی کو فلکِ پنجم پر   اپنے دیدار سے مسرور کیا آج کی رات

پھر آنحضرت پانچویں آسمان پر تشریف لے گئے وہاں آپ کی ملاقات حضرت ہارونؑ سے ہوئی انہوں نے آپ کے سلام کا جواب دیا اور کہا مرحبا بالاخ الصّالح وَالنّبی الصّالح (بہت اچھا آنا آئے اے میرے نیک بھائی اور نبی) وہ آنحضرتؐ کے جمال باکمال کو دیکھ کر بے حد مسرور ہوئے (۱۷)۔ ہارونؑ کی ڈاڑھی بہت لانبی تقریباً ناف تک تھی جو آدھی کالی اور آدھی سفید تھی (۱۸)۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات و گفتگو:

جب حبیب دوسرا چرخِ ششم پر پہنچا   تو وہاں حضرت موسیٰؑ سے ملا آج کی رات

جب دونوں عالم کے محبوب یعنی رسول اکرم چھٹے آسمان پر پہنچے تو وہاں آپ کی حضرت موسیٰؑ سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے ان کو سلام کیا انہوں نے جواب دیا اور کہا خوش آمدید اے نیک بھائی اور نبی (۱۹)۔ پھر بغلگیر ہوئے اور پیشانی کا بوسہ دیا اور کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَرَانِی

وجھک (اس خدا کا شکر ہے جس نے مجھے تیرا چہرہ دکھایا (۲۰)۔

رشک سے موسیٰ علیہ السلام کا رونا:

دیکھ کر مرتبۂ شاہ لگے رونے کلیمؑ ذاتِ والا کو بھی وہ رشک ہوا آج کی رات

جب آنحضرتؐ وہاں سے آگے بڑھے تو کلیم اللہ (موسیٰ) رونے لگے۔ سبب پوچھا گیا تو فرمایا کہ ایک لڑکا میرے بعد نبی ہوا اور اس کو مجھ پر فضیلت دی گئی بنی اسرائیل سمجھتے تھے کہ اولادِ آدم میں خدا کے پاس سے سب سے زیادہ بزرگ میں ہوں لیکن یہ مجھ سے بڑھ گئے اگر صرف یہی رہتے تو چنداں مضائقہ نہ تھا لیکن ہر نبیؑ کے ساتھ اس کی امت رہتی ہے اس طرح ان کی امت میری امت سے افضل ہوگئی (۲۱)۔

دوسری روایت میں ہے جب آپ آگے بڑھے تو باواز بلند موسیٰ کہہ رہے تھے کہ خدایا میرا خیال تھا کہ مجھ سے بلند تو کسی کو نہ کریگا مگر تو نے اسکا اکرام کیا اور فضیلت عطا فرمائی۔ آنحضرتؐ نے پوچھا کہ یہ کس سے باتیں کر رہے ہیں۔ جبرئیلؑ نے کہا اللہ تعالیٰ سے۔ فرمایا خدا سے اور اس (ترش) آواز سے؟ عرض کیا کہ ہاں خدا کو ان کی تیزی معلوم ہے (۲۲)۔

ف۔ حضرت موسیٰ کا رونا حسد سے نہ تھا بلکہ امت پر افسوس سے تھا کہ ان لوگوں نے آپ کی بات نہ سنی اور بہت کم ایماندار بنے نتیجتاً کم جنتی ہونگے اور آنحضرتؐ کی تبلیغ نہایت سرعت سے ہوئی اس طرح بڑی تعداد جنتی ہوگئی اور مجھ سے آنحضرتؐ کا اجر زیادہ ہوا۔

حضرت موسیٰؑ کا آنحضرتؐ کو لڑکا کہنا حقارت سے نہ تھا بلکہ محبت سے تھا نیز آنحضرتؐ کی عمر شریف (۶۳) سال کی ہوئی اور موسیٰؑ کی عمر ڈیڑھ سو سال کی اس لئے شاید آپ کو لڑکا کہا ہوگا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حلیہ: موسیٰ گندمی رنگ کے دراز قد والے تھے دونوں آنکھیں حلقۂ چشم میں بیٹھی ہوئی، دانتوں پر دانت، ہونٹ اوپر کی جانب ابھرے ہوئے، مسوڑے باہر، مضبوط اور قوی آدمی تھے، چہرے سے ترش روئی ظاہر ہوتی تھی۔ ان کو بال بہت تھے اگر دو کرتے بھی پہن لیں تو بال ان سے گذر جائیں (۲۳)۔

حبیب وخلیل کی یکجائی:

آسماں ساتواں آیا تو خلیلؑ اور حبیبؐ ہوے اک جائے بڑا لطف ملا آج کی رات

دونوں بھی شوق ومحبت سے ہم آغوش ہوے باپ نے لختِ جگر سے یہ کہا آج کی رات

پڑھیں لاحول لگایا کریں جنت میں درخت مرا پیغام یہ امت کو سنا آج کی رات

ساتویں آسمان پر بڑا پر لطف منظر تھا جب کہ حبیب اللہؐ اور خلیل اللہؑ ایک دوسرے کی دید سے مسرور ہوے جب آپ اس آسمان پر تشریف لے گئے تو ملاحظہ فرمایا کہ ایک صاحب جنکا حسن سب سے نرالا تھا جن کی داڑھی میں کچھ سفید بال (۲۴) تھے بیت المعمور (۲۵) سے پیٹھ لگائے (بروایت دیگر جنت کے دروازے پر کرسی ڈالے یا سدرۃ المنتہیٰ کو پیٹھ لگائے (۲۶) بیٹھے تھے۔ آنحضرتؐ سے جبرئیلؑ نے کہا کہ یہ آپ کے باپ ابراہیمؑ ہیں ان کو سلام کیجئے آپؐ نے انکو سلام فرمایا انھوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا مرحبا بِالْاِبْنِ الصَّالِحِ وَالنَّبِیِّ الصَّالِحِ خوش آمدید اے نیک اور مبارک نبی وفرزند۔ اور اپنی دعا (آنحضرتؐ) کو مجسم آنکھوں سے دیکھ کر مسرور ہوے اور بغلگیر ہوئے (۲۷)۔

جنت میں درخت لگانے کا نسخہ: پھر حضرت ابراہیمؑ نے آنحضرتؐ سے فرمایا کہ اپنی امت کو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ جنت کی زمین ہموار، بہت وسیع، پاک اور قابلِ زراعت ہے اس کا پانی میٹھا اور صاف ہے اس لئے اس میں بکثرت درخت لگایا کریں۔ خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کس طرح لگائیں۔ فرمایا لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ بکثرت پڑھنے سے (۲۸)۔ دوسری روایت میں لَا حَوْلَ کے ساتھ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ بھی آیا ہے (۲۹)۔

دوسری روایت میں ہے کہ آپؐ نے ابراہیمؑ کے پاس ملاحظہ فرمایا کہ کچھ لوگ ہیں بعض کے چہرے روشن ہیں اور بعض کے چہروں پر کچھ کم چمک ہے بلکہ رنگ میں کچھ اور بھی (سیاہی) ہے۔ "جب آنحضرتؐ بیت المعمور میں تشریف لے گئے تو سفید چہرے والے آپ کے ساتھ داخل ہوئے اور دوسرے روک دیئے گئے پھر آپ نے اور آپ کے ہمراہیوں نے وہاں نماز پڑھی (۳۰)۔" پھر کم روشنی اور جن کے چہرے پر سیاہی تھی اٹھے اور کیے دیگرے

تین نہروں میں غوطہ لگائے ۔ ہر نہر میں غوطہ لگانے سے چہرے کا رنگ نکھر تا گیا آخری نہر میں غوطہ لگا کر جب وہ لوگ آکر روشن چہروں والوں کے پاس بیٹھ گئے تو ان کے چہرے بھی انہی کے جیسے ہوگئے ۔ آنحضرتؐ کے سوال پر جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ یہ سفید روشن چہرے والے وہ ایماندار ہیں جو برائیوں سے بالکل بچے رہے اور جن کے چہروں کے رنگ میں کچھ خرابی تھی یہ وہ لوگ ہیں جن سے نیکیوں کے ساتھ کچھ برائیاں بھی سرزد ہوئیں اللہ تعالیٰ ان کی توبہ پر مہربان ہوگیا ۔ پہلی نہر رحمت اللہ، دوسری نعمت اللہ اور تیسری نہر شراب طہور ہے جو جنتیوں کی خاص شراب ہے (۳۱)۔

اللہ پاک نے ابراہیمؑ کو خلیل (دوست) بنایا اور آنحضرت کو حبیب یعنی ابراہیم خلیل اللہ ہیں اور آنحضرتؐ حبیب اللہ ۔ حبیب اور خلیل میں کیا فرق ہے اور دونوں میں کون افضل ہے اس پر علماء نے بڑی بڑی بحثیں کیں ہیں ۔ یہاں پر امام ابوبکر فورک کا منقولہ کلام مختصراً نقل کیا جاتا ہے جس میں خلت اور محبت میں فرق بیان کیا گیا ہے ۔

	خلیل	حبیب
(۱)	اللہ تک خلیل بالواسطہ پہنچتا ہے اور یہ خدا کے اس قول سے لیا گیا کہ ہم نے ابراہیم کو آسمان و زمین کے ملکوت دکھائے ۔	حبیب اُسکی طرف بذاتہٖ پہنچتا ہے ۔ کقولہ تعالیٰ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى (پس وہ دو کمانوں کے قاب سے زیادہ نزدیک ہوا)۔
(۲)	خلیل وہ ہے کہ جس کو اپنی مغفرت کی خواہش ہو جس طرح ابراہیمؑ فرماتے ہیں (قرآن) اور اللہ تعالیٰ وہ ہے کہ مجھے اس کی طمع ہے کہ وہ میرے گناہ معاف کردے ۔	اور حبیب وہ ہے کہ جس کی مغفرت یقین کی حد میں ہو ۔ کقولہ تعالیٰ تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اگلے اور پچھلے ترک اولیٰ کے معاملات بفرض محال ہو بھی تو بخشدے ۔
(۳)	خلیل نے کہا تھا کہ بارخدا مجھے قیامت میں رسوا نہ کیجئے ۔	اور حبیب کی نسبت یوں کہا گیا ۔ جس روز کہ اللہ تعالیٰ نبی کو رسوا نہ کریگا ۔ پس سوال سے پہلے بشارت کی ابتدا کی گئی ۔

	خلیل	حبیب
(۴)	خلیل نے امتحان اور بلا کے وقت (جب کہ آگ میں ڈالے گئے تھے) کہا تھا کہ اللہ مجھے کافی ہے ۔	اور حبیب سے کہا گیا تھا کہ اللہ تم کو کافی ہے ۔
(۵)	خلیل نے کہا تھا کہ میرا ذکر جمیل آخری امت میں کردے ۔	اور حبیب کے لئے یوں کہا گیا کہ ہم نے آپ کے ذکر کو بلند کردیا ۔ مرتبہ بغیر سوال کے عطا ہوا ۔
(۶)	خلیل نے کہا تھا کہ مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچانا ۔	حبیب سے کہا گیا کہ حق تعالیٰ کا یہی ارادہ ہے کہ اہل بیت تم سے پلیدی دور کردے (الآیہ)

پھر کہا اے مرے نیک اور مبارک فرزند　ہوگا حاصل تجھے دیدار خدا آج کی رات
ناتواں ہے تیری امت بڑی بیچاری ہے　اس کا بگڑا ہوا ہر کام بنا آج کی رات
اپنے ہر کام سے یہ کام مقدم رکھنا　اپنے رب سے انہیں بخشا کے تو آج کی رات

پھر حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا یَا بُنَیَّ اِنَّکَ لَاقٍ رَبَّکَ لَیْلَۃً اے مرے خوش نصیب و پیارے بیٹے آج کی رات آپ کی ملاقات اپنے پروردگار سے ہونے والی ہے ۔ آپ کی امت سب سے آخری اور سب سے کمزور (بلحاظ قویٰ و عمر) بھی ہے ۔ خیال رکھنا ایسے ہی کام ہوں جو ان پر آسان ہوں ۔ جس طرح ہوسکے اپنی امت کے کام نکالنا اپنے تمام کام پر اسی کام کو پہلے رکھنا اور آج اپنے پروردگار عالم سے ان کی بخشائش کا پروانہ حاصل کرکے ہی واپس تشریف لانا ۔ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو کسی بڑی حاجت طلب کرنے کا اختیار دے تو آپ کی جو بڑی حاجت ہو وہ امت ہی کے لئے ہو ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حلیہ: فرمایا کہ ابراہیمؑ کی اولاد میں میں (آنحضرتؐ) ان سے زیادہ مشابہ ہوں ۔ یعنی آنحضرتؐ اور ابراہیمؑ تقریباً مشابہ تھے ۔ صلی اللہ علیہ وسلم ۔

سدرۃ المنتہیٰ کی طرف عروج:

سوئے سدرہ ہوا پھر صدر رسالت کا عروج　تھا فرشتوں نے جسے گھیر لیا آج کی رات

دیکھنے کو شہِ کونین کے دیوانے تھے　　ولولہ دید کا ان میں تھا سوا آج کی رات

پھر آپ سدرہ کی طرف تشریف لے گئے ۔ سدرۃ المنتہیٰ ایک بیری کا درخت ہے اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جو چیز نیچے سے اوپر چڑھتی ہے (اعمال فرشتے وغیرہ) وہ وہاں جاکر ٹھہر جاتی ہے اور جو چیز (احکام وغیرہ) اوپر سے آتی ہے وہ (اول) اسی پر نزول کرتی ہے اور وہاں سے نیچے آسمانوں اور عالم دنیا میں لائی جاتی ہے ۔ اس لئے اس کا نام سدرۃ المنتہیٰ ہے (۳۲)۔ یہ درخت بہت بلند ہے ۔ اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کے برابر اور ایک روایت سے اتنے بڑے ہیں کہ اس کے ایک پتے کے سایہ میں امت مرحومہ پوری چھپ جائے ۔ اس کے پھل یعنی بیر ہجر کے مٹکوں کے مانند بڑے ہیں (ہجر ایک مقام ہے جہاں کے مٹکے بہت بڑے ہوتے ہیں) اس کا سایہ اتنا طویل ہے کہ اگر کوئی سوار اس درخت کے سایہ میں ستر برس بھی چلا جائے تو بھی اس کا سایہ نہ ختم ہو (۳۳)۔

فرشتوں کا شوق دیدار: ملائکہ نے حق تعالیٰ سے اجازت چاہی کہ ہم بھی حضورؐ کے دیدار سے فیضیاب ہوتے ہیں جس کی ان کو اجازت مل گئی (۳۴)۔ اس لئے حضور انور کا جمال باکمال دیکھنے کے لئے سدرہ کے ہر پتے پر فرشتہ آگیا تھا ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ سارے درخت پر سونے کی ٹڈیاں چھارہی ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ پرند کی شکل کے فرشتوں نے اس کو چھپالیا تھا جس طرح پروانے چھاجاتے ہیں۔ ان کی تعداد اسقدر زیادہ تھی کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے ان کو کوئی شمار نہیں کرسکتا (۳۵)۔ اسی کی طرف اللہ پاک نے اشارہ فرمایا ہے کہ اِذْ یَغْشَی السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰی ○ (جب اس سدرۃ المنتہیٰ کو لپٹ رہی تھیں جو چیزیں لپٹ رہی تھیں) اور جب انوار الٰہی نے اس کو ڈھانک لیا تو اس کی ہیئت ایسے بدل گئی کہ مخلوق میں کوئی اسکا وصف بیان ہی نہیں کرسکتا (مسلم شریف)۔

اسی مقام پر جبرئیلؑ کا مقام ہے اور یہی مقام ان کی پرواز کی انتہا ۔ صحیح مسلم وغیرہ میں ہے کہ آپ نے یہاں پر جبرئیلؑ کو اصلی صورت میں ملاحظہ فرمایا ان کے چھ سو پر تھے اور ان پروں سے طرح طرح کے رنگ کے موتی اور یاقوت جھڑتے تھے (۳۶)۔

آپ نے اس درخت (سدرہ) سے چار نہروں کو نکلتے دیکھا دو ظاہر اور دو باطن

دریافت کرنے پر جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ باطنی تو جنت کی نہریں ہیں اور ظاہری نہریں نیل و فرات ہیں (۳۷)۔

ف ۔ اس سے مراد یہ ہوسکتی ہے کہ اگر اس عالم کے پانی کو اُس عالم کے پانی سے مشابہت دیں تو نیل و فرات کا پانی ان نہروں کا نمونہ ہے ۔ یا حقیقت میں نیل و فرات کو ان نہروں سے مدد ہوتی ہے جس کو کہ ہم نہیں دیکھ سکتے ۔ واللہ اعلم (۳۸)۔

آنحضرتؐ سے کہا گیا کہ آپ کی سنتوں پر جو شخص پابندی سے عمل کرتا ہے وہ یہاں تک (یعنی سدرۃ المنتہیٰ تک) پہنچادیا جاتا ہے (۳۹)۔

نہر کوثر پر رونق افروزی اور نہر رحمت میں غسل:

نہر کوثر پہ گئے شاہ پیا آب لذیذ　　نہر رحمت پہ گئے غسل کیا آج کی رات

سدرۃ المنتہیٰ سے جو دو نہریں (باطنی) رواں تھیں وہ کوثر و سلسبیل تھیں ۔ سلسبیل سے نہر رحمت پھوٹتی ہے ۔ آنحضرتؐ نے ایک نہر دیکھی جس میں موتی ' یاقوت اور زبرجد کے جام تھے اور اس پر موتیوں کے بالا خانے تھے جس کی مٹی خالص مشک کی تھی اور بہترین خوشرنگ سبز پرندے تھے آپ نے فرمایا یہ تونفیس پرند ہیں ۔ جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ ہاں ان کے کھانے والے ان سے زیادہ اچھے ہیں کہا آپ کو معلوم بھی ہے یہ کونسی نہر ہے ۔ آنحضرتؐ نے فرمایا نہیں ۔ عرض کیا کہ یہ نہر کوثر ہے جس کو خدا تعالیٰ نے آپ کو عطا کر رکھا ہے ۔ اس میں سونے چاندی کے آبخورے تھے جو یاقوت و زمرد سے جڑاؤ تھے اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید' شہد سے زیادہ میٹھا اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھا ۔ آپ نے ایک سونے کا پیالہ لے کر جب نوش فرمایا تو اس کو مذکورہ اوصاف سے متصف پایا (۴۰)۔

ف ۔ سونے چاندی کے برتنوں کا استعمال اِس عالم (دنیا) میں ناجائز ہے لیکن اُس عالم (آخرت) میں جائز و نیز حرمت و ممانعت مدینہ میں واقع ہوئی اور یہ مکے کا واقعہ ہے ۔

پھر آپ نہر رحمت پر تشریف لائے اور اس میں غسل فرمایا جس سے آپ کے تمام (اگلے اور پچھلے ترکِ اولیٰ کے معاملات بخش دیئے گئے) ۔ (یعنی آپ کو ایسی عصمت عطا کی گئی کہ اس نے آپ کو ہمیشہ گناہوں سے محفوظ رکھا) (۴۱)۔

جنت کی سیر:

پھر ہوئے داخل جنت تو ہوئی سیر عجیب   حور و غلماں کا نظارہ بھی کیا آج کی رات

آنحضرتؐ نے ایک مقام پر نہایت نفیس و خوشگوار ٹھنڈی ہوا' دل خوش کن خوشبو اور راحت و سکون کی مبارک آوازیں سنیں اور جبرئیلؑ سے دریافت فرمایا کہ یہ کیا آوازیں اور خوشبو ہے۔ جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ یہ جنت کی آواز ہے وہ کہہ رہی ہے کہ خدایا مجھ سے اپنا وعدہ پورا کر میرے بالاخانے' ریشم' موتی' مونگے' سونا' چاندی' جام' کٹورے' پانی' شراب' شہد اور دودھ وغیرہ نعمتیں بہت زیادہ ہوگئی ہیں۔ اسے خدا کی طرف سے جواب ملا کہ ہر ایک مسلمان مرد عورت جو مجھے اور میرے رسولوں کو مانتا ہو اور نیک کام کرتا ہو۔ نہ میرے ساتھ کسی کو شریک کرتا ہو نہ میرے برابر کسی کو سمجھتا ہو وہ سب تجھ میں داخل ہونگے۔ سُن! جس کے دل میں میرا ڈر ہے وہ ہر خوف سے محفوظ ہے۔ جو مجھ سے سوال کرتا ہے۔ وہ محروم نہیں رہتا۔ جو مجھے قرض دیتا ہے۔ (یعنی خیرات و مبرات کرتا ہے) میں اسے بدلہ دیتا ہوں۔ جو مجھ پر توکل کرتا ہے میں اسے کفایت کرتا ہوں میں سچا معبود ہوں میرے سوائے کوئی معبود نہیں میرے وعدے خلاف نہیں ہوتے۔ مومن نجات یافتہ ہیں اللہ تعالیٰ بابرکت ہے جو سب سے بہتر خالق ہے۔ یہ سن کر جنت نے کہا بس میں خوش ہوگئی (۴۲)۔

پھر آپ جنت کے دروازے کے پاس پہنچے ملاحظہ فرمایا کہ اس کے دروازہ پر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ لکھا ہوا ہے (۴۳)۔ اس کے بعد لکھا ہوا تھا کہ ایک صدقہ کا دس درجہ ثواب ہے اور قرض کا اٹھارہ درجہ ثواب ہے۔ آنحضرتؐ نے جب جبرئیلؑ سے پوچھا کہ قرض صدقہ سے کیوں بڑھ گیا۔ جبرئیلؑ نے کہا کہ قرض صدقہ سے ثواب میں اس لئے افضل ہے کہ سائل پاس رکھ کر سوال کرتا ہے لیکن قرض لینے والا ضرورت ہی کے وقت قرض لیتا ہے (۴۴)۔

ف۔ قرض دیئے ہوئے ایک درم کا ثواب اٹھارہ درم ہونے کی یہ وجہ ہے کہ بعض روایات سے یہ ثابت ہے کہ ایک درم قرض خیرات کے دو درم کے برابر ہے۔ گویا خیرات کے درم کا دس درجہ ثواب ہے اور قرض کے درم کا بیس درجہ۔ چوں کہ قرض دینے والا بعد میں ایک درم واپس لے لیتا ہے اس لئے اس کو دو درم کم ثواب ملے گا یعنی (۱۸) درم کا۔

پھر آپ جنت میں تشریف لے گئے جہاں سچے موتی کے محل تھے جس کی مٹی مشک کی تھی (۴۵) اور آپ نہ بگڑنے والے پانی' مزہ نہ بدلنے والے دودھ' بے نشہ شراب اور صاف ستھری شہد کی نہریں دیکھیں۔ جنت کے انار بڑے بڑے ڈولوں کے برابر تھے اور پرند اونٹوں کے برابر۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے نیک بندوں کے لئے وہ نعمتیں تیار کی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں نہ کسی کان نے سنیں نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال تک گذرا (۴۶)۔

آنحضرتؐ نے وہاں ایک حور ملاحظہ فرمائی اس سے دریافت فرمایا تو کس کی ہے۔ اس نے کہا زید ابن حارثہ کی ہوں (۴۷)۔ (یہ سرکار کے آزاد کردہ غلام اور متبنّٰی بیٹے تھے) انہوں نے اپنے والدین پر آنحضرت کو ترجیح دی تھی۔ سرکار ان کو بہت عزیز رکھتے۔ تمام صحابہ میں آپ ہی کو یہ فخر حاصل ہے کہ آپ کا نام کلام اللہ میں آیا ہے۔ (از مولف)

جنت میں آنحضرتؐ نے ہر درخت کے ہر پتے پر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ لکھا پایا (۴۸)۔ آنحضرت کو ایک طرف سے قدموں کی چاپ سنائی دی آپ نے جبرئیل سے دریافت فرمایا یہ کون ہے عرض کیا حضرت بلالؓ مؤذن (آپ نے واپس آکر فرمایا کہ بلال تم نجات پاچکے میں نے اس طرح دیکھا) (۴۹)۔

آپ نے اسی شب حوروں کو دیکھا آپ نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے اس کا جواب دیا (۵۰)۔

خوش تھا رضواں کہ میسر ہوئی گھر بیٹھے دید   شوق سے آکے قدمبوس ہوا آج کی رات

آنحضرتؐ سے رضوان یعنی داروغۂ جنت کی بھی ملاقات ہوئی گھر بیٹھے جمال باکمال کے دیدار سے مشرف ہوکر بہت مسرور اور خوش ہوا۔

چونکہ امت کو بتانی تھی صفت جنت کی   اس لئے شہ نے اسے دیکھ لیا آج کی رات

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۔ یعنی اللہ پاک نے جنت کے بدلے میں مسلمانوں کے جان و مال خرید لیا ہے اگرچہ آپ وحی الٰہی سے بھی اس کے صفات بیان فرماسکتے تھے۔ مگر بچشم خود معائنہ فرماکر اس کے متعلق کہتے ہیں اس میں اور

صرف سماعی خبر کو پہنچا دینے میں بہت بڑا فرق ہے۔ اس لئے آپ نے اپنی مبارک آنکھوں سے جنت کو ملاحظہ فرما کر امت کی سمجھ کے موافق اس کی صفتیں بیان فرمائیں اور جو باتیں اور حالتیں عقل انسان سے بالاتر تھیں ان کے متعلق صرف یہ ارشاد فرمادیا کہ جنت میں ہر وہ چیز ہے کہ نہ جس کو کانوں نے سنا نہ آنکھوں نے دیکھا نہ کسی دل میں انکا خیال تک گذرا (۵۱)۔

دوزخ کا نظارہ:

آپ کا نام ہے ازبسکہ بشیر اور نذیر — نار دوزخ کو بھی ہاں دیکھ لیا آج کی رات
ترش رو مالکِ دوزخ سے ملاقات ہوئی — وہ بھی سرکار پہ قربان ہوا آج کی رات

چونکہ آنحضرتؐ جہاں بشیر یعنی (جنت کی) خوشخبری دینے والے ہیں نذیر یعنی (غضب الٰہی اور دوزخ سے) ڈرانے والے بھی ہیں اس لئے جنت کی سیر کے بعد دوزخ کو بھی آپ نے دیکھ لیا۔

ایک مقام پر نہایت بری اور بھیانک اور مکروہ آوازیں آرہی تھیں اور سخت بدبو بھی آرہی تھی آپ نے اس کی بابت جبرئیلؑ سے دریافت فرمایا۔ انہوں نے کہا کہ یہ جہنم کی آواز ہے وہ کہہ رہی ہے کہ خدایا مجھ سے اپنا وعدہ پورا کر۔ میرے طوق و زنجیر' میرے شعلے اور گرماؤ۔ میرے لہو اور پیپ دوسرے سزاء کے سامان بہت ہوگئے ہیں میرا گہراؤ بہت زیادہ ہے میری آگ بہت تیز ہے مجھے وہ دے جس کا مجھ سے وعدہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہر مشرک کافر خبیث منکر اور بے ایمان مرد و عورت تیرے لئے ہیں۔ یہ سنکر دوزخ نے اپنی رضامندی ظاہر کی (۵۲)۔

پھر آپ کے سامنے دوزخ پیش کی گئی جس میں اللہ کا غضب' عذاب اور انتقام تھا اگر اس میں پتھر اور لوہا بھی ڈالدیا جائے تو اس کو بھی کھالے۔ وہ ایک کھولتے ہوئے چشمہ کے مثل تھی۔ پھر وہ بند کردیا گیا۔ اس آخری فقرے سے معلوم ہوتا ہے کہ دوزخ اپنی جگہ پر رہا اور آپ اپنی جگہ پر رہے درمیان سے حجاب اٹھا کر آپ کو دکھلایا گیا (۵۳)۔

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپ نے جہنم میں کچھ لوگوں کو دیکھا کہ مُردار کھا رہے ہیں پوچھا یہ کون ہیں۔ جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے بھائیوں کا گوشت کھایا

کرتے تھے۔ یعنی غیبت کیا کرتے تھے۔ وہیں آپ نے ایک شخص کو دیکھا جو خود آگ جیسا سرخ ہورہا تھا آنکھیں تیڑھی ترچھی تھیں پوچھنے پر جبرئیلؑ نے بتایا کہ یہ وہ شخص ہے جس نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو مار ڈالا تھا۔

بعض روایات میں ہے کہ آپ نے دوزخ کے مختلف درجے ملاحظہ فرمائے۔ طبقہ اول۔ دوزخ کے پہلے طبقے پر لکھا ہوا تھا:

فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلٰوتِهِمْ سَاهُوْنَ خرابی ہے ان نمازیوں کے لئے جو نماز میں سستی کرتے ہیں۔

دوسرے طبقے پر لکھا تھا وَیْلٌ لِّلْمُشْرِکِیْنَ خرابی ہے شرک کرنے والوں کے لئے۔ تیسرے طبقے پر وَیْلٌ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ جھوٹوں کے لئے خرابی ہے۔ .... لکھا تھا اور چوتھے پر وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے خرابی ہے۔ طبقہ پنجم پر لکھا تھا کہ وَیْلٌ لِّلْقَاسِیَةِ قُلُوْبُهُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰهِ خرابی ہے ان دلوں کے لئے جو اللہ کے ذکر سے سخت ہیں اور غافل ہیں ...... طبقہ ششم پر وَیْلٌ لِّکُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَه خرابی ہے ہر زبان اور اشارے سے غیبت کرنے والے کے لئے اور طبقہ ہفتم پر وَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ یَکْتُبُوْنَ الْکِتَابَ بِاَیْدِیْهِمْ وَیَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ (۵۴) لکھا تھا۔ (ہلاکت ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنے ہاتھ سے کتاب لکھتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے)

صحیح حدیث میں ہے کہ میں نے (آنحضرتؐ نے) عمرو بن لحی کو دیکھا کہ دوزخ میں اپنی آنتیں کھینچتا پھرتا ہے۔ اور یہ وہ شخص ہے جو پہلے پہل حجاز میں بت لایا یعنی بت پرستی پھیلائی (۵۵)۔

داروغۂ دوزخ ''مالک'' سے ملاقات: آپؐ نے داروغۂ دوزخ ''مالک'' سے بھی ملاقات فرمائی اس نے پہلے آپ کو سلام کیا آپ نے اس کو ایسا ترش رو پایا کہ اس کے چہرے سے غضب پہنچانا جاتا تھا (۵۶)۔ جب جبرئیلؑ آنحضرتؐ کو لیکر نیچے اترے تو آپ نے ان سے پوچھا کہ جس آسمان پر میں پہنچا وہاں کے فرشتوں نے خوشی ظاہر کی۔ ہنسکر مسکراتے ہوئے مجھ سے ملے مگر ایک فرشتے نے اگرچہ مجھے سلام کیا سلام کا جواب دیا اور مرحبا بھی کہا

مگر مسکرایا نہیں۔ وہ کون ہے؟ اور اس کی وجہ کیا ہے؟ جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ وہ ''مالک'' جہنم کے داروغہ ہیں۔ اپنے پیدا ہونے سے اب تک وہ ہنسے نہیں۔ اور قیامت تک بھی نہیں ہنسیں گے کیونکہ ان کی خوشی کا یہی بڑا موقع تھا (۵۷)۔

جبرئیلؑ کا سدرہ کے پاس رُک جانا:

لطف تو دیکھئے سدرہ کے قریں روح امیں ٹھیرے آداب سے پھر عرض کیا آج کی رات

جب آنحضرت علیہ السلام جنت وغیرہ کی سیر فرما چکے تو سدرۃ المنتہیٰ کے قریب ایک حجاب تک پہنچے۔ ایک فرشتہ حجاب کے اندر سے نکلا تو جبرئیلؑ نے عرض کیا۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے کہ جب سے میں پیدا ہوا ہوں میں نے اس فرشتے کو نہیں دیکھا حالانکہ میں مخلوقات میں رتبہ کے اعتبار سے بہت مقرب ہوں (۵۸)۔ جب آنحضرتؐ اس حجاب سے بھی آگے تشریف لے جانے لگے تو جبرئیلؑ اَنْتَ وَرَبُّکَ (اب آپ اور آپ کا پروردگار) کہہ کر رک گئے اور آگے نہیں بڑھے۔

بدو گفت سالارِ بیت الحرام کہ اے حامل وحی برتر خرام

آنحضرتؐ نے ان سے فرمایا کہ اے وحی کے لانے والے (جبرئیلؑ) اور اوپر چلو۔

چو در دوستی مخلصم یافتی عنانم ز صحبت چرا تافتی (سعدیؒ)

جب تم نے مجھے اپنی دوستی میں مخلص پایا پھر کس لئے میری صحبت سے تم نے باگ روک لی اور مجھے چھوڑ دیا۔ کیا ایسے مقام میں کوئی دوست اپنے دوست کو چھوڑتا ہے۔ اس پر جبرئیل نے دست بستہ ادب سے عرض کیا۔

ساتھ آسکتا نہیں جائیں بلندی پہ حضورؐ پر جلیں گے جو ادھر ساتھ رہا آج کی رات
دم بخود ٹھیر گئے اَنْتَ وَرَبُّکَ کہہ کر کملی والا میرا آگے کو چلا آج کی رات

جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ (یعنی ہم فرشتوں) میں کوئی ایسا نہیں ہے کہ جس کا ایک مقام معین نہ ہو۔ اس سبب سے کوئی فرشتہ اپنے مقام سے بڑھ نہیں سکتا مگر آج کی رات آپ کے سبب سے میں یہاں تک پہنچا ہوں نہیں تو سدرہ سے کبھی آگے نہیں بڑھا اگر اب مزید آگے بڑھوں تو یا رسول اللہ میں اللہ تعالیٰ کے تجلّی سے جل جاؤنگا (۵۹)۔

بگفتا فراتر مجالم نماند بماندم کہ نیروئی بالم نماند
اگر یک سرے موئے برتر پرم فروغ تجلی بسوزد پرم

آپ کے سوا اب کسی کی طاقت نہیں جو آگے بڑھ سکے فَاَنْتَ وَرَبُّکَ هٰذَا مَقَامِیْ لَاأَتَعَدَّاهُ (۶۰) اب آپ ہیں اور آپ کا پروردگار ہے۔ مجھے اس مقام سے آگے بڑھنا دشوار ہے۔

آنحضرتؐ نے جبرئیلؑ سے رخصت ہوتے وقت دریافت فرمایا کہ اگر کوئی آرزو ہو تو بیان کرو میں اس کو بارگاہ رب العزت میں عرض کر کے قبولیت کی سفارش کروں گا۔ جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ صرف اسقدر آرزو ہے کہ قیامت کے دن میں اپنے بازو پلصراط پر بچھادوں تاکہ آپ کی امت اس پر سے آسانی سے گذر جائے (۶۱)۔

شان تو دیکھو جہاں رہ گئے جبرئیل امیں اس جگہ سے بھی کہیں آگے بڑھا آج کی رات

کملی والے کی بھی کیا شان ہے جہاں جبرئیلؑ امیں کی بھی طاقت پرواز ختم ہو جاتی ہے اور جس مقام سے وہ ایک انچ آگے نہیں بڑھ سکتے ہیں آنحضرتؐ اس سے آگے تشریف لے چلے پھر آپ کا مستویٰ تک عروج ہوا جہاں پر آپ نے قلموں کے لکھنے کی آوازیں سماعت فرمائیں (۶۲)۔ پھر آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ مجھے نور میں پیوست کر دیا گیا اور ستر ہزار حجاب مجھ کو طے کرائے گئے کہ ان میں ایک حجاب دوسرے حجاب کے مشابہ نہ تھا اور مجھ سے تمام انسانوں اور فرشتوں کی آہٹ منقطع ہو گئی (۶۳)۔ اب براق بھی پیچھے سے رہ گیا تب میری سواری کے لئے رفرف آیا جو نورانی سبز مسند تخت رواں کے مانند تھا جو آسمان کے کناروں کو گھیر لیا تھا کہ آفتاب کی روشنی اس کے آگے کچھ حقیقت نہیں رکھتی تھی (۶۴)۔ غرض۔

بہ پشت رفرف برشد نبی ز پشت براق چناں کہ مرغ زشاخ نگوں بہ شاخ زبر
یعنی آنحضرت براق سے رفرف پر سوار ہو گئے جس طرح کہ پرندہ پست شاخ سے بلند شاخ پر جاتا ہے

رفرف پر رونق افروزی

آن کی آن میں یہ دیکھئے رفرف کا سوار عرش اعلیٰ کے قریں پہنچ گیا آج کی رات

دیکھتے ہی دیکھتے چند لمحوں میں رفرف نے اپنے مبارک سوار آنحضرت کو عرش کے قریب پہنچا دیا۔ اب یہاں رفرف بھی رک گیا۔ یہ وہ وقت تھا کہ آپ پیادہ پا کسی عالیشان دربار

میں جانے والے تھے بظاہر نہ کوئی راہبر ساتھ تھا نہ مونس و غمگسار نہ رفیق ہمراہ تھا نہ یار و مددگار۔ کسی غیبی راہبر کی اعانت اور مدد سے آپ نے قدم آگے بڑھایا اور جبروتی شان و عظمت اور جلال کبریائی کی دہشت کے وہ حیرت انگیز آثار قلب پر نمودار ہو چلے جو احکم الحاکمین کے حضور میں حاضر ہونے والے مقرب بندہ کے پاک اور بے عیب دل پر ظاہر ہونے چاہئیں ۔

ادھر سے ہیبت تقاضے آتا ادھر تھا مشکل قدم بڑھانا
جلال و ہیبت کا سامنا تھا جمال رحمت ابھارتے تھے

دہشت اور یار غار کی آواز سے تسلی:

ہوئی دہشت تو گرا منہ میں کوئی قطرۂ آب   علم ماکان یکون جس سے ملا آج کی رات

گو مشتاقانہ بیخودی کی کیفیت طاری تھی اور خوف و اضطراب کی حالت ہویدا کہ اسی وقت ایک پانی کا شیریں اور بیحد میٹھا قطرہ آپ کے مبارک منہ میں گرا جس کی وجہ سے آپ کو علم مَا کَانَ یَکُوْنُ جو ہو چکا جو ہونے والا تھا۔ یعنی علم اوّلین و آخرین عطا ہوا (۶۵)۔

پھر مزید سکون اور اطمینان کے لئے آپ کو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی آواز آئی کہ:

قِفْ یَا مُحَمَّد فَاِنَّ رَبَّکَ یُصَلِّی (اے محمد ٹھہر جایئے آپ کا رب صلوٰۃ میں مشغول ہے) (۶۶)۔

ف۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ کا آگے بڑھنا نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کے شغل میں مانع ہوجائے گا رحمت کی توجہ سے جس طرح مخلوق کے لئے ایک شغل دوسرے شغل سے مانع ہوجاتا ہے بلکہ معنی یہ ہیں کہ چونکہ اللہ تعالیٰ اس وقت خاص رحمت فرمارہے ہیں۔ آپ سیر کو منقطع کیجئے اور اس میں مشغول ہوجایئے کیونکہ سیر کا جاری رہنا اللہ کی رحمت اخذ کرنے کے لئے جو یکسوئی چاہئے اس سے مانع رہے گا (تنویر السراج)

گو یہ کلمات سنکر آپ کو حیرت ہوئی کہ یہاں ابوبکرؓ کی آواز کہاں اور بے نیاز پروردگار کی نماز کیسی ؟ تاہم دل کی وحشت یار غار کی آواز سننے سے کافور ہو چکی تھی ڈھارس بندھ گئی اور اطمینان و فرحت کے آثار پیدا ہوگئے تھے کہ ناگاہ ۔

اُدنُ اُدنُ کی صدا پردۂ وحدت سے سنی   مستعد ہوکے پھر آگے کو بڑھا آج کی رات

دوسری آواز نے آنحضرتؐ کو اپنی طرف متوجہ کیا جو پردۂ وحدت (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے

انوار و تجلیات کے حجاب) سے آرہی تھی کہ اُدْنُ یَا خَیْرَ الْبَرِیَّہ اُدْنُ یَا اَحْمَد اُدنُ یَا مُحَمَّد (صلی اللہ علیہ وسلم) (یعنی تمام مخلوقات میں بہتر نزدیک آؤ اے احمد نزدیک آؤ اے محمد نزدیک آؤ) ہر بار آپ اسی خطاب سے مشرف ہوتے تھے پھر آگے قدم رکھتے (۶۷)۔ حضرت فرماتے ہیں کہ میں ایک ہزار بار اُدنُ مِنّی (میرے پاس آؤ) کے خطاب سے مشرف ہوا (۶۸)۔

قرب الٰہی

استقدر آگے بڑھا پایا دَنٰی کا رتبہ   مرتبہ پھر فَتَدَلّٰی کا ملا آج کی رات

غرض آنحضرت آگے بڑھتے ہی چلے گئے یہاں تک کہ آپ مرتبۂ دنٰی (نزدیک) پر فائز ہوئے پھر وہاں سے فیاض ازل نے آپ کو فَتَدَلّٰی (پس اور قریب ہوا) کے مقام پر عروج بخشا چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی (یعنی پھر وہ نزدیک ہوا پھر اور نزدیک ہوا)

کملی والا مرا آقا مرا سرتاج مرا   اللہ اللہ کہاں پہنچ گیا آج کی رات

اللہ اللہ معراج کی رات میں ہمارے آقائے نامدار محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کس قدر بلندی پر پہنچ گئے ہیں کہ ۔

شش جہت سے تھا بری وہ مقام اعلیٰ   عبد رب رب کا مکاندار ہوا آج کی رات

اس مقام کی بلندی کا اندازہ کرنا بے سود ہے وہ مقام تمام جہتوں سے پاک تھا نہ مشرق نہ مغرب نہ شمال نہ جنوب نہ تحت نہ فوق اور اس مبارک رات میں عبد رب (رب کا بندہ) یعنی آنحضرتؐ رب (پروردگار) کا مہمان بنا ہزاروں عنایتوں سے سرفراز اور مشرف ہوا۔ رب کے مکان میں مقیم ہوا۔

عرش الٰہی پر آنحضرتؐ نے لکھا ہوا دیکھا لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ ابوبکر ن الصدیق و عمر الفاروق عثمان ذوالنورین (۶۹)، اَیَّدتُّہٗ بِعَلِیٍّ (۷۰)۔

عقل کو تاب تصور کو نہیں اب قدرت   جو کروں عرض کہاں تک وہ گیا آج کی رات

آنحضرتؐ کی رسائی کہاں تک ہوئی ۔ کس قدر بلندی تک آپ تشریف لے گئے اس کو جاننے سے نہ صرف عقل عاجز ہے بلکہ اس کا تصور تک نہیں کیا جاسکتا کیونکہ تصور میں اتنی قدرت ہی نہیں پھر آنحضرت کہاں تک پہنچے کیسے بیان کیا جاسکتا ہے۔ مگر عقل اور تصور کی

نارسائی کے باوجود دل یہ جاننے کے لئے بے چین ہے کہ آنحضرت کہاں تک تشریف لے گئے اس لئے فرماتے ہیں ۔

مختصر یہ کہ جدائی نہ رہی کچھ باقی اس سے حق حق سے وہ نزدیک ہوا آج کی رات

قاب قوسین کی قربت بھی بڑی قربت ہے طرفہ تر اس سے بھی نزدیک ہوا آج کی رات

مختصر یہ کہ اللہ پاک میں اور آنحضرتؐ میں کچھ جدائی باقی نہ رہی آنحضرتؐ سے اللہ پاک اور اللہ پاک سے آنحضرتؐ نزدیک ہوئے ۔ چنانچہ اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے ۔

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى . پس (آنحضرتؐ اور اللہ پاک میں) دو کمانوں کے برابر فاصلہ بلکہ اور بھی کم (فاصلہ) تھا ۔

یعنی اللہ پاک اور آنحضرتؐ میں اگر قاب قوسین (دو کمانوں کے برابر) کا فاصلہ ہی رہتا تو نہایت قربت تھی چہ جائیکہ اس سے بھی قریب ہونا ۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں وَدَنَا الْجَبَّارُ رَبُّ الْعِزَّةِ فَتَدَلّٰى حَتّٰى كَانَ مِنْهُ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى الخ عزت والا جبار (خدا آنحضرتؐ کے) یہاں تک قریب آیا اور جھک آیا کہ اس کے اور آپ کے درمیان دو کمانوں یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا ۔ (بخاری کتاب التوحید) ۔

وَبِتَّ تَرْقٰى اِلٰى اَنْ نِلْتَ مَنْزِلَةً مِنْ قَابَ قَوْسَيْنِ لَمْ تُدْرَكْ وَلَمْ تُرَمْ

اور آپ نے بحالت ترقی رات گذاری ۔ اور یہاں تک ترقی کی کہ ایسا قرب الٰہی حاصل کیا جس پر مقربان درگاہ خداوندی سے کوئی نہیں پہنچایا گیا تھا ۔ بلکہ اس مرتبہ کا بسبب بہت بلندی کے کسی نے قصد بھی نہیں کیا تھا ۔

قَابَ قَوْسَيْنِ : اہل عرب کی عادت تھی کہ جب دو شخص باہم گہرا اتحاد قائم کرنا چاہتے تو ان کے معاہدہ کرنے کا یہ طریقہ تھا عہد باندھنے والے دونوں آدمی اپنی اپنی کمانوں کو لاتے ایک دوسرے کی کمان سے ملاتے ۔ چونکہ اس ملانے میں بھی کچھ فصل اور درمیان میں جگہ کچھ نہ کچھ باقی رہتی ہے اسلئے اللہ پاک نے اَوْ اَدْنٰى یعنی اس سے بھی زیادہ نزدیک فرمایا ۔ یعنی دو کمانوں کے ملانے کے بعد دو کمانوں میں جو فاصلہ رہتا ہے اللہ پاک آنحضرتؐ سے اس بھی زیادہ نزدیک ہوا ۔

بعض اہل اسرار و ارباب حال فرماتے ہیں کہ قوسین سے مراد حاجبین یعنی دونوں ابرو (بھنویں) ہیں ۔ یعنی جس طرح دونوں ملے ہوئے ابرو میں باہم اتصال ہوتا ہے اسی طرح آنحضرتؐ اور اللہ پاک میں اس سے زیادہ اتصال اور قربت تھی ۔

حکمت قَابَ قَوْسَيْنِ : معاہدہ کرنے والے عرب اپنی کمانوں کو ملا کر ساتھ ہی دونوں ملکر تیر چلاتے ۔ پس جب یہ دونوں ایک ساتھ تیر چلائے تو یہ بات مستحکم ہو گئی کہ تمھارا دوست ہمارا دوست اور تمھارا دشمن ہمارا دشمن ۔ یہی معاہدہ پشت ہا پشت قائم رہتا اسی آیت شریف میں قوسین کا اشارہ اس عہد کی طرف ہے یعنی خدا تعالیٰ سے حضرت کو اسی قدر قرب بلکہ اس سے زیادہ اور گویا عہد ہوا کہ جو آنحضرتؐ کا مقبول وہ اللہ پاک کا بھی مقبول ہے اور جو بارگاہ رسالت کا مردود ہے وہ بارگاہِ خداوندی کا بھی مردود ۔

حَتّٰى اِذَا لَمْ تَدَعْ شَاْوًا لِمُسْتَبِقٍ مِنَ الدُّنُوِّ وَلَا مَرْقًى لِمُسْتَنِمِ

آپ رتبہ عالی کی طرف برابر ترقی کرتے رہے اور آسمانوں کو برابر طے کرتے رہے یہاں تک کہ آگے بڑھنے والے کے قرب و منزلت کی نہایت نہ رہی اور کسی طالب رفعت کے واسطے کوئی موقع ترقی کا نہ رہا ۔

اہل اسرار نے کہا تَرَكَ نَفْسَهٗ فِي السَّمَاءِ فَتَدَلّٰى وَتَرَكَ قَلْبَهٗ فِي سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى وَتَرَكَ رُوحَهٗ بِقَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى فَبَقِيَ سِرُّهٗ وَرَبُّهٗ اپنے اپنے نفس کو آسمانوں پر چھوڑا اور آگے بڑھے ۔ اور دل کو سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اور روح کو قاب قوسین او ادنیٰ کے مقام کے پاس چھوڑا اب باقی رہا اس کا بھید یا راز اور پروردگار (اشرف التواریخ)

نکتہ : آنحضرتؐ کو عرش اعلیٰ کی جو آخری مقام اور منتہائے سمٰوٰت و ارض ہے جو سیر کرائی گئی اور بے حجابانہ رویت اور بے وساطت کلام الٰہی کا شرف جو آخری اور بلند ترین شرف ہے آپ کو دیا گیا اس میں آپ کے خاتم النبیین ہونے اور ختم نبوت کی طرف اشارہ ہے ۔

دیدار الٰہی اور بلا واسطہ وحی اور کلام

سُن لیا کانوں سے حضرت نے کلامِ ربّ کو کہا اللہ نے جو کچھ بھی کہا آج کی رات

دیکھا اللہ کو دیکھا بھی تو چشمِ سر سے — سُرمہ مازاغ کا آنکھوں میں لگا آج کی رات

اس قربت و اتصال کے بعد فاوحیٰ الیٰ عبدہٖ ما اوحیٰ اللہ پاک نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام فرمایا جو کچھ فرمایا اور آپ نے اس کلام پاک کو بغیر کسی واسطے اور حجاب کے اپنے کانوں سے سماعت فرمایا۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مَازَاغَ الْبَصَرُ وما طغیٰ (نہ آپ کی نظر بہکی نہ جھپکی) کا سرمہ لگی ہوئی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا اور یہ دیکھنا قلب کی آنکھ سے نہ تھا بلکہ آپؐ نے چشمِ سر سے اپنے پروردگار کو دیکھا۔

حضرت ابن عباسؓ کہا کرتے تھے کہ محمد صلعم نے اپنے رب کو دو بار دیکھا ایک بار اپنی آنکھوں سے اور ایک بار اپنے قلب سے (۷۱)۔ جس روایت میں حضرت ابن عباسؓ کا آنحضرت کو قلب سے دیدار ہونا مذکور ہوا ہے وہ دوسرے بار دیدار کے متعلق ہے۔

نقاش نے بیان کیا ہے کہ امام احمد حنبلؒ نے فرمایا کہ میں بھی ابن عباسؓ کی حدیث کا قائل ہوں آنحضرتؐ نے اپنی آنکھوں سے اپنے رب کو دیکھا۔ دیکھا اس قدر تکرار فرمائی کہ آپ کا سانس منقطع ہوگیا۔ امام ابوالحسن اشعری اور ایک جماعت آپ کے اصحاب سے کہتی ہے کہ آنحضرتؐ نے چشمِ سر سے اللہ پاک کو دیکھا۔ اور امام نووی فرماتے ہیں کہ اکثر علماء اسی طرف ہیں کہ شب معراج میں اللہ پاک کا دیدار آنحضرت کو چشمِ سر سے ہوا ہے اور اس کا ثبوت آنحضرتؐ سے سماعت کرنے پر ہی ہوا ہے جس میں کوئی شک نہیں (۷۲)۔

غنیۃ الطالبین میں حضرت پیرانِ پیرؒ فرماتے ہیں کہ ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ نبی صلعم نے اپنے رب کو چشمِ سر سے دیکھا نہ کہ دل سے اور نہ خواب میں۔

نکتہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیدار الٰہی کی تمنا ظاہر کی۔ ارشاد ہوا کہ پہاڑ کی طرف دیکھو اگر ہمارے انوار و تجلیات کی پہاڑ تاب لاسکے تو عنقریب تم مجھے دیکھ سکو گے۔ اس کے بعد فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ ، جب اللہ پاک نے پہاڑ پر ہزاروں پردوں (۷۳) میں سے اپنے انوار و تجلیات میں سے صرف ایک تجلی کا اظہار فرمایا تو جَعَلَهٗ دَكًّا وَّ خَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا پہاڑ ریزہ ریزہ ہوگیا اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہوکر گر پڑے۔

الغرض آمنہ خاتون کا وہ دُرِّ یتیم (۷۴) — حق کے دیدار سے مسرور ہوا آج کی رات

اور یہاں یہ حال کہ حضرت آمنہ کا یتیم (یکتا) موتی یعنی سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خوب آنکھیں بھر کر بغیر کسی حجاب کے خود عین ذات یعنی اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہیں۔ مشتاق آنکھ نہ جھپکتی ہے نہ ادھر اُدھر بھٹکتی ہے۔ قوت ربانیہ متوجہ بہ نمائش ہے اور بصارت محمدیہ قوتِ نظارہ کے کمال کے ساتھ محو دید ہے اور انوار الٰہی کو اپنے میں جذب کر رہی ہے۔

ہزاروں پردے پڑے ہوئے تھے کلیمؑ دیکھو تو پھر بھی غش تھے
میں اس کی آنکھوں کے صدقے جس نے وہ جلوہ یوں بے حجاب دیکھا

موسیٰ ز ہوش رفت بیک پرتوِ صفات — تو عین ذات می نگری در تبسمی (۷۵)

عبد و رب میں ہوئی آگاہی کُلّی وہ نصیب — جو رضا اس کی تھی۔ تھی اس کی رضا آج کی رات

پروردگارِ عالم میں اور بندے یعنی محمدؐ رسول اللہ صلعم میں وہ آگاہی کلی و یکتائی و یکجائی حاصل ہوئی کہ جو اللہ پاک کی رضا تھی وہی آنحضرتؐ کی رضا تھی اور جو آنحضرتؐ کی خوشی تھی وہی اللہ تعالیٰ کی بھی خوشی ٹھہری۔

جب ملا قربِ الٰہی کا مقامِ اعلیٰ — کثرتِ شوق میں یوں عرض کیا آج کی رات
یہیں رہ جاؤں گا۔ جاؤں گا نہ اب دُنیا میں — قرب کے بعد نہ ہو بُعد عطا آج کی رات

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ پاک کا اس درجہ قرب حاصل ہوا اور آپ نے ذاتِ خداوندی کو بے پردہ اپنی آنکھوں سے دیکھا اور شرفِ کلام حاصل فرمایا تو آپؐ نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا کہ اب میں اس وصال کی لذت کو چھوڑ کر ہجر و فراق کے صدمے سہنے دُنیا میں واپس نہیں جاؤں گا۔ بارِ خدایا نزدیکی کے بعد دوری کی مصیبت نہ دیجئے۔

ہوا ارشاد کہ جانا ہی مناسب ہے حبیب — بخش اوروں کو بھی جو فیض ملا آج کی رات
جب کوئی رنج ہو پڑھنا مری خاطر سے نماز — وہی پائے گا جو پایا ہے مزا آج کی رات

اللہ پاک نے ارشاد فرمایا کہ حبیبؐ آپ کا واپس جانا ہی بہتر ہے۔ آپ جائیے اور جو انوار و تجلیات اور فیوض و برکات آپ نے حاصل کئے ہیں ان سے اوروں کو بھی مستفیض فرمائیے۔ جب کبھی آپ کو منکرین کے جھٹلانے اور تکلیف دینے سے یا حوادثِ روزگار سے کوئی رنج پہنچے تو آپ میری خوشنودی حاصل کرنے نماز پڑھئے آپ کو نماز پڑھنے

سے وصال کا وہی مزا اور لطف ملے گا جو آج رات آپ نے حاصل فرمایا ہے (۷۶)۔ چنانچہ جب بھی حضورؐ کو کچھ رنج ہوتا تو آپ نفل نماز کے لیے کھڑے ہو جاتے۔

ف: کسی رنج و مصیبت میں نماز پڑنے کا ہر مسلمان کے لیے حکم ہے چنانچہ ارشاد باری ہے: وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ یعنی مصیبت و پریشانی میں اللہ پاک سے نماز اور صبر کے ذریعہ مدد طلب کرو۔

حق تعالیٰ کی طرف سے تھیں عنایات بہم ۔۔۔ بحرِ الطاف و کرم جوش پہ تھا آج کی رات

غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ پاک کی پے درپے عنایتیں رحمت و عطا کی بارش برسا رہی تھیں اور اللہ پاک کے لطف و کرم کا سمندر بہت جوش میں ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا کہ مجھ کو ان دو باتوں سے تعجب ہے کہ ابوبکرؓ کی آواز یہاں کہاں؟ کیا ابوبکرؓ مجھ سے آگے بڑھ آئے۔ دوسرے یہ کہ تیری بے پروا ذات کی صلوٰۃ (نماز) کیسی؟ تو تو بے نیاز ہے۔ ارشاد ہوا کہ حبیب آپ اس آیت کو پڑھو:

هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ۝

پس میری صلوٰۃ سے مراد وہ خاص رحمت ہے جس کی مورد آپ کی ذات اور اُمت مرحومہ ہے اُس وقت میری بے پایا رحمت نازل ہو رہی تھی اور آپ کا استقبال کر رہی تھی۔ اور یہاں عالم لامکاں میں آپ کے دُنیا و آخرت کے پیارے دوست ابوبکرؓ کی سی آواز سُنائی دینے کا قصہ یہ ہے کہ ہم نے ایک فرشتہ ابوبکرؓ کی صورت کا پیدا کیا جو آپ کو اُن کے لہجے میں پکارے تاکہ آپ کی وحشت دُور ہو اور آپ کو ایسی ہیبت لاحق نہ ہو جس سے اصل مقصود کا سمجھنا مشکل ہو جائے (یعنی دیدار و کلام الٰہی) کیا آپ کو یاد نہیں کہ کوہ طور پر موسیٰ کلیم اللہ سے ہمکلام ہوتے وقت میں نے اس سے ہر وقت ہاتھ میں رہنے والی لکڑی کا ذکر چھیڑ دیا اور پوچھا کہ مَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى (اے موسیٰ یہ تیرے سیدھے ہاتھ میں کیا ہے) اور اس سے بھی مقصود صرف اُن کو مانوس بنانا اور اس رعب و وحشت کا زائل کرنا تھا جو خالق عالم جل شانہ سے بات کرتے وقت بشر کے قلوق قلب پر طاری ہونا لازمی

اور ضروری ہے (۷۷)۔

اُمت کی شفاعت:

سرورِ دیں نے جو دیکھا کہ ہے رحمت کو وفور ۔۔۔ حق کے دربار میں یوں عرض کیا آج کی رات
میرے اللہ گناہگار ہے اُمت میری ۔۔۔ بخش دے اس کا ہر اک جُرم و خطا آج کی رات
حق تعالیٰ نے کہا آپ کی خاطر سے حبیب ۔۔۔ لیجئے بخش دیا بخش دیا آج کی رات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب رحمتِ خداوندی کے دریا کو جوش میں دیکھا تو آپ نے اپنی امت کو یاد فرمایا۔ آنحضرتؐ نے عرض کیا کہ بار خدایا تو نے کسی امت کو پتھر برسا کر ہلاک کیا۔ کسی کو زمین میں دھنسا دیا اور کسی کو مسخ کر کے صورت بدل دی۔ مگر مولا میری اُمت ان سب سے ناتوان ہے تو ان کے ساتھ کیا معاملہ فرمائے گا۔ اللہ پاک نے ارشاد فرمایا کہ حبیب میں ان پر رحمت بھیجوں گا' ان کی برائیوں کو نیکیاں کردوں گا' جو مجھے پکارے گا میں اس کو ہر چیز سے بے نیاز کردوں گا۔ ان کے گناہوں کو پوشیدہ کر کے اپنی ستاری کی شان دکھلاؤں گا اور آخرت میں آپ کی شفاعت قبول کر کے اپنی شانِ غفاری کا مظاہرہ کروں گا۔ اور حبیب چونکہ ایک دوست سے بات چیت کرنا اچھا معلوم ہوتا ہے اس لیے میں تمھاری اُمت کا حساب لوں گا ورنہ چاہوں تو بغیر حساب کے بھی ان کو بخش دوں (۷۸)۔

یہاں پر اور چند روایتیں نقل کی جاتی ہیں جو اگرچہ اسناد کے اعتبار سے ضعیف اور کمزور ہیں مگر نصیحت حاصل کرنے کے لیے ان کا نقل کرنا مناسب ہے۔

حضرت فاطمۃ الزہراؓ نے آنحضرتؐ سے دریافت کیا کہ یا رسولؐ اللہ معراج شریف میں اللہ پاک نے آپ سے کیا کلام فرمایا۔ حضرت نے فرمایا کہ اللہ پاک نے میری اُمت کی چند شکایتیں کیں کہ (۱) میں ان کے رزق کا ضامن ہوں اور وہ میری اس ضمانت پر اعتبار نہیں کرتی (۲) تیری اُمت کے لیے میں نے جنت بنائی ہے مگر وہ اس طرف رغبت نہیں کرتی (۳) دوزخ ان کے دشمنوں کے لیے ہے مگر وہ دوزخ میں جانے کی کوشش کرتی ہے۔ (۵) میں کل کا کام آج اس سے نہیں لیتا وہ ہفتوں مہینوں اور برسوں کا رزق مجھ سے پہلے طلب کرتی ہے (۶) اس کی روزی دوسرے کو نہیں دیتا اور وہ میری عبادت و طاعت غیر کو

دیتی ہے (یعنی ریا کے طور پر عبادت کرتی ہے غیر خدا کو اپنا نافع اور ضار تصور کرتی ہے) (۷) تیری اُمت غیر سے عزت چاہتی ہے حالانکہ عزت دینے والا میں ہوں (۸) نعمت دینے والا میں ہوں اور یہ شکر اور کا کرتی ہے۔ (۹) میں ان کی نافرمانی کی شکایت اپنے فرشتوں سے نہیں کرتا اور تیری اُمت ذرا سا بھی رنج پہنچنے پر میری شکایت لوگوں سے کرتی ہے۔

حضرت علیؓ نے جب اس بارے میں پوچھا تو سرکارؐ نے ان سے فرمایا کہ اللہ تعالی مجھ سے فرمایا کہ اے محمدؐ پہلے کی اُمتیں جو گناہ کرتی تھیں میں ان پر عذاب نازل کرتا تھا اور تیری اُمت جو گناہ کرتی ہے تو میں اس کی پردہ پوشی کرتا ہوں۔

دوسری روایت ہے کہ اللہ پاک نے ارشاد فرمایا کہ اے محمدؐ تیری اُمت دو قسم کی ہے مطیع و عاصی (اطاعت گزار اور گناہگار) اطاعت گزاروں کی اطاعت میری رضا سے ہے اور گناہگاروں کی گناہگاری قضا سے۔ پھر جو چیز میری رضا سے ہے مقبول ہے کہ مقتضائے کرم بھی ہے (یعنی کرم کا تقاضا بھی ہے) اور جو قضا سے ہے وہ لائق عفو ہے کہ یہی مقتضائے رحمت ہے۔

بعض ثقات سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اللہ پاک نے ارشاد فرمایا کہ اے محمدؐ مجھ میں اور تیری اُمت میں کئی شرطیں ہیں۔ اوّل جو کوئی اطاعت کرے گا اُسے رد نہ کروں گا اور اس کی طاقت کے موافق عبادت چاہوں گا نہ کہ اپنی شان کے برابر۔ مگر جزاء اس کی اپنے کرم کے موافق دوں گا۔ دوسریؔ جو کوئی گناہ سے توبہ (نصوح) کرے گا قبول کروں گا۔ تیسریؔ سات اعضاء پر نظر کروں گا اگر چھ اعضاء گناہ میں ملوث ہوں گے اور ایک مشغول اطاعت تو اس اطاعت کرنے والے عضو کے طفیل گناہگار اعضاء کو بخش دوں گا۔ چوتھیؔ میں دل کو دیکھتا ہوں اگر گناہ کر کے پشیمان ہوتا ہے تو معاف کر دیتا ہوں۔ پانچویںؔ جب میرا بندہ گناہ پر اصرار نہیں کرتا اور نادم ہوتا ہے تو اس کو درد اور بیماری دیتا ہوں تا کہ کفارۂ گناہ ہو جائے۔ چھٹیؔ تیری امت کے افعال کا شمار اپنے فضل سے کرتا ہوں نہ عدل سے۔ اگر اطاعت زیادہ ہوتی ہے تو اس کی جزاء دیتا ہوں اور جو معصیت زیادہ ہوتی ہے تو اُسے ظلم کرنے والے پر رکھتا ہوں۔ ساتویںؔ تیری اُمت کا حساب کرم سے کروں گا اور گناہ ان

کے اپنے فضل سے بخشوں گا۔ اور جنت میں رحم سے لے جاؤں گا۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ پاک نے آنحضرتؐ سے فرمایا کہ اپنی اُمت کو میری طرف سے پانچ پیغام پہنچاؤ (۱) اگر تم کسی کو کسی احسان کے سبب سے دوست رکھنا تو مجھ ہی کو دوست رکھنا۔ کیونکہ میں نے تم پر بہت احسان کئے ہیں۔ (۲) دوسرا پیغام۔ اگر کسی سے خوف کرو تو مجھ ہی سے خوف کرو کہ میں سب سے زیادہ قدرت رکھتا ہوں۔ (۳) اگر کسی سے امید رکھو کہ تم اس کی وجہ سے مُراد کو پہنچو تو میری ہی اُمید داری کرنا کہ مُرادیں دینے والا میں ہوں۔ اگر دُعا مانگو تو مجھ ہی سے مانگو اور التجا کرو تو مجھ ہی سے کرو میں تمھاری سب حاجتیں اور مُرادیں برلاؤں گا۔ (۴) اگر کسی سے جفا کرنے میں شرم رکھو تو بہتر ہے کہ مجھ سے رکھو کہ تم سے جفا کاری ہوتی ہے اور مجھ سے وفاداری۔ (۵) اگر کسی کی خدمت کرو اپنی جان و مال سے تو بہتر ہے کہ مال کو میری راہ میں صرف کرو اور جان و تن کو میری خدمت میں حاضر کرو کہ میں وعدہ خلافی اور جھوٹ سے پاک اور لالچ اور خود غرضی سے مبرّا ہوں (۷۹)۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حضورؐ کی اُمت سے محبت :

قربت حق میں بھی اللہ رے اُمت کا خیال   اس کی بخشش کے لئے عرض کیا آج کی رات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس مقام پر رونق افروز ہیں جہاں آپ سے پہلے کسی انسان کا گذر ہوا تو ایک طرف مقرب ترین فرشتے کی بھی رسائی نہیں ہوئی تھی اور آپ رب العزت سے ہمکلامی کا شرف حاصل فرما رہے ہیں۔ دیدار الٰہی ہو رہا ہے آپ پر انوار و تجلیات کی بارش ہو رہی ہے مگر ایسے مسرت و شادمانی کے وقت اور اس استغراق کے عالم میں بھی اپنی امت کو فراموش نہیں فرماتے بلکہ اللہ پاک سے اس کی بخشش کے لئے عرض کرتے ہیں اور اس کی نجات کے لئے دعا فرماتے ہیں اور جب تک اس کی بخشش کے لئے وعدۂ الٰہی نہیں ہو جاتا آپ مطمئن نہیں ہوتے۔ مگر۔

ہم کو خوشیوں میں کہاں یاد خدا یاد رسولؐ   ہاں پیغمبر نے ہمیں یاد کیا آج کی رات

صاحب قصیدہ حضرت قبلہ" فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے اس مسرت بخش لمحات میں اُمت کو

فراموش نہ کیا مگر ہم لوگ جو ان کی امت ہیں خوشیوں میں خدا و رسول کو بالکل فراموش کردیتے ہیں بلکہ جہاں کوئی خوشی کی تقریب شروع ہوئی کہ اللہ پاک سے اور آنحضرت صلعم کے احکام سے بالکل اعلانِ بغاوت کردیتے ہیں اور وہ وہ افعال اور طریقے اختیار کرتے ہیں جس سے خداوند رسول ناراض ہوں ۔ اگر کوئی مہمان خدا و رسول کو یاد بھی کرلیتا ہے تو اس کو خاموش کردیا جاتا ہے ۔ چنانچہ ایک شادی کی تقریب میں ایک مہمان نے منہ دھوتے وقت لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ کہہ دیا فوراً دوسروں نے اس کو یہ کہہ کر خاموش کردیا کہ چپ رہو مردوں کے ساتھ پڑھنے کا کلمہ ہے ۔

پھر کہا شہ نے تحیات ہے اللہ کیلئے   حق تعالیٰ نے جواباً یہ کہا آج کی رات

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ پاک کی ثنا فرمائی کہ اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰاتُ وَالطَّیِّبَاتُ یعنی تمام عبادتیں (زبانی ' بدنی اور مالی) اللہ کے لئے ہیں اس کے جواب میں اللہ پاک نے ارشاد فرمایا اے نبی تم پر سلام اور اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ (اے پیغمبر تم پر سلام اور خدا کی رحمتیں اور برکتیں ہوں) ۔

اے نبی تم پہ سلام اور خدا کی رحمت   جو سنا یہ تو پیغمبر نے کہا آج کی رات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ اللہ پاک سلام فرمارہا ہے ۔ اس کا جواب کیا دوں اللہ پاک خود سلام ہے ۔ اس لئے اس کے سلام کو ہی قبول کرلینا عین بندگی اور باعث فضیلت ہے اس خدائی سلام اور برکات کو لیتے وقت بھی آپ کو اپنی امت یاد آگئی پھر آپ نے دیکھا کہ نیکوکار تو اس قابل ہیں کہ وہ اللہ کا سلام لے سکیں مگر میرے گنہگار امتی اس سلام سے محروم رہ جائیں گے ۔ اس لئے حضور انور نے گناہگاروں کو اپنے ساتھ شریک کرلیا اور عرض کیا ۔

ہم پہ ہو اور نکوکاروں پہ یارب یہ سلام   کتنی خوبی ہے یہ انعام لیا آج کی رات

ہم گنہگاروں کو بھولے نہیں محبوب خدا   جمع کا صیغہ کہا ساتھ لیا آج کی رات

اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِین یعنی ہم پر سلام اور خدا کے نیک بندوں پر ۔ مخاطب آنحضرتؐ تھے اس لئے آپ کو اَلسَّلَامُ عَلَیَّ یعنی مجھ پر سلام فرمانا چاہیے تھے مگر آپ

نے علینا فرماکر جمع کا صیغہ استعمال کیا اوراس میں اپنے گنہگاران اُمت کو شامل فرماکر اللہ پاک کے سلام کو ان پر بھی عام فرمایا ۔ اور اس خوبی سے آنحضرتؐ نے اس سلام کو لیا کہ کوئی امتی محروم نہ رہ سکا ۔

ہر فرشتے نے گواہی دی کہا اشہدان   کیا موثر ہوا ہراک کلما آج کی رات

جب فرشتوں نے آنحضرتؐ کا یہ رتبہ اور آپ کی اس فضیلت کو دیکھا تو ہر فرشتہ پکار اٹھا اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں (۸۰) ۔

معراج میں کہا ہوا ان میں کا ہر ایک کلمہ اس قدر موثر ہوا کہ ۔

یہ تشہد جو نمازوں میں پڑھا کرتے ہیں   منتشر جملوں کا مجموعہ بنا آج کی رات

ہم جو ہر نماز میں تشہد پڑھا کرتے ہیں وہ یہی منتشر جملوں کا مجموعہ ہے ۔

یہ ہے فرمان خدا و ملک و پیغمبر   کس قدر بیش بہا تحفہ ملا آج کی رات

یہ مجموعہ اللہ پاک کے فرمان آنحضرتؐ کی ثنا و قبولیت سلام اور فرشتوں کی تسبیح پر مشتمل ہے ۔

نماز میں جو التحیات پڑھنے کا حکم ہوا اس میں یہ راز ہے کہ چونکہ نماز معراج المومنین ہے اس لئے جناب سید المرسلین کو حکم دیا گیا کہ واقعہ معراج کی یاد تازہ کرنے کے واسطے ہر نماز میں بحالت قعود (قاعدہ) پوری عبارت پڑھی جائے ۔ اور قعود (بیٹھنے وقت) میں اس کے پڑھنے کا اس لئے حکم ہے کہ حالت قعود بہ نسبت قیام رکوع وسجود کے زیادہ تر بندہ کی توقیر پر دلالت کرتی ہے گویا کہ شہنشاہ کے حضور سے بندہ کو حضور میں بیٹھنے کی اجازت ہوئی ہے ۔

فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ التحیات پڑھتے وقت یہ سمجھنا چاہئے کہ اب میں اللہ پاک کی ثنا کررہا ہوں اور آنحضرتؐ پر سلام عرض کررہا ہوں ۔ حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ جب تو اَلسَّلَامُ علیک ایھاالنبیُّ کہے تو حضرت کی ذات اقدس کو دل میں حاضر کر اور یہ خیال کر کہ تیرا سلام آنحضرت کو پہنچے گا ۔ پھر یہ جان کر کے آپؐ نے سلام کا جواب دیا اس کو عام کر یعنی اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ ۔ کہہ ۔

اُمت کے لئے تحفہ:

پھر یہ کی عرض شہِ دیں نے کہ اے رب کریم کوئی تحفہ پئے امت ہو عطا آج کی رات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واپسی کے وقت عرض کیا کہ ہر ایک سفر سے جاتے وقت کوئی تحفہ لے جاتا ہے آپ میری امت کے لئے کیا تحفہ عنایت فرماتے ہیں۔

اللہ پاک نے فرمایا

اَنَا لَهُمْ عَشُوا وَاَنَا لَهُمْ اِذَا مَاتُوا وَاَنَا لَهُمْ فِی الْقُبُورِ وَاَنَا لَهُمْ فِی النُّشُورِ یعنی جب تک وہ (امت محمدیہ) زندہ ہے میں ان کا محافظ و مددگار ہوں اور حشر میں ان کے لئے کافی ہوں (۸۱)۔

اسکے بعد

پچاس نمازوں کی فرضیت:

ہوا ارشاد کہ لو کرتے ہیں ہم فرض نماز ہے یہی تحفۂ بافضل و عطا آج کی رات

اللہ پاک نے آنحضرتؐ سے فرمایا ہم آپ کی امت پر رات دن میں پچاس نمازیں فرض کرتے ہیں اور یہی ہماری طرف سے امت مرحومہ کے لئے فرض اور عطا کا تحفہ ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رخصت ہوکر واپس تشریف لانے لگے تو اللہ پاک نے ارشاد فرمایا کہ اے محمدؐ وہ جبرئیلؑ کا سوال کیا تھا جس کا ذکر کرنا تم کو یاد نہ رہا؟ (یعنی قیامت میں پلصراط پر اپنے پَر بچھانے کی جبرئیلؑ نے جو خواہش کی تھی تاکہ امت مرحومہ آسانی سے گذر جائے) ہم نے اس کی دعا قبول کی لیکن اُسی کے لئے جو تم سے محبت رکھے کیونکہ اس نعمت کا وہی مستحق ہوسکتا ہے جو میرے پیارے محمدؐ کو پیارا سمجھے۔

واپسی۔ تخفیف نماز کا موسیٰ کا مشورہ:

لے کے یہ تحفہ نبی چرخِ ششم پر آئے پوچھا موسیٰ نے کہ کیا فرض ہوا آج کی رات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پچاس وقت کی نماز کی فرضیت کا تحفہ لے کر واپس ہوئے۔ جب آپ چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گذرے تو موسیٰ نے پوچھا کہ آج آپ کی امت پر کیا فرض ہوا ہے۔

کہا پنجاہ نمازیں، تو کہا موسیٰ نے سعی تخفیف ذرا کیجئے گا آج کی رات

نہ ادا کرسکی امت مری دو وقت نماز کیا کروں آپ سے امت کا گلہ آج کی رات

آپ کی امت مرحومہ تو ہے اور ضعیف اتنا بار اس پہ ہو، ہے غور کی جا آج کی رات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پچاس نمازیں فرض فرمائی گئی ہیں۔ موسیٰؑ نے کہا کہ آپ واپس جایئے اور کمی طلب کیجئے۔ میری امت پر صرف دو نمازیں فرض ہوئی تھیں مگر ان لوگوں نے اس کو بھی ادا نہ کیا۔ آپ کی امت تو اور ضعیف ہے ان پچاس نمازوں کی پابندی آپ کی امت کی طاقت سے باہر ہے۔ آنحضرت صلعم نے جبرئیلؑ کی طرف دیکھا۔ گویا ان سے مشورہ لے رہے ہوں۔ ان کا بھی اشارہ پایا کہ اگر آپ کی مرضی ہو تو کیا ہرج ہے۔

سن کے موسیٰ سے یہ واپس ہوئے سردار اممؐ شرم و آداب سے یوں عرض کیا آج کی رات

ناتواں ہے مری اُمت ہو میرے رب تخفیف خود تو واقف ہے کہوں اور میں کیا آج کی رات

پھر آپ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف گئے اور اپنی جگہ ٹھہر کر عرض کیا کہ خدایا ہمیں تخفیف (کمی) عطا فرما میری امت (ناتواں ہے) اس کی طاقت ہی نہیں رکھتی۔

حق نے فرمایا کہ لو پانچ کی کرتے ہیں کمی شاہؐ نے آکے یہ موسیٰ سے کہا آج کی رات

اللہ پاک نے ارشاد فرمایا کہ اچھا ہم پانچ نمازوں کی کمی کرتے ہیں۔ آنحضرت صلعم پھر واپس ہوئے اور موسیٰ سے پانچ نمازوں کی کمی کا ہونا بیان فرمایا۔

بولے موسیٰ کرو کوشش کہ ہو تخفیف مزید نہ ملے گا کبھی موقع جو ملا آج کی رات

موسیٰ نے کہا کہ یہ بھی زیادہ ہے آپ پھر واپس جایئے اور کمی کروایئے (یعنی جو کچھ کرنا ہے ابھی کرلیجئے پھر ایسا موقع نہ ملے گا)۔

شاہؐ آتے گئے جاتے گئے کرتے گئے عرض آمد و رفت کا ایک شوق رہا آج کی رات

پھر آنحضرتؐ واپس تشریف لے گئے اور اللہ پاک نے مزید پانچ نمازوں کی کمی فرمائی۔ اسی طرح بار بار آپ واپس ہوتے اور موسیٰ کے کہنے سے پھر بارگاہِ الٰہی میں تشریف لے جاتے اور ہر چکر میں پانچ نمازوں کی کمی ہوتی یہاں تک کہ صرف پانچ نمازیں باقی رہ گئیں حضرت موسیٰ نے پھر فرمایا کہ دیکھئے میں بنی اسرائیل میں اپنی عمر گذار کر آیا ہوں۔ انھیں اس سے بھی

کم حکم تھا لیکن پھر بھی وہ بے طاقت ثابت ہوئے اور اسے چھوڑ بیٹھے ۔ آپ کی امت تو ان سے بھی ضعیف ہے جسم کے اعتبار سے بھی اور دل کے اعتبار سے بھی ۔ آپ پھر جائیے اور پروردگار سے مزید کمی طلب کیجئے ۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ اے کلیم اللہ میں گیا اور آیا اور میں نے اپنے رب سے بہت درخواست کی یہاں تک کہ میں شرما گیا (گویا پھر بھی عرض کرنا ممکن تھا) لیکن اب راضی ہوتا ہوں اور تسلیم کرتا ہوں (گویا ہر چکر میں پانچ نمازوں کی کمی ہورہی ہے ۔ اب پھر کمی کی درخواست کرنا گویا جو تحفہ دیا گیا ہے اس کو پورا واپس لینے کہنا ہے) موسیٰ علیہ السلام نے کہا اچھا پھر تشریف لے جائیے (یعنی خدا حافظ) اس طرح سے۔

پانچ نمازوں کا باقی رہنا:

آخر الامر رہیں پانچ نمازیں قائم — رحمت خاص سے یہ حکم ہوا آج کی رات
جو پڑھے پانچ تو پائے گا ثواب پنجاہ — تری خاطر سے یہ فرمان ہوا آج کی رات

پانچ نمازیں فرض باقی رہ گئیں۔ جب آپ وہاں سے آگے بڑھے تو ایک پکارنے والے نے (حق تعالیٰ کی رحمت خاص کی جانب سے) پکارا کہ میں نے اپنا فرض جاری کردیا اور اپنے بندہ سے تخفیف کردی ۔ اے محمدؐ ہر دن رات میں پانچ نمازیں ہیں اور ہر نماز دس کے برابر ہے ۔ اس طرح وہ پانچ نمازیں پچاس نمازوں کے برابر ہیں۔ یعنی ثواب میں میرے پاس بات نہیں بدلی جاتی (بخاری و مسلم) (۸۲)۔ میں نے جس روز زمین و آسمان پیدا کیا تھا آپؐ پر اور آپؐ کی امت پر پچاس نمازیں فرض کی تھیں (نسائی) جو شخص آپ کی امت میں سے ایک نیکی کا ارادہ کرے گا اور اس کو نہ کریگا تو اس کے واسطے ایک نیکی لکھی جائے گی ۔ اور اگر وہ شخص اس نیکی کو کرلے تو اس کے لئے (کم از کم) دس حصے کرکے لکھی جائے گی۔ یعنی دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور اگر کوئی شخص بُرائی کا قصد کرے اور اس کو نہ کرے تو اس کے واسطے کچھ نہ لکھا جائے گا اور اگر اس کو کرے تو ایک ہی گناہ لکھا جائے گا (۸۳)۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ تمام پیغمبروں میں موسیٰ آنحضرت صلعم پر زیادہ سختی سے اصرار کرکے لوٹاتے تھے جب آپ ان کے پاس سے گذرتے تھے (۸۴)۔ اس سے

معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے پیغمبروں نے بھی تخفیف کے لئے آنحضرتؐ سے کہا تھا مگر آنحضرتؐ نے کچھ توجہ نہ کی لیکن موسیٰ نے جب تخفیف کے لئے زور دیا اور مصر ہوئے تو سرکار عالمؐ نے اس پر توجہ فرمائی ۔ واللہ اعلم ۔

ف ۔ یہ جو مذکور ہوا کہ سرکار عالمؐ بار بار تخفیف کے لئے لوٹ کر اللہ پاک کی طرف جاتے رہے وغیرہ امام نووی شارح مسلم فرماتے ہیں کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ جس مقام سے آپ کو مناجات کے واسطے شرف عطا ہوا تھا وہاں لوٹے اور اللہ جل شانہٗ زماں و مکاں سے اور طرف و اشارہ سب سے پاک ہے (۸۵)۔

اُمت پر موسیٰ کے لطف و کرم کی وجہ:

نکتہ

بات کیا ہے؟ جو کیا حضرت موسیٰ نے یہ لطف — بیشک امت پہ تو احسان کیا آج کی رات

حضرت قبلہؒ فرماتے ہیں کہ بیشک حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نمازوں میں کمی کروانے کا مشورہ دے کر اور بار بار آنحضرت کو مزید کمی کے لئے کہہ کر امت مرحومہ پر بڑا لطف و کرم اور احسان فرمایا مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آخر اس معاملے میں اتنی دلچسپی کا کیوں مظاہرہ فرمایا ۔ اور بھی انبیاء تھے مگر کسی نے یہ لطف نہ فرمایا جو کلیم اللہ نے کیا ۔ آخر کیوں؟ پھر خود ہی جواب دیتے ہیں!۔

کہا رب ارنی دید سے محروم رہے — غیب سے آپ کو موقع ملا آج کی رات
دیکھا احمدؐ میں ہیں انوار احد کے ظاہر — کیونکہ بے پردہ تھا دیدار خدا آج کی رات

موسیٰ نے عرض کیا تھا رَبِّ اَرِنِی اَنظُرْ اِلَیکَ اے پروردگار مجھے اپنا جلوہ دکھلا میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں ۔ مگر لَنْ تَرَانِیْ (تم مجھے ہرگز ہرگز نہیں دیکھ سکوگے) کا سوکھا جواب سن کر خواہش دیدار دل میں لئے خاموش ہوگئے ۔ لیکن آج موسیٰ علیہ السلام کو آنحضرتؐ (احمد) میں اللہ تعالیٰ (احد) کے انوار نظر آئے کیونکہ حضور انوار بے پردہ ذات خداوندی کے دیدار سے مشرف ہوآئے تھے ۔ قسمت سے آج یہ موقع ہاتھ آیا غنیمت جانا ۔ اور ـــ

دیکھی نعمت یہ تو بھجوایا برائے تخفیف — دل کا مطلب تو کوئی اور ہی تھا آج کی رات

نمازوں میں تخفیف کرانا شروع کیا۔ حالانکہ حضرت موسیٰ کو نہ امت کی مشقت میں پڑنے سے بحث تھی نہ نمازوں کی کمی سے بلکہ حضرت کے دل کا مطلب کچھ اور تھا۔

یعنی کہتے تھے یہ موسیٰ کہ رسول عربی ۔۔۔ لطف دیدار خدا تجھ سے ملا آج کی رات

گویا زبان حال سے موسیٰ فرمارہے تھے کہ اے پیارے حبیب کریم رسول عربیؐ آج آپ کے چہرے پر اور خدا بیں آنکھوں میں انوار و تجلیات الٰہی کی جو جھلک اور عکس ہے ان کو دیکھنے سے مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے کہ میری مدت کی دیدار الٰہی کی آرزو بر آرہی ہے آپ کے دیدار میں اللہ پاک کے دیدار کا لطف آرہا ہے۔ گویا۔

شکل عرب میں نور خدا پارہا ہوں میں

میرا ارمان تو پورا نہ ہوا رویت کا ۔۔۔ تیرے چہرے پہ ہیں انوار خدا آج کی رات

جا کے تخفیف کے حیلے سے تجلی لے آ ۔۔۔ حق کے انوار تو ہر بار دکھا آج کی رات

میں نے دیدار الٰہی کا سوال کیا تھا لیکن وہ آرزو پوری نہ ہوئی اب جب کہ تیرے رخ انور پر اللہ پاک کے انوار نظر آرہے ہیں نماز کی کمی کے بہانے سے بار بار دربار الٰہی میں جا اور تازہ تازہ انوار الٰہی ہر بار دکھا۔

حق کے دیدار سے تو خوش ہو تیری دید سے میں ۔۔۔ اس توسط میں بھی ہے لطف نیا آج کی رات

اللہ پاک کے دیدار سے آپ مسرور ہوں اور آپ کو دیکھ کر میں خوش ہوتا جاؤں۔ آج رات آپ کے توسط سے بھی دیدار الٰہی پانے سے نیا لطف آرہا ہے۔

الغرض اور بھی تحفے پئے امت لے کر ۔۔۔ بڑے اعزاز سے واپس وہ ہوا آج کی رات

الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امت کے لئے نماز کے علاوہ اور بھی تحفے یعنی سورۂ بقر کی آخری آیتیں اور مغفرت کی خوشخبری وغیرہ لے کر بڑے اعزاز اور شان کے ساتھ واپس تشریف لائے۔

معراج کے تحفے: آنحضرت صلعم کو بارگاہ الٰہی سے تین عطیے مرحمت فرمائے گئے

(۱) سورۂ بقر کی آخری آیتیں (اٰمن الرسول الخ) جن میں اسلام کے عقاید و ایمان کی تکمیل اور اس کے مصائب کے خاتمے کی بشارت ہے۔

(۲) رحمت خاص نے مژدہ سنایا کہ امت محمدی میں سے ہر ایک جو شرک کا مرتکب نہ ہوا ہو اس کے کبیرہ گناہ بخش دیے جائیں گے۔

(۳) پانچ وقت کی نماز فرض کی گئی جو دراصل مومن کی معراج ہے (۸۶)۔

ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ پہلے پچاس نمازیں فرض ہوئیں۔ غسل جنابت سات بار تھا۔ اور کپڑے سے پیشاب کا دھونا سات بار تھا۔

رسول اکرم صلعم نے درخواست فرمائی یہاں تک کہ نمازیں پانچ، غسل جنابت (ناپاکی) ایک بار اور کپڑے کا دھونا ایک بار (اگرچہ کافی ہے مگر طہارت مکمل نہیں ہوتی) ٹھہرایا گیا۔

بیہقی نے ابوسعید خدریؓ سے ایک طویل حدیث روایت کی ہے کہ آنحضرت صلعم نے عرض کیا کہ بارخدایا تو نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا اور ملک عظیم عطا فرمایا۔ موسیٰ سے کلام فرمایا اور توریت عطا فرمائی داؤد علیہ السلام کو بڑا ملک عنایت فرمایا، لوہے کو ان کے ہاتھ میں نرم کیا اور ہوا کو ان کے قبضے میں کیا اور بے نظیر حکومت عطا فرمائی اور عیسیٰ کو انجیل عطا فرمائی ان کو کوڑھ کی بیماری والے اور اندھے کو اچھا کرنے کا اور مردہ کو زندہ کرنے کا معجزہ عطا فرمایا ان کو اور ان کی والدہ کو شیطان کے مکر سے محفوظ رکھا۔

اللہ پاک نے ارشاد فرمایا کہ میں نے آپ کو حبیب بنایا اور تمام بنی آدم کی طرف آپ کو مبعوث کیا آپ کا سینہ کھول دیا اور ذکر کو بلند کیا جہاں میرا ذکر ہوتا ہے آپ کا بھی ہوتا ہے۔ آپ کی امت کو بہترین اور انصاف والی امت بنایا۔ اور اس کو اول (جنت میں داخل ہونے کے اعتبار سے) و آخر (زمانے کے اعتبار) سے بنایا۔ ان کا کوئی خطبہ درست نہیں جب تک وہ آپ کے عبد اور رسول ہونے کی شہادت نہ دیں اور آپ کی امت میں ایسے لوگ پیدا کئے جن کے سینے میں ان کی کتاب (قرآن شریف) رکھی آپ کو پیدائش (عالم نور) میں سب سے اول اور بعثت (نبوت) میں سب سے آخر اور قیامت کے روز فیصلہ میں سب سے آگے رکھا۔ میں نے آپ کو سبع مثانی (سورۂ فاتحہ یا قرآن شریف) سورۂ بقر کی آخری آیتیں بغیر دوسرے انبیاء کی شرکت کے عطا فرمایا اور اسلام، ہجرت، جہاد، نماز

صدقہ، صوم رمضان، امر بالمعروف (اچھی باتوں کا حکم) ونہی عن المنکر (بری باتوں سے منع کرنا) عنایت فرمایا اور میں نے آپ کو فاتح (فتح کرنے والا) اور خاتم (نبوت کا ختم کرنے والا) بنایا (۸۷)۔

واپسی میں آنحضرت نے آسمانوں کی بہت سی تسبیحوں کے ساتھ یہ تسبیح بھی سماعت فرمائی۔ سُبۡحٰنَ السَّمٰوٰتِ الۡعُلٰی مِنۡ ذِیۡ المهابة مشفقاتٌ منۡ ذی العلو بما علا سبحانَ العليُّ الاعلىٰ سبحانهٗ وتعالىٰ (۸۸)۔

آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ جب میں کسی جماعت ملائکہ پر گذرتا وہ بھی کہتے کہ آپ پچھنے لگایئے اور اپنی امت کو بھی حکم فرمایئے (۸۸)۔ جب آنحضرتؐ دنیا کی طرف اترے تو آپؐ نے ملاحظہ فرمایا کہ نیچے کی طرف ہجوم، دھواں ہے اور آوازیں ہورہی ہیں۔ آپ نے جبرئیلؑ سے پوچھا یہ کون ہیں جبرئیلؑ نے کہا کہ شیاطین ہیں جو آدمیوں کی آنکھوں پر ہجوم کئے رہتے ہیں جس سے آدمیوں کو آسمان وزمین کی قدرت میں فکر نصیب نہیں ہوتی اگر یہ نہ ہوتا انسان عجائب ملاحظہ کرتے (۸۹)۔

معجزہ دیکھئے یہ عرش پہ جانا آنا
کام برسوں کا تھا لمحوں میں ہوا آج کی رات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ملاحظہ فرمایئے کہ کعبۃ اللہ سے بیت المقدس اور وہاں سے عرش اعلیٰ تک تشریف لے جانا اور پھر واپس آنا لاکھوں برس کا کام تھا مگر آپؐ نے چند لمحوں میں اس مبارک سفر کو ختم فرمایا۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سفر اس قدر جلد ہوا کہ جب آپؐ معراج سے واپس تشریف لائے ہیں تو دروازہ کی زنجیر بدستور ہل رہی تھی، جس جگہ آپؐ نے وضو فرمایا تھا وہ زمین ویسی ہی بھیگی تھی اور آپ کے بستر مبارک کی گرمی ویسی ہی باقی تھی۔

عرش پہ جا کر آئے جو سرور گرم تھا بستر خاک وضو تر
زنجیر در ویسے ہی جنبان صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عمارؓ کی روایت میں ہے کہ تین گھنٹے اس سفر میں گزرے اور وہب ابن منبہ وابن اسحٰق کے قول کے لحاظ سے چار گھنٹے صرف ہوئے (۹۰)۔

واپسی اور آپ کی پریشانی:

واپسی میں شہ دیں سوچ میں تھے بار خدا
کافروں سے کہوں کیونکر جو ہوا آج کی رات

واپسی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ذی طویٰ میں پہنچے تو آپؐ نے جبرئیلؑ سے فرمایا کہ میری قوم کے لوگ (قریش) میری (اس واقعہ کے بیان کرنے پر) تصدیق نہ کریں گے۔ جبرئیلؑ نے کہا آپ کی تصدیق ابوبکرؓ کریں گے وہ صدیق ہیں (۹۱)۔ آنحضرت صلعم جب مکہ شریف پہنچے اور صبح ہوئی تو آپ کو یقین تھا کہ آپؐ کا یہ واقعہ سن کر کافر آپ کو جھٹلائیں گے چنانچہ ایک طرف (بروایت حطیم کعبہ میں) غمنا کی کے ساتھ متفکر بیٹھ گئے۔

کفار کا تمسخر: اسی وقت آپ کے پاس سے دشمن خدا ابوجہل کا گذر ہوا۔ وہ موذی آپ کے پاس بیٹھ گیا اور مذاق سے کہنے لگا کہیئے کوئی نئی بات ہے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں ہے۔ اس نے کہا کیا؟ آپؐ نے فرمایا رات کو مجھے سیر کرائی گئی۔ اس نے پوچھا کہاں تک فرمایا (زمین پر) بیت المقدس تک۔ ابوجہل نے کہا اور پھر صبح کو آپ یہاں موجود ہیں؟! فرمایا۔ ہاں۔

اب اس بدبخت کے دل میں خیال آیا کہ اس وقت انہیں جھٹلانا اچھا نہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگوں کے مجمع میں پھر یہ بات نہ کہیں۔ اس لئے اس نے کہا۔ کیوں صاحب اگر میں ان سب لوگوں کو جمع کرلوں تو سب کے سامنے بھی آپ یہی بات کہو گے؟ فرمایا کیوں نہیں بھی باتیں چھپانے کو نہیں ہوتیں۔ اسی وقت اس نے آواز دی کہ اے بنی کعب بن لوی کی اولاد والو آؤ۔

اتنے میں آگئے کفار تمسخر سے کہا
کہو کیا ماجرا درپیش ہوا آج کی رات

اسکی آواز سن کر سب لوگ اٹھ کر آئے اور آپ کے پاس جمع ہوئے اور مسخرے پن سے کہا کہ کہو آج کی رات کیا واقعہ گذرا۔ ابوجہل نے کہا کہ اب آپؐ اپنی قوم کے سامنے وہ بات بیان فرمایئے جو مجھ سے کہہ رہے تھے۔

شہ نے فرمایا، ہوئی مسجد اقصیٰ کی سیر
حق کے دیدار کا اعزاز ملا آج کی رات

آنحضرتؐ نے فرمایا کہ آج رات مجھے معراج ہوئی مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک

مجھے لے جایا گیا اور اللہ پاک کے دیدار سے میں مشرف ہوا۔

سنکے ہنس ہنس کے یہ کہنے لگے کافر بدکار — لو شگوفہ یہ نیا اور کھلا آج کی رات

یہ سنکر کسی نے تالیاں پیٹنی شروع کی کوئی تعجب کے ساتھ اپنے ہاتھ اپنے ماتھے پر رکھ کر بیٹھ رہا بعض آپ کا مذاق اڑانے لگے۔ اور سخت حیرت کے ساتھ انھوں نے بالاتفاق آپ کو (نعوذ باللہ) جھوٹا سمجھا (۹۲)۔

<u>قافلوں کے متعلق ارشاد</u>: پھر کچھ دیر کے بعد کہنے لگے کہ کیا آپ اپنے بیان کی سچائی میں کوئی علامت فرما سکتے ہو آپ نے فرمایا کہ ہاں۔ میں نے راستے میں فلاں جگہ قریش کا قافلہ دیکھا ان کا ایک اونٹ جس پر سفید اور سیاہ رنگ کے دو بورے تھے وہ ہمیں دیکھ کر بھڑ کا' گھوما' اور چکرا کر گر پڑا اور ٹانگ ٹوٹ گئی (۹۳)۔ اور سنو جاتے وقت میں نے تمہارے قافلہ کو فلاں جگہ دیکھا تھا اور آتے وقت وہ عقبہ میں ملا۔ اس میں فلاں فلاں شخص ہے۔ فلاں اس رنگ کے اونٹ پر ہے اور اس کے پاس یہ یہ اسباب ہے (۹۴)۔ اور فرمایا جاتے وقت فلاں وادی میں فلاں قافلہ پر گزرا وہ اپنے کسی گمشدہ اونٹ کی تلاش میں تھا میں نے انہیں سلام کیا۔ بعض لوگوں نے میری آواز پہچانی اور آپس میں کہنے لگے یہ آواز تو بالکل محمدؐ کی ہے (۹۵)۔ پھر واپسی میں میں جب ضجنان میں فلاں قبیلہ کے قافلہ پر پہنچا میں نے لوگوں کو سوتا ہوا پایا اور ان کا ایک برتن تھا جس میں پانی تھا اور اس کو ڈھانک رکھا تھا میں نے ڈھکنا اتار کر اس میں کا پانی پیا پھر اسی طرح بدستور ڈھانک دیا۔ اور اس کی یہ بھی نشانی ہے کہ ان کا وہ قافلہ اب بیضا (ایک مقام) سے ثنیۃ التنعیم کو آرہا ہے لوگ التنعیم کی طرف دوڑے۔ آنحضرتؐ کے فرمائے ہوئے اونٹ سے پہلے کوئی اونٹ نہیں ملا۔ جیسا کہ آپؐ نے فرمایا تھا اس پر وہی بورے لدے ہوئے تھے ان لوگوں نے ان سے برتن کا قصہ پوچھا انھوں نے کہا ہاں ہم نے پانی بھر کر پیالہ ڈھانک دیا تھا۔ پیالہ ڈھکا ہوا تو ملا مگر اس میں پانی نہ تھا۔ اور دوسرے قافلے والوں نے بھی تصدیق کی کہ فلاں وادی میں ہمارا اونٹ گم ہوگیا تھا اور ہم نے ایک شخص کی آواز سنی جو ہم کو اونٹ کی طرف بلا رہا تھا حتیٰ کہ ہم نے اونٹ کو پکڑ لیا (۹۶)۔

اور بیہقی کی روایت میں ہے کہ آپؐ سے نشانی کی درخواست کی تو آپؐ نے ان کو

بدھ کے دن قافلہ کے آنے کی خبر دی۔ جب وہ دن آیا تو وہ لوگ نہ آئے یہاں تک کہ آفتاب غروب کے قریب پہنچ گیا۔ آپؐ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو آفتاب غروب ہونے سے رک گیا۔ یہاں تک کہ وہ لوگ جیسا کہ آپ نے بیان فرمایا تھا آگئے (۹۷)۔

ف۔ سورج کا تھوڑی دیر رک جانا بعید نہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد رک جانے سے عوام نے بھی اس پر توجہ نہ کی۔

<u>بیت المقدس کا نظر کے سامنے کردیا جانا</u>: ان میں ایک شخص نے کہا کہ میں بیت المقدس کا حال تم سب سے بہتر جانتا ہوں کہ اس کی عمارت کیسی ہے؟ اس کی شکل وصورت کیا ہے اور اس کا فاصلہ پہاڑ سے کس قدر ہے۔ اور ان میں وہ لوگ بھی تھے جو بیت المقدس ہو آئے تھے اور وہاں کے چپے چپے سے واقف تھے۔ آپ نے فرمایا پوچھو کیا پوچھتے ہو۔ وہ پوچھنے لگے اور بتلانے لگے۔ فرماتے ہیں کہ اس وقت میں حطیم میں کھڑا ہوا تھا وہ لوگ بعض ایسے باریک سوالات کرنے لگے کہ میں گھبرا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس میری نگاہوں کے سامنے کردیا اور حجاب دور کردیے گئے اور وہ مجھے اتنا قریب نظر آنے لگا جیسے عقیل کا گھر ہے۔ اب آپؐ دیکھتے جاتے اور بتاتے جاتے۔ کہ اس کی بناوٹ ایسی ہے اس کی ہیئت اس طرح کی ہے وہ پہاڑ سے اس قدر قریب ہے۔ آپ کے ان نشانات کو بتلانے کے بعد سب کہنے لگے کہ آپ نے بالکل سچ فرمایا خدا کی قسم ایک بات کی بھی غلطی نہ کی (۹۸)۔

ف۔ بعض روایتوں میں صدیق اکبر کا بیت المقدس کا حال پوچھنا بھی آیا ہے۔ اس میں کچھ تعارض نہیں۔ کیونکہ آپ کا پوچھنا شک وامتحان کے لئے نہ تھا بلکہ اس لئے تھا کہ کفار سن لیں اور کفار کو حضرت ابوبکر پر اعتماد تھا کہ بیت المقدس کو دیکھے ہوئے ہیں اور یہ بھی اطمینان تھا کہ یہ محسوسات میں خلاف واقعہ کی تصدیق نہ کریں گے۔

جواب اعتراض: یہاں پر کوتاہ عقل یہ اعتراض کرسکتی ہے کہ مکہ سے بیت المقدس کیوں کر نظر آسکتا ہے جب کہ اس کے درمیان فاصلہ کے علاوہ پہاڑ' دریا اور صحرا ہیں وغیرہ یہ اعتراض آج سے ایک سو سال پہلے کچھ وزن رکھ سکتا تھا لیکن آج جب کہ لاشعاعیں (x-rays) دریافت ہوچکیں ہیں جو اجسام کے آرپار گذر جاتی ہیں اور ٹیلیویژن ایجاد ہوچکے ہیں جس کی

وجہ سے ہندوستان میں بیٹھ کر لندن اور امریکہ میں کیا ہو رہا ہے آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں کچھ وقعت نہیں رکھتے ۔ اللہ پاک کی قدرت بندوں سے کہیں زیادہ اور کامل ہے ۔ (عاقل)

مسند احمد حنبل میں ہے کہ معراج واقعے کے بیان کرنے پر اور قافلے وغیرہ کی نشانیاں بتلانے کے باوجود بھی بعض لوگ جن کے دل میں ایمان ابھی مستحکم نہ ہوا تھا وہ دائرۂ اسلام سے یہ کہہ کر نکل گئے کہ ایسی باتوں میں ہم ان کو سچا نہیں جان سکتے (۹۹)۔ اور ابوجہل کہنے لگا لو تعجب کی بات سنو اونٹوں کو مارتے پیٹتے ہم تو بیت المقدس مہینے بھر میں پہنچیں اور اور مہینے بھر میں واپس آئیں ۔ یہ کہتے ہیں کہ دو ماہ کی مسافت ایک ہی رات میں طے کر آئے (۱۰۰) یہ اسلام سے پھر جانے والے سب کے سب ابوجہل کے ہمراہ قتل ہوئے (۱۰۱)۔ آنحضرتؐ کی فرمائی ہوئی علامتوں کو جب جھٹلا نہ سکے تو ان بدبختوں نے کہا یہ تو کھلا جادو ہے ۔

صدیق کی توجہ تسمیہ:

اور کہنے لگے صدیقؓ کہ بالکل سچ ہے
کہیں حضرت جو فلک پر بھی گیا آج کی رات

بعض مشرکین معراج کا واقعہ سن کر ابوبکر صدیقؓ کے پاس دوڑے گئے اور کہنے لگے لو اور سنو آج تو تمہارے ساتھی ایک عجیب خبر سنا رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایک ہی رات میں بیت المقدس میں جا کر آ بھی گئے ۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اگر وہ فرماتے ہیں تو ٹھیک کہتے ہیں ۔ لوگ کہنے لگے کیا تم اس بات میں ان کی تصدیق کرتے ہو کہ بیت المقدس گئے اور صبح سے پہلے آ گئے (حالانکہ وہ اس قدر دور ہے) فرمایا ۔ ہاں ۔ میں تو اس سے زیادہ بعید امر میں ان کی تصدیق کرتا ہوں یعنی آسمان سے خبر و وحی کے بارے میں جو ان کے پاس صبح و شام آتی ہے (جو کہ شب سے مقدار میں کم ہے) تصدیق کرتا ہوں (۱۰۲)۔ اگر آنحضرت فلک پر بھی تشریف لے گئے فرمائیں تو بعید نہیں ۔

ہوئی تقسیم یہ صدیق و زندیق(۱۰۳) کی
جس کی قسمت میں جو لکھا تھا ملا آج کی رات

حضرت ابوبکرؓ نے جب معراج کے واقعہ کو سچایا تو آپ کا لقب اسی وقت سے صدیق (سچانے والے) ہوا (۱۰۴)۔ اور جن بدبختوں نے انکار کیا وہ زندیق ہوئے ۔ جس کی قسمت میں جو تھا وہ ہوا ۔ سیرۃ ابن ہشام اور مسند امام احمد وغیرہ میں ہے کہ ابوبکرؓ ایک

ایک بات سرکار سے پوچھتے جاتے اور صَدَقْتَ اَشْهَدُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ (سچ فرمایا میں گواہی دیتا ہوں ' کہ بیشک آپ اللہ کے رسول ہیں) کہتے جاتے ۔ اس پر آنحضرتؐ نے فرمایا اے ابوبکر تم صدیق ہو (۱۰۵)۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب سے آنحضرت صلعم کو معراج ہوئی ہے آپ کی خوشبو دلہن کی خوشبو کی طرح بلکہ اس سے زیادہ پاکیزہ تھی (۱۰۶)۔

ایک اور روایت : حضرت ام ہانی فرماتی ہیں (آپ کا نام ہندہ حضرت علی کی بہن تھا) کہ آپ کو جب معراج ہوئی آپ میرے گھر میں سوتے تھے آپؐ نے عشاء کی نماز پڑھی اور سو گئے ۔ اور ہم بھی سو گئے جب فجر کے قبل کا وقت ہوا ہم کو آنحضرتؐ نے بیدار کیا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے فرمایا اے ام ہانی میں نے تم لوگوں کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی جب تم نے دیکھا پھر میں بیت المقدس پہنچا اور اس میں نماز پڑھی پھر میں نے اب صبح کی نماز تمہارے ساتھ پڑھی ۔ جیسا تم دیکھ رہے ہو۔ پھر آپ باہر جانے لگے میں نے آپ کی چادر پکڑ لی اور عرض کیا کہ یا نبی اللہ لوگوں سے یہ قصہ نہ کہئے ۔ آپ کی تکذیب کریں گے اور آپ کو ایذا دیں گے ۔ آپ نے فرمایا واللہ میں ضرور ان سے اس کو بیان کروں گا الخ (۱۰۷)۔

فوائد متعلقہ معراج:

(۱) احادیث اسراء میں مذکور ہے کہ آپ کا سینۂ مبارک شق کیا گیا ۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مرد کو مرد کے سینہ کی طرف دیکھنا درست ہے ۔ اور گو فرشتے مرد اور عورت ہونے سے پاک ہیں مگر شرعی اطلاقات میں ان کا ذکر صیغۂ مذکر میں آیا ہے اس لئے یہ استنباط چسپاں ہو گیا ۔

(۲) اور اس میں یہ کہ بیت المقدس پہنچ کر آنحضرتؐ نے براق کو حلقہ سے باندھ دیا ۔ اس سے احتیاط اور اسباب کو عمل میں لانا توکل کے خلاف نہ ہونا ثابت ہوتا ہے ۔ باوجود اس کے کہ اعتماد کلی اللہ تعالیٰ پر ہو ۔

(۳) جب جبرئیل علیہ السلام سے آسمانوں پر پوچھا گیا کہ کون ہے تو جبرئیلؑ نے اپنا نام بتلایا کہ جبرئیلؑ ہوں ۔ یوں نہیں کہا کہ "میں" ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایسے

پوچھنے والے کے جواب میں ادب یہی ہے کہ نام بیان کرے کیوں کہ صرف میں کہنا پہچان کے لئے کافی نہیں ہوتا۔ ایک حدیث میں ہے کہ کسی نے آنحضرت سے گھر میں آنے کی اجازت چاہی تو حضرت نے پوچھا کون ہے؟ اس نے کہا ''انا'' یعنی میں ہوں۔ حضرت نے فرمایا۔ انا انا یعنی میں میں (کیا ہے) گویا اس سے آپ نے انکار فرمایا اور ناپسند کیا۔

علماء فرماتے ہیں کہ انا کہنے میں ایک قسم کا تکبر ہے یعنی مجھے نام بتلانے کی کیا ضرورت میں مشہور و معروف ہوں اور میرا مقام بہت اعلیٰ ہے سب مجھے جانتے ہیں۔ بعض صوفیائے کرام تو لفظ انا کا استعمال ہی برا سمجھتے ہیں خواہ کہیں ہو ؎

گروجی کی بیناتو میں نہ کہنا تو موموکہنا تو میں نہ کہنا

(۴) سابقہ فائدہ (۳) سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کسی کے گھر میں اگر جائیں تو خواہ وہاں مردانہ ہی کیوں نہ ہو بغیر اجازت لئے نہ جائیں۔

(۵) حضرت ابراہیمؑ کا بیت المعمور سے پیٹھ لگائے بیٹھنا جو مذکور ہوا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قبلہ سے کمر لگانا اور قبلہ کی طرف پیٹھ کر بیٹھنا جائز ہے اگرچہ ہمارے لئے ادب یہی ہے کہ بلا ضرورت ایسا نہ کریں۔

(۶) اس میں یہ ہے کہ آدم علیہ السلام داہنی طرف دیکھ کر ہنستے تھے اور بائیں طرف دیکھ کر روتے تھے اس سے شفقت باپ کی اولاد پر ثابت ہوتی ہے کہ اس کی خوشحالی پر مسرور ہو اور بدحالی پر مغموم۔

(۷) اور موسیٰؑ یہ کہہ کر روئے کہ ان کی امت کے لوگ جنت میں میری امت کے لوگوں سے زیادہ جاویں گے چونکہ یہ رونا اپنی امت پر حزن و حسرت اور آنحضرت کی امت کی کثرت پر رشک کرنے تھا اس سے یہ ثابت ہوا کہ امر خیر یا نیک کام پر رشک کرنا اچھا ہے۔ (رشک اسکو کہتے ہیں کہ دوسرے کی نعمت دیکھ کر یہ تمنا کرے کہ میرے پاس بھی یہ نعمت ہو اور دوسرے کے پاس سے اس نعمت کے چلے جانے کی تمنا نہ کرے ورنہ یہ حسد ہوگا جو حرام ہے)

تنویر السراج فی لیلۃ المعراج کے مؤلف نے اس پر اور فوائد کا اضافہ کیا ہے۔

(۱) احادیث اسراء میں یہ بھی ہے کہ جبرئیلؑ نے آپ کی رکاب تھامی اور میکائیل نے لگام پکڑی۔ اس سے ثابت ہوا کہ راکب (سوار) اگر کسی مصلحت سے اپنے ملازمین سے ایسا کام لے یا کوئی دوست محض اپنے اکرام و محبت سے ایسا کرے تو اس کو گوارا کرلینا چاہئے۔ اور یہ جائز ہے البتہ تکبر و غرور سے نہیں۔

(۲) ان میں یہ بھی ہے کہ آپ نے بعض مقامات متبرکہ میں نماز پڑھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ مقامات شریفہ میں نماز پڑھنا برکت کا باعث ہے۔ بشرطیکہ اس مقام سے کسی مخلوق کی تعظیم مقصود نہ ہو۔ خوب سمجھ لو نازک بات ہے۔

(۳) اور ان میں یہ بھی ہے کہ راہ میں آپ کو حضرت ابراہیمؑ و موسیٰ علیہما السلام نے سلام کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر راکب (سوار) یا راہرو کسی بیٹھے ہوئے یا راہرو کو نہ دیکھنے کی وجہ سے سلام نہ کر سکے تو اس کے لئے افضل ہے کہ سوار کو سلام کرے۔

(۴) ان میں یہ بھی ہے کہ آپ نے بیت المقدس میں داخل ہوکر نماز پڑھی اس سے تحیۃ المسجد کا مسنون ہونا ثابت ہوا۔

(۵) آپ بیت المقدس میں امام بنائے گئے۔ اس سے ثابت ہوا کہ امامت افضل القوم کی افضل ہے۔

(۶) اور ان میں یہ بھی ہے کہ تمام انبیاء علیہ السلام نے بیت المقدس میں اپنے فضائل کا خطبہ پڑھا۔ اس سے ثابت ہو کہ اگر حق تعالیٰ کی نعمتوں کو بطور شکر اور نعمت الٰہی کو بیان کرنے کے لئے ظاہر کرے تو محمود ہے۔

(۷) آپ کو پیاس لگنے پر کئی قسم کے مشروبات پیش کئے گئے اس سے ثابت ہوا کہ خاص مہمان کے کھانے اور مشروبات میں وسعت دینا جائز ہے۔

وغیرہ کئی چیزیں مہمان کے سامنے پیش کردینا بھی اس سے ثابت ہے تاکہ وہ اپنے لحاظ سے اور پسند کو ملحوظ رکھ کر جو چیز چاہے اور پیئے (عاقل عفی عنہ)

(۸) اور شراب وغیرہ پیش کرنے میں اگر امتحان کی جو غرض تھی اس پر نظر کی جائے تو دین میں امتحان لینا ثابت ہوتا ہے۔

(۹) ان میں یہ بھی ہے کہ فرشتے آپ کو دونوں طرف سے گھیرے ہوئے تھے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے تو اس سے معلوم ہوتا کہ اگر اکرام کے لئے خادم دونوں طرف گھیرے ہوں تو مذموم نہیں۔

(۱۰) احادیث میں یہ بھی ہے کہ جب آپ آسمانوں پر پہنچے تو فرشتوں اور انبیاء نے آپ کو مرحبا کہا اس سے معلوم ہوا کہ مہمان کا اکرام اور اظہار فرحت اس کے آنے پر مناسب ہے۔

(۱۱) ان میں یہ بھی ہے کہ آپ نے آسمانوں میں خود انبیاء علیہم السلام کو سلام کیا اس سے معلوم ہوا کہ آنے والا بیٹھنے والے کو سلام کرے اگرچہ آنے والا افضل ہو۔

(۱۲) موسیٰ نے آپ کو مشورہ دیا کہ نمازوں کے اوقات میں کمی کے لئے درخواست کیجئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نیک مشورہ دینا اور خیر خواہی کرنا امر مطلوب ہے گو جس کو مشورہ دیا جائے وہ اپنے سے رتبہ میں بڑا ہی ہو۔

(۱۳) آپ نے تخفیف صلوٰۃ کی درخواست فرمائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ مفید مشورہ کو قبول کر لینا محمود ہے۔

(۱۴) حضرت ام ہانیؓ کا آپ سے عرض کرنا کہ معراج کا واقعہ کافروں سے نہ بیان کیجئے۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ جس بات کے اظہار میں فتنہ ہوتا ہو اس کو ظاہر نہ کیا جائے۔

(۱۵) آنحضرت کا یہ فرمانا کہ میں ضرور کہوں گا۔ ظاہر کرتا ہے کہ جو امر دین میں ضروری نہ ہو اس کو ظاہر نہ کیا جائے اور ضروری بات میں فتنہ کی کچھ پرواہ نہ کی جائے۔

(۱۶) ان میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے حضور صلعم سے بیت المقدس کے حالات پوچھے جس سے غرض یہ تھی کہ میری تصدیق کرنے سے کفار یقین کریں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہل حق اور اہل باطل کی بحث کے وقت تائید حق کے لئے گفتگو میں بظاہر مخالف کا طرفدار بن جانا بھی جائز ہے۔

(۱۷) آپ کا بعض اعمال پر لوگوں کو سزاء اور جزاء ملتے ہوئے دیکھنا اس سے ان

اعمال کے اچھے یا برے اور قابل عمل یا پرہیز ہونا ظاہر ہے۔ (از تفسیر مواہب الرحمٰن)

(۱۸) بعض نے آپ کو بیٹا کہا اور بعض انبیاء نے بھائی۔ لہٰذا بغیر کسی قرابت کے بھائی کہنا مستحسن ہے۔

(۱۹) نبی صالح فرزند و برادر صالح وغیرہ الفاظ سے جواز نکلا کہ اگر غرور سے امن ہو تو آدمی کی سچی تعریف منھ پر کر دے (۱۰۸)۔

معراج شریف کے متعلق عقیدہ:

سرکار کے کعبۃ اللہ سے بیت المقدس تک جانے کا منکر کافر ہے اور ماؤل (تاویل کرنے والا) مبتدع یعنی بدعتی ہے اور جو شخص بیت المقدس سے عرش تک جانے کا منکر ہے وہ فاسق ہے اس لئے کہ وہ احادیث صحیحہ کا منکر ہے ہر چند کہ سورۂ نجم میں تقریباً تصریح ہے لیکن عند میں احتمال ہے کہ وہ رآہٗ کے محول کا حال ہو اس لئے آپ کے سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچنے میں نص قطعی نہیں ہے۔

جمہور اہل سنت والجماعت کا مذہب یہ ہے کہ معراج عالم بیداری میں جسم کے ساتھ ہوئی تمام واقعات بیداری کے ہیں نہ خواب ہے نہ اعلیٰ درجہ کا کشف اور آپ نے اپنی آنکھوں سے اللہ پاک کو دیکھا اپنے کانوں سے کلام الٰہی کو سنا اور اپنی زبان سے اللہ پاک سے کلام کیا۔ اور دلیل اس کی اجماع ہے اور وہ دلائل جو ہم نے پہلے بیان کئے ہیں۔

حوالے و حواشی:

(۱) ابن کثیر بحوالہ دلائل النبوت۔ خصائص الکبریٰ۔ (۲) شرف مصطفےٰ و تنویر السراج فی لیلۃ المعراج۔
(۳) بخاری و مسلم و نسائی شریف۔ (۴) ابن کثیر بحوالہ دلائل النبوۃ و تنویر السراج از بیہقی۔
(۵) خصائص الکبریٰ۔ (۶) بخاری و مسلم وغیرہ۔
(۷) خصائص الکبریٰ بحوالہ دلائل النبوۃ۔ (۸) خصائص الکبریٰ بحوالہ دلائل النبوۃ۔
(۹) رحمۃ للعلمین جلد (۳) (۱۰) خصائص الکبریٰ بحوالہ ابن المنیر۔
(۱۱) تفسیر مواہب الرحمٰن۔ (۱۲) بخاری و مسلم و مسند احمد۔
(۱۳) ابن کثیر بحوالہ مسند احمد۔ (۱۴) تنویر السراج فی لیلۃ المعراج۔
(۱۵) بخاری و مسلم و مسند احمد وغیرہ۔ (۱۶) تفریح الاذکیا جلد (۲) و اشرف التواریخ جلد (۲)۔

(۱۷) بخاری و مسلم و مسند احمد۔ (۱۸) خصائص الکبریٰ۔
(۱۹) بخاری و مسلم وغیرہ۔ (۲۰) تفریح الاذکیا۔
(۲۱) بخاری و مسلم و مسند احمد۔ (۲۲) تفسیر ابن کثیر وغیرہ۔
(۲۳) خصائص الکبریٰ وغیرہ۔
(۲۴) روئے زمین پر سب سے پہلے سفید بال حضرت ابراہیمؑ کو آئے آپ نے عرض کیا پروردگار یہ کیا؟ ارشاد ہوا وقار ہے عرض کیا میرے وقار کو اور زیادہ فرما (مواہب الرحمٰن)۔
(۲۵) بیت المعمور فرشتوں کا کعبہ اور قبلہ ہے جو کعبۃ اللہ کے بالکل محاذی ساتویں آسمان پر ہے۔ اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں لیکن آج جو داخل ہو کر نکلے ان کی باری پھر قیامت تک نہیں آتی (مسلم و مسند احمد وغیرہ)۔
(۲۶) تفسیر ابن کثیر وغیرہ۔ (۲۷) خصائص الکبریٰ۔ مسلم شریف و مسند احمد۔
(۲۸) و (۲۹) خصائص الکبریٰ و ترمذی وغیرہ۔ (۳۰) دلائل بیہقی میں یہ زیادتی ہے (ابن کثیر)۔
(۳۱) تفسیر ابن کثیر بحوالہ ابن حاتم وغیرہ۔ (۳۲) مسلم شریف وغیرہ۔
(۳۳) خصائص الکبریٰ و ابن کثیر۔ (۳۴) تنویر السراج فی لیلۃ المعراج بحوالہ در منثور۔
(۳۵) مسلم شریف بخاری شریف و دلائل النبوۃ۔ (۳۶) مسلم و بیہقی وغیرہ۔
(۳۷) تفسیر ابن کثیر بحوالہ مسند احمد۔ (۳۸) تفریح الاذکیا جلد (۲)۔
(۳۹) ابن کثیر۔ (۴۰) بخاری شریف تفسیر ابن کثیر بحوالہ ابی حاتم وغیرہ۔
(۴۱) ابن کثیر بحوالہ دلائل النبوۃ۔ (۴۲) ابن کثیر بحوالہ ابن جریر تحقیق۔
(۴۳) خصائص کبریٰ۔ (۴۴) ترمذی شریف و ابن ماجہ وغیرہ۔
(۴۵) بخاری شریف۔ (۴۶) و (۴۷) ابن کثیر و دلائل النبوۃ۔
(۴۸) خصائص الکبریٰ۔
(۴۹) صحیحین میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں نے جنت میں بلال کے نعلین کی آواز سنی پھر آپ نے بلالؓ سے دریافت فرمایا کہ کس عمل سے تم نے یہ مرتبہ پایا۔ بلالؓ نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان مجھے تو کوئی نہیں معلوم سوا اس کے کہ جب وضو کرتا ہوں تو دو رکعت تحیۃ الوضو پڑھ لیتا ہوں۔
(۵۰) تفسیر ابن کثیر ترمذی و مسند احمد۔ (۵۱) ابن کثیر بحوالہ ابن ابی حاتم۔
(۵۲) تفسیر ابن کثیر بحوالہ ترمذی۔ (۵۳) تفریح الاذکیا جلد (۲) و اشرف التواریخ جلد (۲)۔
(۵۴) خرابی ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنے ہاتھ سے کوئی کتاب لکھتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔

(۵۵) تفسیر مواہب الرحمٰن۔ (۵۶) خصائص الکبریٰ۔
(۵۷) خصائص الکبریٰ و تفسیر ابن کثیر۔ (۵۸) مواہب لدنیہ تنویر السراج فی لیلۃ المعراج۔
(۵۹) تنویر السراج فی لیلۃ المعراج۔ (۶۰) سیرت حلبی۔
(۶۱) مدارج النبوۃ۔ (۶۲) بخاری شریف۔ خصائص الکبریٰ بحوالہ مسند احمد۔
(۶۳) تنویر السراج بحوالہ شفاء الصدور۔ (۶۴) مواہب لدنیہ و شفاء الصدور از تنویر السراج معارج النبوۃ۔
(۶۵) معراج النبوۃ۔ تفریح الاذکیا وغیرہ۔ (۶۶) تنویر السراج بحوالہ شفاء الصدور۔
(۶۷) مدارج النبوۃ و شفاء شریف۔ مواہب الدنیہ ص ۲۹ جلد (۲)۔
(۶۸) اشرف التواریخ و تفریح الاذکار۔
(۶۹) دار قطنی خطیب عساکر۔ خصائص الکبریٰ وغیرہ۔
(۷۰) ابن عساکر وغیرہ۔ بیہقی میں نے ان کو علی سے مدد دی۔
(۷۱) خصائص الکبریٰ بحوالہ طبرانی۔ (۷۲) شفاء شریف وغیرہ۔
(۷۳) حضرت قاضی عیاضؒ شفاء میں فرماتے ہیں جہاں بھی اللہ تعالیٰ کے پردوں کا ذکر ہے وہ مخلوق کے حق میں ہے نہ کہ خالق کے حق میں۔ پس وہ لوگ محجوب ہیں اور اللہ پاک اس بات سے منزہ ہے کہ کوئی اس کو چھپائے۔ کیونکہ حجاب اس کو چھپاتے ہیں جو اندازے میں آئے اور محسوس ہو۔ لیکن اس کے پردے اس کی مخلوق کی آنکھوں، عقلوں اور سمجھوں پر ہیں جس کے ساتھ چاہے اور جیسے چاہے ۱۲۔
(۷۴) یتیم۔ یتم سے ہے جس کے معنی تنہا ہونے کے ہیں جو موتی یکدانہ ہوتا ہے اس کو دُرِّ یتیم کہتے ہیں شرعی اصطلاح میں یتیم اس بچے کو کہتے ہیں جو ماں باپ نہ رہنے سے تنہا ہو۔
(۷۵) ترجمہ: موسیٰ علیہ السلام صرف اللہ تعالیٰ کی صفات کے ایک پرتو یا سائے سے مگر یا رسول اللہؐ آپ خود ذاتِ خداوندی کو دیکھ رہے ہیں اور مسکرا رہے ہیں۔
(۷۶) تفریح الاذکیا جلد (۲)۔
(۷۷) تنویر السراج لیلۃ المعراج، اسلام۔
(۷۸) مواہب الدنیہ بحوالہ شفا الصدور۔
(۷۹) یہ روایتیں تفریح الاذکیا جلد (۲) اور اشرف التواریخ جلد (۲) سے لکھی گئی ہیں۔
(۸۰) تفسیر موضح القرآن۔ اشرف التواریخ بحوالہ بحر الرائق وغیرہ۔
(۸۱) مدارج النبوۃ۔
(۸۱) یعنی پچاس وقت کی نماز کا جو اجر مقرر تھا اس میں تبدیلی اور کمی نہیں ہوئی اور پچاس نمازوں کا بدلہ

ی مقدر تھا اس لئے اس میں تبدیلی ہوئی۔ اور پانچ ہے۔

(۸۳) بخاری شریف' مسلم شریف' نسائی شریف' خصائص الکبریٰ' ابن کثیر' مسند حنبل' تنویر السراج' وغیرہ۔

(۸۴) و (۸۵) تفسیر مواہب الرحمن۔

(۸۶) مسلم شریف و بیہقی وغیرہ۔

(۸۷) خصائص الکبریٰ بحوالہ بیہقی و ابوداؤد۔

(۸۸) ابن کثیر بحوالہ طبرانی۔

(۸۹) ترجمہ: تنویر السراج بحوالہ ترمذی و ابن ماجہ۔

(۹۰) تفسیر مواہب الرحمن بحوالہ مسند احمد و ابن ماجہ۔

(۹۱) تفریح الاذکیا جلد (۲) و اشرف التواریخ جلد (۲)۔

(۹۲) خصائص الکبریٰ بحوالہ سعید ابن منصور و ابن سعد اور طبرانی نے اوسط میں ابن مردویہ سے روایت کی ہے۔

(۹۳) نسائی شریف و ابن کثیر۔

(۹۴) تفسیر ابن کثیر بحوالہ ابن حاتم۔

(۹۵) ابن کثیر بحوالہ دلائل النبوۃ۔

(۹۶) تفسیر ابن کثیر بحوالہ ترمذی شریف۔

(۹۷) تنویر السراج فی لیلۃ المعراج بحوالہ سیرت ابن ہشام۔

(۹۸) تنویر السراج فی لیلۃ المعراج۔

(۹۹) بخاری و مسلم شریف و نسائی شریف' دلائل النبوۃ وغیرہ۔

(۱۰۰) ابن کثیر بحوالہ مسند احمد حنبل۔　　(۱۰۱) دلائل النبوۃ

(۱۰۲) ابن کثیر بحوالہ مسند احمد۔

(۱۰۳) ابن کثیر و خصائص بحوالہ بیہقی' ابن اسحاق وغیرہ۔

(۱۰۴) تفسیر ابن کثیر بحوالہ ابن ابی حاتم و بیہقی وغیرہ۔

(۱۰۵) تنویر السراج فی لیلۃ المعراج وغیرہ۔

(۱۰۶) خصائص الکبریٰ و در منثور۔

(۱۰۷) تنویر السراج فی لیلۃ المعراج بحوالہ سیرۃ ابن اسحاق و طبرانی وغیرہ۔

(۱۰۸) تنویر السراج وغیرہ۔

تمت

قصیدۂ شب معراج

از حضرت علامہ محمد حسام الدین فاضل رحمۃ اللہ علیہ

نورِ حق شاہِ لولاک لما آج کی رات　　عرشِ اعلیٰ پہ گیا حق سے ملا آج کی رات
فیض سے اہل زمیں ہو چکے جب مالا مال　　مستفیض اہل فلک کو بھی کیا آج کی رات
اپنے اشغال و عبادات سے فارغ جو ہوا　　بستر خواب پہ آرام کیا آج کی رات
امّ ہانی کا مکاں تھا جو صفا مروہ میں　　خواب گاہ شہ عالم وہی تھا آج کی رات
حاملِ وحی خدا حاضر دربار ہوا　　عجب انداز سے بیدار کیا آج کی رات
پھر بڑے شوق' بڑے ذوق سے ارمانوں سے　　مسکراتا ہوا' یوں عرض کیا آج کی رات
وقتِ معراج ہے یہ' چلئے مرے ساتھ حضورؐ　　حق تعالیٰ نے بلایا ہے ذرا آج کی رات
عرشِ اعلیٰ سے بھی بالا ہے ضیافت کا مقام　　میزباں آپ کا ہے رب علا آج کی رات
در دولت پہ ہے تیار' سواری کو براق　　اٹھئے' چلئے کہ ہے اعزاز سوا آج کی رات
سن کے یہ مژدۂ جان بخش' وہ جانِ عالم　　شوق سے چلنے کو تیار ہوا آج کی رات
زیب۔ تن جبہ کی' سر پہ عمامہ رکھا　　حسن دوبالا ہوا' صل علیٰ آج کی رات
پھر فرشتوں نے کیا' سینۂ انور کو چاک　　صاف تر' قلب مصطفیٰ کو کیا آج کی رات
دلِ انور کو کیا مخزنِ عرفان و حکم　　سینہ شق ہو کے بھی' زخمی نہ ہوا آج کی رات
شوخیاں کرنے لگا وقت سواری کے براق　　بولے جبریلؑ کہ شوخی نہ دکھا آج کی رات
خوش نصیبی سے ملا ہے تجھے اعلیٰ رتبہ　　ترا راکب ہے شہ ہر دو سرا آج کی رات
دم بخود ہوگیا' شرما گیا یہ سنتے ہی　　خوش عناں مرکب سرکار بنا آج کی رات
برق سے تیز نظر سے بھی رواں تر تھا براق　　وہم سے بڑھ کے سبک سیر ہوا آج کی رات
جبرئیلؑ ایک طرف ایک طرف میکائیلؑ　　دو ستاروں میں مرا چاند چلا آج کی رات
راستے میں کہیں دجال کو بھی دیکھ لیا　　زوال دنیا کا بھی نظارہ کیا آج کی رات
آئی' ملعونہ یہ' زیور سے مزین ہو کر　　چونچلے' شوخیاں دکھلائیں سوا آج کی رات
اس کے بازو تھے کھلے پہنی ہوئی تھی یہ بلوز　　بے حیا میں نہ تھی کچھ شرم و حیا آج کی رات
آہ اب عورتوں کو ہے وہی ملبوس پسند　　زوال دنیا کو پسندیدہ جو تھا آج کی رات

متوجہ نہ ہوئے شاہ تو بولے جبریلؑ   آپ اگر دیکھتے دنیا کو ذرا آج کی رات
امتی آپ کے دنیا ہی کے شیدا ہوتے   آخرت چھوڑتے یہ فیصلہ تھا آج کی رات
ایک بوڑھا بھی ملا اور بلایا شہ کو   متوجہ نہ ہوئے شاہ ہدا آج کی رات
بولے جبریلؑ یہ شیطاں ہے' بلاتا ہے حضورؐ   چاہتا ہے' یہ کرے مکر سوا آج کی رات
پھر ملا مرقد مشاطۂ بنت فرعون   قصہ جبریلؑ نے اس کا بھی کہا آج کی رات
قبر سے شاہ کو خوشبو کی مہک آنے لگی   حق پہ مرنے کا صلہ اس کو ملا آج کی رات
چلتے چلتے ہوا پھر مرقد موسیٰؑ پہ گذر   بخوشی مل کے یہ موسیٰؑ نے کہا آج کی رات
مانگ لیں امت عاصی کیلئے حق سے نجات   فخر دیں آپ ہیں مہمان خدا آج کی رات
راہ میں اور بھی آثار کا نظارہ کیا   ہر جگہ ایک نیا رمز کھلا آج کی رات
کعبۃ اللہ سے غرض مسجد اقصیٰ پہنچا   اس طرح جامع دو قبلہ ہوا آج کی رات
انبیا جمع تھے مسجد میں پئے استقبال   کہ ہوا فخر رسلؐ جلوہ نما آج کی رات
جب موذن نے کیا شوق سے اعلان نماز   ہوئے صف بستہ یہ خاصان خدا آج کی رات
منتظر سب تھے کہ دیکھیں تو امامت کے لئے   کس کی تقدیر میں ہے حکم خدا آج کی رات
کون ہوتا ہے اولوالعزم رسولوں کا امام   مرتبہ کس کو یہ ملتا ہے سوا آج کی رات
تھی یہی سوچ' کہ جبریل امینؑ آگے بڑھے   اور دست شہ کونین لیا آج کی رات
منتخب کرکے' امامت کو کھڑا کر ہی دیا   لو امام اپنا شہنشاہ ہوا آج کی رات
پھر ملاقات ہوئی آپ سے سب نبیوں کی   ہر نبی خوب ہی مسرور ہوا آج کی رات
بڑھ کے جبریلؑ نے پھر جام مئے وکاسۂ شیر   بادب شہ کیلئے پیش کیا آج کی رات
دودھ کا پیالہ لیا چھوڑ دیا جام شراب   بولے جبریلؑ کہ فطرت کو لیا آج کی رات
پھر لگائی گئی معراج' چڑھا اس پہ براق   تا فلک شاہ کو پہنچا ہی دیا آج کی رات
در پہ پوچھا گیا ہو کون' تو بولے جبریلؑ   میں ہوں' ہمراہ ہیں شہ ارض وسما آج کی رات
مرحبا' کہتا ہوا شوق سے دربان فلک   اٹھ کے بے ساختہ در کھول دیا آج کی رات
اس فلک پہ ہوئی آدمؑ سے ملاقات رسولؐ   باپ بیٹے سے' بصد شوق ملا آج کی رات
کہا خوش آمدی اے ابن و نبی صالحؑ   ترے دیدار سے میں شاد ہوا آج کی رات

چرخ ثانی پہ ملے حضرت عیسیٰ' یحییٰؑ   ان کو بھی لطف ملاقات ملا آج کیا رات
مرحبا کہہ کے ملے چرخ سوم پہ یوسف   شاہ کا ان کو بھی دیدار ہوا آج کی رات
مرحبا کہتے ہوئے چوتھے پہ ادریس ملے   رفعت شاہ کا نظارہ کیا آج کیا رات
دیکھا ہارون" نبی کو فلک پنجم پہ   اپنے دیدار سے مسرور کیا آج کیا رات
جب حبیب دو سرا چرخ ششم پہ پہنچا   تو وہاں حضرت موسیٰؑ سے ملا آج کی رات
دیکھ کر مرتبۂ شاہ لگے رونے کلیمؑ   ذات اقدس کو بھی وہ رشک ہوا آج کی رات
آسماں ساتواں آیا تو خلیلؑ اور حبیبؐ   ہوئے اک جا تو بڑا لطف ملا آج کی رات
دونوں ہی شوق ومحبت سے ہم آغوش ہوئے   باپ نے لخت جگر سے یہ کہا آج کی رات
پڑھیں لاحول لگایا کریں جنت میں درخت   میرا پیغام یہ امت کو سنا آج کی رات
پھر کہا اے مرے نیک اور مبارک فرزند   ہوگا حاصل تجھے دیدار خدا آج کی رات
ناتواں ہے تری امت' بڑی بے چاری ہے   اس کا بگڑا ہوا ہر کام بنا آج کی رات
اپنے ہر کام سے یہ کام مقدم رکھنا   اپنے رب سے اسے بخشوا کے تو آ آج کی رات
سو سدرہ ہوا پھر صدر رسالت کا عروج   تھا فرشتوں نے جسے گھیر لیا آج کی رات
دیکھنے کو شہ کونین کے دیوانے تھے   ولولہ دید کا ان میں تھا سوا آج کی رات
نہر کوثر پہ گئے شاہ' پیا آب لذیذ   نہر رحمت پہ گئے' غسل کیا آج کی رات
پھر ہوئے داخل جنت تو ہوئی سیر عجیب   حور وغلماں کا بھی نظارا کیا آج کی رات
چونکہ امت کو بتانی تھی صفت جنت کی   اس لئے شہ نے اسے دیکھ لیا آج کی رات
خوش تھا رضواں کہ میسر ہوئی گھر بیٹھے دید   شوق سے آ کے قدم بوس ہوا آج کی رات
آپ کا نام ہے از بسکہ بشیر اور نذیر   نار دوزخ کو بھی ہاں' دیکھ لیا آج کی رات
ترش رو مالک دوزخ سے ملاقات ہوئی   وہ بھی سرکار پہ قربان ہوا آج کی رات
لطف تو دیکھئے' سدرہ کے قریں روح امینؑ   ٹھیرے آداب سے پھر عرض کیا آج کی رات
ساتھ آسکتا نہیں' جائیں بلندی پہ حضورؐ   پر جلیں گے جو ادھر ساتھ رہا آج کی رات
دم بخود ٹھیر گئے انت وبک کہہ کے   کملی والا مرا آگے کو چلا آج کی رات
شان تو دیکھو' جہاں رہ گئے جبریل امینؑ   اس جگہ سے بھی کہیں آگے بڑھا آج کی رات

آن کی آن میں یہ دیکھئے رف رف کا سوار — عرش الٰہی کے قریں پہنچ گیا آج کی رات
ہوئی وحشت تو گرا منھ میں کوئی قطرہ آب — علم ماکان یکون جس سے ملا آج کی رات
ادن ادن کی صدا پردہ وحدت سے سنی — مستعد ہو کے پھر آگے کو چلا آج کی رات
اس قدر آگے بڑھا پایا دنیٰ کا رتبہ — مرتبہ پھر فتدلیٰ کا ملا آج کی رات
کملی والا مرا ' آقا مرا ' سرتاج مرا — اللہ اللہ کہاں پہنچ گیا آج کی رات
شش جہت سے تھا مبرّا وہ مقام اعلیٰ — عبد رب رب کا مکاندار ہوا آج کی رات
عقل کو تاب تصور کو نہیں اب قدرت — جو کروں عرض کہاں تک وہ گیا آج کی رات
مختصر یہ کہ جدائی نہ رہی کچھ باقی — اس سے حق سے وہ نزدیک ہوا آجکی رات
قاب قوسین کی قربت ہی بڑی قربت ہے — طرفہ تر اس سے بھی نزدیک ہوا آج کی رات
سن لیا کانوں سے حضرت نے کلام رب کو — کہا اللہ نے جو کچھ بھی کہاں آج کی رات
دیکھا اللہ کو ' دیکھا بھی تو چشم سر سے — سرمہ مازاغ کا آنکھوں میں لگا آج کی رات
الغرض آمنہ خاتون کا وہ در یتیم — حق کے دیدار سے مسرور ہوا آج کی رات
عبد و رب میں ہوئی آگاہی کلی وہ نصیب — جو رضا اسکی تھی ' تھی اسکی رضا آج کی رات
جب ملا قرب الٰہی کا مقام اعلیٰ — کثرت شوق میں یوں عرض کیا آج کی رات
یہیں رہ جاؤنگا جاؤنگا نہ اب دنیا میں — قرب کے بعد نہ ہو بعد عطا آج کی رات
ہوا ارشاد کہ جانا ہی مناسب ہے حبیبؐ — بخش اوروں کو بھی جو فیض ملا آج کی رات
جب کوئی رنج ہو پڑھنا مری خاطر سے نماز — وہی پائے گا جو پایا ہے مزا آج کی رات
حق تعالیٰ کی طرف سے تھیں عنایات بہم — بحر الطاف و کرم جوش پہ تھا آج کی رات
سرور دیں نے جو دیکھا کہ ہے رحمت کو وفور — حق کے دربار میں یوں عرض کیا آج کی رات
مرے اللہ گنہگار ہے میری امت — بخش دے اسکا ہر اک جرم و خطا آج کی رات
حق تعالیٰ نے کہا آپ کی خاطر سے حبیبؐ — لیجئے بخش دیا بخش دیا آج کی رات
قربت حق میں بھی اللہ رے امت کا خیال — اُس کی بخشش کیلئے عرض کیا آج کی رات
ہم کو خوشیوں میں کہاں یاد خدا یاد رسولؐ — ہاں پیمبرؐ نے ہمیں یاد کیا آج کی رات
پھر کہا شہ نے تحیات ہیں اللہ کیلئے — حق تعالیٰ نے جواباً یہ کہا آج کی رات

اے نبیؐ تم پہ سلام اور خدا کی رحمت — جو سنا یہ تو پیمبر نے کہا آج کی رات
ہم پہ ہو اور نکوکاروں پہ یارب یہ سلام — کتنی خوبی سے یہ انعام لیا آج کی رات
ہم گنہگاروں کو بھولے نہیں محبوب خدا — جمع کا صیغہ کہا ' ساتھ لیا آج کی رات
ہر فرشتے نے گواہی دی ' کہا اشہدان — کیا مؤثر ہوا ہر اک کلما آج کی رات
یہ تشہد جو نمازوں میں پڑھا کرتے ہیں — مختصر جملوں کا مجموعہ بنا آج کی رات
یہ ہے فرمان خدا و ملک و پیغمبرؐ — کس قدر بیش بہا تحفہ ملا آج کی رات
پھر یہ کی عرض شہ دیں نے کہ اے رب کریم — کوئی تحفہ پئے امت ہو عطا آج کی رات
ہوا ارشاد کہ' لو کرتے ہیں ہم فرض ' نماز — ہے یہی تحفۂ بالفضل و عطا آج کی رات
لے کے یہ تحفہ نبی چرخ ششم پہ آئے — پوچھا موسیٰ نے کہ کیا فرض ہوا آج کی رات
کہا پنجاہ نمازیں تو کہا موسیٰ نے — سی تخفیف ذرا کیجئے گا آج کی رات
نہ ادا کرسکی امت مری دو وقت نماز — کیا کروں آپ سے امت کا گلا آج کی رات
آپ کی امت مرحومہ تو ہے اور ضعیف — اتنا بار اس پہ ہو' ہے غور کی جا آج کی رات
سن کے موسیٰ سے یہ واپس ہوئے سردار امم — عجز و آداب سے یوں عرض کیا آج کی رات
ناتواں ہے مری امت ہو مرے رب تخفیف — خود تو واقف ہے کہوں اور میں کیا آج کی رات
حق نے فرمایا کہ لو پانچ کی کرتے ہیں کمی — شاہ نے آکے یہ موسیٰ سے کہا آج کی رات
بولے موسیٰ کرو کوشش کہ ہو تخفیف مزید — نہ ملے گا کبھی موقع جو ملا آج کی رات
شاہ آتے گئے جاتے گئے کرتے گئے عرض — آمد و رفت کا اک شوق رہا آج کی رات
آخر الامر رہیں پانچ نمازیں قائم — رحمت خاص سے یہ حکم ہوا آج کی رات
جو پڑھے پانچ وہ پائے گا ثواب پنجاہ — تری خاطر سے یہ فرمان ہوا آج کی رات
بات کیا ہے جو کیا حضرت موسیٰ نے یہ لطف — بیشک امت پہ تو احسان کیا آج کی رات
کہا ربِّ اَرِنی ' دید سے محروم رہے — غیب سے آپ کو موقع یہ ملا آج کی رات
دیکھا احمدؐ میں ہیں انوار اَحد کے ظاہر — کیونکہ بے پردہ تھا دیدار خدا آج کی رات
دیکھی نعمت یہ تو بھجوایا برائے تخفیف — دل کا مطلب تو کوئی اور ہی تھا آج کی رات
گویا کہتے تھے یہ موسیٰ کہ رسول عربی — لطف دیدار خدا تجھ سے ملا آج کی رات

مرا ارمان تو پورا نہ ہوا رویت کا
ترے چہرے پہ ہیں انوارِ خدا آج کی رات

جاکے تخفیف کے حیلے سے تجلی لے آ
حق کے انوار تو ہر بار دکھا آج کی رات

حق کے دیدار سے تو خوش ہوتیں دید سے میں
اس توسط میں بھی ہے لطف نیا آج کی رات

الغرض اور بھی تحفے پئے امت لیکر
بڑے اعزاز سے واپس وہ ہوا آج کی رات

معجزہ دیکھیے یہ عرش تک آنا جانا
کام برسوں کا تھا لمحوں میں ہوا آج کی رات

واپسی پر شہ دیں سوچ میں تھے یا رخدا !
کافروں سے کہوں کیونکر جو ہوا آج کی رات

اتنے میں آگئے کفار تمسخر سے کہا
کہو کیا ماجرا درپیش ہوا آج کی رات

شہ نے فرمایا ہوئی مسجد اقصیٰ کی سیر
حق کے دیدار کا اعزاز ملا آج کی رات

سن کے ہنس ہنس کے یہ کہنے لگے کافر بدکار
لو شگوفہ یہ نیا اور کھلا آج کی رات

اور کہنے لگے صدیق کہ بالکل سچ ہے
کہیں حضرت جو فلک پر بھی گیا آج کی رات

ہوئی تقسیم یہ صدیق و زندیق کی
جس کی قسمت میں جو لکھا تھا ملا آج کی رات

ہاں مرے صاحبِ معراج و مقامِ محمود
جس طرح حق سے تو ملنے کو گیا آج کی رات

جس طرح حور و ملائک کو دکھایا دیدار
عرش والوں کو بھی مسرور کیا آج کی رات

اپنے محبوب کے دیدار سے جیسا کہ خود آپ
خوب مسرور ہوا شاد ہوا آج کی رات

اپنے دیدار کے مشتاقوں کا بھی کرکے خیال
آ ذرا جلوۂ پرنور دکھا آج کی رات

ترے دیدار کو روتے ہیں ترستے ہیں غریب
ان کی تسکین کے بھی اسباب بنا آج کی رات

عاشقوں میں ترے اک فاضلِ ناچیز بھی ہے
اس پہ ہو لطف و کرم حد سے سوا آج کی رات

ایک مدت ہوئی روتا ہے جدائی میں غریب
حالِ زار اس کا ذرا دیکھنے آ آج کی رات

جس طرح عرشِ معلیٰ کو حرم سے تو گیا
قبرِ انور سے مرے گھر کو بھی آ آج کی رات

نہرِ کوثر سے تو جس طرح ہوا ہے سیراب
مجھ کو بھی شربتِ دیدار پلا آج کی رات

حق کے دیدار سے جیسا کہ تو مسرور ہوا
مجھ کو بھی وصل سے کر شاد ذرا آج کی رات

ہم کلامی ہوئی جس طرح خدا سے تجھ کو
آ کلام اپنا تو فاضل کو سنا آج کی رات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف

علامہ محمد حسام الدین فاضل ؒ اکیڈیمی

حسامیہ منزل پنجہ شاہ حیدرآباد۔

اغراض و مقاصد

(۱) اشاعت کتب حضرت علامہ محمد حسام الدین فاضلؒ و تصانیف حضرت مولانا محمد حمید الدین حسامی عاقل

(۲) انقاد مواعظ و نعتیہ مشاعرہ

(۳) طلباء و طالبات میں تقریری صلاحیتوں کو پیدا کرنا

انشاء اللہ ان اغراض و مقاصد کی تکمیل اکیڈیمی آپ حضرات کے تعاون سے پوری کرے گی۔

معتمد اکیڈیمی

محمد حسام الدین ثانی عاقل (جعفر پاشاہ)

حسامی کمپیوٹر اینڈ ٹیلرنگ سنٹر پنجہ شاہ حیدرآباد۔۲